عمران سیریز
بلاسٹرز
مظہر کلیم
ایم اے

بلاسٹرز

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے۔

ناشران ------ اشرف قریشی
---------- یوسف قریشی
پرنٹر ------ محمد یونس
طابع ------ ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------ 45/- روپے

چند باتیں

محترم قارئین ۔ سلام مسنون ۔ فور سٹارز سلسلے کا نیا ناول "بلاسٹرز" آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ فور سٹارز کا یہ نیا سلسلہ آپ نے جس بے پناہ انداز میں پسند کیا ہے مجھے یقین ہے اس سلسلے کا یہ ناول بھی آپ سب کے معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترے گا ۔ اپنی آرا سے مجھے ضرور مطلع کیجئے تاکہ اس سلسلے کو آپ کی خواہشات کے مطابق تحریر کیا جاسکے ۔ لیکن ناول کے مطالعے سے پہلے اپنے چند خطوط بھی ملاحظہ کر لیجئے ۔

چیچہ وطنی سے راؤ وکیل احمد صاحب لکھتے ہیں ۔ "پہلے بھی تین چار خط لکھ چکا ہوں لیکن آپ نے ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ۔ شاید اس لئے کہ ان میں آپ کے ناولوں پر تنقید کی گئی تھی اگر آپ تنقید والے خطوط چند باتوں میں شائع نہیں کرتے تو پھر مجھے بتائیں کہ آپ کس قسم کے خطوط کا جواب دیتے ہیں" ۔

محترم راؤ وکیل احمد صاحب ۔ سابقہ تین چار اور موجودہ خط لکھنے کا بے حد شکریہ ۔ آپ نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ چونکہ ان خطوط میں تنقید کی گئی تھی اس لئے وہ چند باتوں میں شائع نہیں ہوئے جبکہ میں خود قارئین سے یہی کہتا رہتا ہوں کہ وہ ناولوں پر تنقید ضرور کریں کیونکہ اس طرح مجھے اپنی خامیوں کا علم ہوتا رہتا ہے اور میں آپ کی آرا

کی روشنی میں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں ۔ اگر قارئین تنقید نہ کریں گے تو مجھے اپنی خامیوں کا کیسے پتہ چلے گا لیکن جسے آپ تنقید کا نام دیتے ہیں وہ صرف اتنی ہوتی ہے کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحے پر " پیشانی " کی جگہ " پریشانی " کا لفظ لکھا گیا ہے ۔ فلاں صفحے پر " ہے " کی جگہ " ہیں " لکھا گیا ہے وغیرہ وغیرہ تو محترم ۔ یہ تو کمپیوٹر آپریٹر کی غلطیاں ہوتی ہیں تنقید بہر حال نہیں ہوتی ۔ تنقید سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کردار نگاری ، سچوئشنز ، موضوع ، ناول کے ٹمپو ، اس کی ٹریٹمنٹ میں کوئی جھول یا کوئی واقعاتی غلطی کی نشاندہی کریں ۔ ایسی تنقید میرے لئے ہمیشہ مشعل راہ ہوتی ہے یا پھر کوئی ایسی دلچسپ بات خط میں لکھیں جس کا جواب سب قارئین کے لئے دلچسپی اور معلومات کا باعث بنے ۔ ایسے خطوط چند باتوں میں شامل کئے جا سکتے ہیں ۔ امید ہے آپ کی ناراضگی دور ہو گئی ہو گی ۔

کراچی سے وجاہت صاحب لکھتے ہیں ۔ " آپ کے ناول نظر سے گزرتے رہتے ہیں لیکن مصروفیات کی وجہ سے خط نہ لکھ سکا آپ کے ناول اچھی اردو ، اچھے استعارے ، تشبیہات اور مزاح کے لئے پڑھتا ہوں ۔ اس میں آپ کو واقعی کمال حاصل ہے البتہ آپ کے ناولوں میں اب مجھے جاسوسی نظر نہیں آتی اور نہ ہی سسپنس ہوتا ہے کیونکہ ناول کے آغاز میں ہی آپ دشمنوں کا پورا منصوبہ تفصیل سے لکھ دیتے ہیں اور پھر عمران اس منصوبے اور مجرموں کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کوئی نہ کوئی کلیو حاصل کر کے یا مجرموں کی حماقتوں سے فائدہ اٹھا کر آخر کار وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور مجرموں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اسی طرح ہر کیس کا آغاز بھی ہمیشہ اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی مجرم یا پھر کوئی اطلاع سیکرٹ سروس کو یا عمران کو مل جاتی ہے اور کیس شروع ہو جاتا ہے ۔ حالانکہ اگر عمران یا سیکرٹ سروس کے ممبران خود کوشش کر کے جرائم کا سراغ لگائیں تو واقعی کہانی میں حقیقت کا رنگ نمایاں ہو جائے گا " ۔

محترم وجاہت صاحب ۔ خط لکھنے اور کسی بھی لحاظ سے ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ ۔ جہاں تک آپ کی پہلی بات کا تعلق ہے تو محترم جاسوسی ناولوں میں موضوع کے لحاظ سے دو انداز اختیار کئے جاتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ دشمن اپنا منصوبہ خاموشی سے مکمل کر لیتے ہیں اور ان کے خلاف کام کرنے والے اس منصوبے کی تکمیل کے بعد ان مجرموں کو گرفتار کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر مجرموں کا منصوبہ سامنے ہوتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اسے کس انداز میں مکمل کریں گے اور ان کے خلاف کام کرنے والے مجرموں کو اس منصوبے کی تکمیل سے روکنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ۔ یہ دونوں ہی انداز میرے تحریر کردہ ناولوں میں آپ کو مل جائیں گے ۔ جہاں تک جاسوسی ناولوں میں جاسوسیت اور سسپنس نہ ہونے کی بات ہے تو محترم جاسوسی ادب کے قارئین کے وسیع حلقے میں ایکشن پسند کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور صرف جاسوسی اور سسپنس پسند کرنے والے بھی اور مجھے اپنے سب قارئین کا خیال رکھنا پڑتا ہے اس لئے آپ ایسے

ناول بھی پڑھتے ہوں گے جن میں سچوئشن اور کہانی کے لحاظ سے ایکشن چھایا ہوا ہوتا ہے اور ایسے ناول بھی یقیناً آپ نے پڑھے ہوں گے جن میں صرف جاسوسیت اور سسپنس موجود ہوتا ہے ۔ باقی جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیس کا آغاز کسی اطلاع یا اتفاق سے ہوتا ہے جبکہ آپ کے خیال کے مطابق عمران یا سیکرٹ سروس کو خود محنت کر کے جرائم کا سراغ لگانا چاہیئے تو محترم ، سراغ لگانے کے لئے بہرحال کوئی نہ کوئی اطلاع یا کسی مجرم کے ٹکرانے کی ضرورت تو بہرحال ہوتی ہے ۔اس کے بغیر وہ کیا محنت کریں اور کس پر کریں ۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر خط لکھتے رہیں گے ۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم اے

عمران نے جیسے ہی میز پر رکھے ہوئے اخباروں کے بنڈل میں سے ایک اخبار اٹھایا وہ بری طرح چونک پڑا ۔ اخبار میں آلودگی کے خلاف واک کا ایک بڑا سا اشتہار نظر آ رہا تھا ۔ اشتہار کے مطابق آج نو بجے دارالحکومت کے شمال میں واقع پہاڑیوں پر ایک واک کا پروگرام بنایا گیا تھا ۔ جس میں ہر طبقۂ فکر کے لوگوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی ۔ دارالحکومت میں اکثر ایسی واکس ہوتی رہتی تھیں ۔ لیکن مصروفیات کی وجہ سے عمران آج تک اس میں شامل نہ ہو سکا تھا ۔ لیکن ان دنوں عمران فارغ تھا ۔ اس لئے اشتہار دیکھتے ہی اسے فوراً خیال آیا کہ سب ساتھیوں سمیت اس واک میں شمولیت کی جائے ۔ کیونکہ اس طرح ایک تو آلودگی کے خلاف ہونے والے احتجاج میں وہ عملی طور پر حصہ لے سکتے ہیں اور دوسرا دلچسپ تفریح بھی میسر آ سکتی تھی ابھی صبح کے سات بجے تھے اور واک شروع ہونے میں دو گھنٹے رہتے

تھے۔اس لئے وہ آسانی سے اس میں شامل ہو سکتا تھا۔

"سلیمان۔جناب آغا سلیمان پاشا صاحب"....... عمران نے اونچی آواز میں سلیمان کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"آپ ناشتے کے لئے تو اس طرح شور مچاتے رہتے ہیں جیسے اگر ناشتہ چند منٹ بھی لیٹ ہو گیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔لیکن آپ نے کبھی اس بارے میں تو بات ہی نہیں کی کہ ناشتہ جس سامان سے تیار ہوتا ہے۔وہ سامان کہاں سے آتا ہے۔کتنے میں آتا ہے"۔سلیمان نے جو ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"جب آدمی ایک بڑی آفت قبول کر لے تو پھر چھوٹی چھوٹی آفتوں کے بارے میں اسے کوئی پرواہ نہیں رہتی اور اس زمانے میں باورچی رکھ لینے سے بڑی آفت اور کوئی نہیں ہو سکتی"....... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر ناشتے پر آپ اعتراض نہ کیا کریں۔وہ بھی تو آفت زدہ ہی ہوگا"....... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ناشتے کا سامان میز پر لگانا شروع کر دیا۔

"ناشتہ کیسے آفت زدہ ہو سکتا ہے۔باورچی میں نے رکھا ہے۔ناشتے نے تو نہیں رکھا"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"آفت کے اثرات تو بہر حال سب پر پڑیں گے۔ناشتے پر بھی اور آپ کے اس پرانے کوٹ کی اندرونی جیب پر بھی۔جو آپ نے خواہ

مخواہ وارڈروب میں لٹکا رکھا ہے"....... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا۔کیا مطلب وہ۔وہ کوٹ تو"....... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوٹ کی فکر نہ کریں میں نے اس پرانے اور ادھڑے ہوئے کوٹ کا کیا کرنا تھا۔وہ وہیں موجود ہے۔میں تو اس کی جیب کے بارے میں کہہ رہا تھا۔اس پر البتہ آفت ٹوٹ چکی ہے"....... سلیمان نے کہا۔

"یا اللہ تو ہی ہر آفت سے بچانے والا ہے۔اب میں کیا کروں۔میں نے تو سوچا تھا کہ اس پرانے اور پھٹے ہوئے کوٹ پر کسی کی توجہ نہیں جا سکتی ہے۔لیکن اب نظر بد کا کیا کروں۔جو وہاں تک بھی پہنچ جاتی ہے۔جناب آغا صاحب پلیز۔اس کوٹ کی جیب میں جو کچھ تھا وہ میں نے برے وقت کے لئے بچا کر رکھا تھا"....... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"وہ برا وقت آگیا تھا۔ویسے آپ سے یہ کس نے کہہ دیا ہے کہ صرف دو لاکھ روپے میں برا وقت ٹالا جا سکتا ہے۔اتنی رقم میں تو ایک وقت کا ناشتہ تیار نہیں ہو سکتا۔برا وقت تو بہر حال برا وقت ہی ہوتا ہے"....... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹرالی دھکیل کر واپس جانے لگا۔

"ہوں اس لئے آج خلاف توقع موڈ بے حد خوشگوار ہے۔چاہے آفت کہو یا کچھ اور مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہے چہرے پر"....... عمران

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے جب اس مہنگائی کے دور میں ایک وقت کا کھانا اگر کسی عالی شان سے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانے کا موقع مل جائے تو کیا برا ہے"۔ سلیمان نے کہا۔

"ایک وقت کا کھانا۔ جناب پورے دو لاکھ روپے تھے اس جیب میں"...... عمران نے ناشتہ بنانے کے ساتھ ساتھ آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں دو لاکھ ہی تھے۔ صرف دو لاکھ ٹپ تو اپنی جیب سے دینی پڑے گی"...... سلیمان نے جواب دیا اور ٹرالی دھکیلتا واپس چلا گیا۔

"یا اللہ اگر تو انسان کے ساتھ یہ پیٹ نہ لگا دیتا تو تیرا کیا بگڑتا کم از کم باورچی تو نہ رکھنا پڑتا"...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"آفت زدہ علی عمران بول رہا ہے"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ارے کیا ہوا عمران صاحب کون سی آفت ٹوٹ پڑی صبح صبح"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ایک ہو تو بتاؤں۔ اب تو جدید دور ہے۔ آفت کو فلیٹ تک آنے کی ہی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑتی۔ بس نمبر گھمائے اور آفت موجود"...... عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو بے اختیار قہقہہ مار کر

ہنس پڑا۔

"اچھا تو اب میرا شمار بھی آفت میں ہو گیا ہے"...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم کیسے شکار ہو سکتے ہو۔ شکار تو میں ہوا ہوں کہ چڑیا جیسا ناشتہ ملا ہے۔ وہ بھی اب ٹھنڈا ہو رہا ہے"...... عمران نے لفظ شمار کو شکار میں تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو آپ ناشتہ کر رہے ہیں۔ میں نے فون اس لئے کیا تھا کہ آج دارالحکومت میں ایک واک ہے اور میں اس میں شامل ہونا چاہتا ہوں اگر آپ بھی ساتھ چلیں تو لطف رہے گا"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"لیکن میرے پاس تو پٹرول کے پیسے ہی نہیں ہیں۔ کچھ تھوڑے سے بچا کر رکھے تھے وہ جناب آغا سلیمان پاشا کے ہاتھ لگ چکے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"واک کا مطلب ہوتا ہے پیدل چلنا اور پیدل چلنے میں پٹرول خرچ نہیں ہوتا"...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا پیدل واہ پھر تو واقعی پٹرول خرچ نہ ہو گا۔ لیکن میرے فلیٹ سے وہ شمالی پہاڑیاں کم از کم پندرہ بیس میل دور تو ہوں گی۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ پیدل چلتے چلتے واقعی پیدل نہ ہو جائیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں۔ آپ کی بات تو درست ہے۔ وہاں تک واقعی کار میں ہی جانا پڑے گا۔ چلیئے آپ تیار ہو جایئے۔ میں آپ کو پک کر لوں گا۔ اس

طرح آپ کا پٹرول بچ جائے گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"میں تو سوچ رہا تھا کہ جولیا کو ساتھ لے کر واک کروں گا۔ لیکن یہ اخبار والے بھی خواہ مخواہ سب اخباروں میں اشتہار چھاپ دیتے ہیں۔ کیا ضرورت تھی۔ سب میں اشتہار چھاپنے کی"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ ڈریسنگ روم میں گیا اور پھر لباس تبدیل کر کے وہ باہر نکلا ہی تھا کہ کال بیل بج اٹھی۔ سلیمان اس وقت ناشتے کا سامان سمیٹ رہا تھا۔

"طاہر آیا ہو گا۔ میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں"...... عمران نے سلیمان سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اس نے دروازہ کھولا تو بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے پر ایک نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ جس کے جسم پر انتہائی قیمتی کپڑے کا تھری پیس سوٹ تھا۔

"آپ کا نام علی عمران ہے جناب"...... نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے تو یہی۔ بشرطیکہ آپ یقین کریں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا نام راشد ہے مجھے سر سلطان نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں سر سلطان کا دور کا عزیز ہوں۔ میرا ٹرانسپورٹ کا بزنس ہے۔ یہ دیکھیے

سر سلطان کا کارڈ"...... نوجوان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کارڈ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

"تشریف لائیے"...... عمران نے کارڈ لے کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے لے کر ڈرائینگ روم میں آگیا۔

"فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ لیکن ذرا خدمت کا سائز یہ سوچ کر بتایئے کہ میں اس تنگ سے فلیٹ میں رہتا ہوں"...... عمران نے کہا تو راشد بے اختیار ہنس دیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ سے کوئی مالی امداد لینے کے لئے نہیں آیا"...... راشد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر آپ جس قدر جی چاہے سائز میں اضافہ کر لیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب کیا پیش کروں"...... اسی لمحے سلیمان نے دروازے پر آکر بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے ناشتہ نہ کیا ہو تو ناشتہ پیش کیا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں جناب شکریہ میں ناشتہ کر کے آیا ہوں"...... راشد نے جواب دیا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"عمران صاحب جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے۔ میرا ٹرانسپورٹ کا بزنس ہے۔ میری ٹرکوں کی ایک کمپنی ہے جو بکنگ پر مال لے آتی اور لے جاتی ہے۔ خاصا وسیع کاروبار ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے میرے

ساتھ عجیب واقعات پیش آرہے ہیں کہ میرے ٹرکوں کے اندر اچانک دھماکے ہوتے ہیں اور ٹرک مال سمیت تباہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ میرا ٹرک ضائع ہو جاتا ہے بلکہ اس میں موجود مال کا معاوضہ بھی مجھے پارٹی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہر بار انکوائری کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹرک کے اندر کوئی بم پھٹا ہے اور اس نتیجے کے بعد نہ ہی میری انشورنس کمپنی ٹرک کی انشورنس ادا کرتی ہے اور نہ اس میں موجود مال کی کیونکہ انشورنس کمپنیاں اتفاقی آتش زدگی کی انشورنس کا کلیم تو ادا کرتی ہیں۔ بم سے تباہ ہونے والے ٹرک یا مال کا کلیم ادا نہیں کرتیں۔ ایسا چھ بار ہو چکا ہے۔ میں نے پولیس کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے خلاف قائم کی گئی ٹاسک فورس کو بھی کئی بار کہا ہے کہ وہ مجرموں کو پکڑیں۔ لیکن اب تو انہوں نے خود مجھ پر شک کرنا شروع کر دیا ہے کہ شاید میں اپنے ٹرکوں کے ذریعے اسلحہ سمگل کرتا ہوں اور اتفاقاً اس اسلحے میں سے کوئی بم پھٹ پڑتا ہے۔ میں نے تنگ آکر سر سلطان سے بات کی کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ تاکہ میں اس عذاب سے نجات پا سکوں اور میرا کاروبار بھی تباہ نہ ہونے پائے۔ انہوں نے مجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں آپ سے ملوں۔ انہوں نے آپ کے بارے میں مجھے تفصیل بھی بتا دی ہے۔ اس لئے میں حاضر ہوا ہوں"....... راشد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران بول رہا ہوں"....... عمران نے کہا۔

"طاہر بول رہا ہوں عمران صاحب آپ ناشتے سے فارغ ہو گئے ہوں تو میں آجاؤں"....... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"فی الحال تم اکیلے ہی واک کر آؤ۔ مجھے آغا سلیمان پاشا نے اتنا ناشتہ ہی نہیں دیا کہ میں پیدل چلنے کی ہمت کر سکوں"....... عمران نے جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔

"سر سلطان نے کیا تفصیل بتائی ہے آپ کو میرے متعلق"۔ عمران نے رسیور رکھ کر راشد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے یہی بتایا ہے کہ آپ بے حد مزاحیہ باتیں کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی کسی بات کا برا نہ مانوں اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ پرائیویٹ جاسوس کے طور پر بھی کام کرتے ہیں اور آپ نے بڑے بڑے پیچیدہ جرائم کا سراغ لگایا ہے"..... راشد نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"پرائیویٹ جاسوس علی عمران بول رہا ہوں"....... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے راشد تمہارے پاس پہنچ چکا ہے"....... دوسری طرف سے سر سلطان کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"پہنچ تو چکے ہیں لیکن آپ نے انہیں یہ بتا دیا ہے کہ میری فیس کتنی ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فیس کی فکر مت کرو۔ وہ تم جتنی بھی کہو گے مل جائے گی۔ راشد میرا دور کا عزیز ہے۔ میں اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا اور اس نے جو کچھ بتایا ہے۔ اس سے میرا اندازہ ہے کہ یہ کیس تمہارے اس فور سٹارز گروپ کا ہو سکتا ہے"....... سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا بزنس فیلڈ منتخب کر لیا ہے۔ بہر حال اچھا بزنس ہے"....... عمران نے کہا اور سر سلطان نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے رسیور رکھ دیا تھا اس لئے عمران نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"سر سلطان کا فون تھا شاید۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کو فون کریں گے۔ آپ نے فیس کی بات کی ہے۔ آپ فیس کی فکر مت کریں جو فیس آپ کہیں گے آپ کو مل جائے گی۔ آپ پلیز اس عذاب سے مجھے کسی طرح نجات دلوائیں"....... راشد نے کہا اور جیب سے ایک چیک بک نکال کر اسے کھول لیا۔

"ابھی نہیں۔ جب وقت آئے گا تو آپ سے فیس بھی لے لی جائے گی۔ ابھی کیس کی تفصیل تو معلوم ہو۔ یہ بتائیں کہ آپ کے ٹرک کہاں کہاں کے لئے بک ہوتے ہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا اور اس نے کافی کی دو پیالیاں میز پر رکھیں اور واپس چلا گیا۔

"عمران صاحب میری کمپنی کا نام قیوم گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی ہے۔

لمٹیڈ فرم ہے۔ میرے والد نے جن کا نام قیوم تھا اسے قائم کیا تھا اور اس وقت ہماری یہ کمپنی پاکیشیا میں چند بڑی کمپنیوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہماری کمپنی کے پاس اپنے ٹرک بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم کمیشن پر بھی ٹرک لے لیتے ہیں۔ پاکیشیا کے تقریباً ہر بڑے شہر میں ہماری کمپنی کے اپنے اڈے بھی کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک بکنگ کا تعلق ہے۔ بکنگ پاکیشیا اور اس کے قبائلی علاقوں سب کے لئے کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ہمسایہ ملکوں کے سرحدی شہروں کے لئے بھی بکنگ ہو جاتی ہے۔ مکمل تفصیل تو دفتر میں موجود ہو گی۔ مختصر طور پر اتنا ہی بتایا جا سکتا ہے"....... راشد نے جواب دیا۔

"کتنے ٹرک تباہ ہوئے ہیں آپ کے"....... عمران نے پوچھا۔

"چھ ٹرک"...... راشد نے جواب دیا۔

"یہ چھ ٹرک کہاں کے لئے بک ہوئے تھے"....... عمران نے پوچھا۔

"ان میں سے دو ٹرک تو دارالحکومت سے مال لے کر نور پور جا رہے تھے۔ راستے میں تباہ ہوئے جب کہ دو ٹرک کافرستان کی سرحد سے مال لے کر دارالحکومت آ رہے تھے کہ تباہ ہوئے۔ ایک ٹرک آران کے قریب ایک سرحدی شہر کے لئے بک ہوا تھا۔ بک دارالحکومت سے ہی ہوا تھا۔ راستے میں کسی جگہ سے مال اٹھانا تھا اس دوران وہ تباہ ہوا اور ایک ٹرک بہادرستان کی سرحد کے قریب مال لے جاتے ہوئے تباہ ہوا ہے"....... راشد نے جواب دیا۔

"سب سے پہلا واقعہ کب ہوا تھا"....... عمران نے پوچھا۔

"آج سے چھ ماہ پہلے ۔ اکٹھے دو ٹرک تباہ ہوئے تھے ۔ پھر ایک ماہ بعد ایک ٹرک تباہ ہوا ۔ پھر دس روز بعد ایک ۔ اسی طرح چلتا رہا ۔ آخری ٹرک اب سے چار روز پہلے تباہ ہوا ہے "....... راشد نے جواب دیا ۔

" آپ کے پاس ان کے بارے میں انکوائری رپورٹیں تو ہوں گی "....... عمران نے پوچھا ۔

"جی نہیں ۔ پولیس کے پاس ہیں ۔ جب بھی بات کرو یہی بتایا جاتا ہے کہ تفتیش جاری ہے ۔ آج تک ایک ملزم بھی نہیں پکڑا جا سکا "۔ راشد نے جواب دیا ۔

"ٹرک کے ڈرائیور اور کلینرز کا کیا کہنا ہے "....... عمران نے پوچھا ۔

"سب موقع پر ہی ہلاک ہو گئے ۔ کیونکہ جو ٹرک بھی تباہ ہوا ہے ۔ سفر کے دوران چلتے ہوئے ہی تباہ ہوا ہے ۔ عینی شاہدوں کے مطابق بس اچانک ٹرک میں ایک خوفناک دھماکہ ہوتا ہے اور ٹرک کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں ۔ اسے آگ لگ جاتی ہے اور سب کچھ راکھ ہو جاتا ہے ۔ ہمیں تو ان ٹرک ڈرائیوروں اور کلینروں کے خاندانوں کو بھی سنبھالنا پڑتا ہے ۔ کیونکہ وہ بے چارے تو بے قصور ہوتے ہیں اور غریب لوگوں میں کمانے والا تو ایک ہی ہوتا ہے ۔ اس لئے ہم ان کی ہمدردی کی بنا ء پر نہ صرف ان کے خاندانوں کو مالی امداد مہیا کرتے ہیں بلکہ ہم انہیں ہر ماہ باقاعدگی سے معاوضہ بھی دیتے ہیں "....... راشد نے جواب دیا ۔

" کتنا معاوضہ ہر ماہ دیتے ہیں اور کتنا آپ نے اکٹھا دیا ہے "۔

عمران نے پوچھا ۔

" ڈرائیور کلینرز کی ہلاکت پر اس کے خاندان کو ہم نے اکٹھا ایک لاکھ روپیہ دیا ۔ اگر وہ کرایے کے مکان میں رہتے تھے تو وہ مکان بھی کمپنی نے انہیں خرید کر دے دیا اور ہر ماہ چھ ہزار روپے ماہوار اس وقت تک دیں گے جب تک ان کا کوئی ایک بچہ خود کمانے نہیں لگ جاتا ۔ انشورنس کی رقم انہیں علیحدہ ملتی ہے ۔ کیونکہ ہم نے ہر ڈرائیور اور کلینرز کی باقاعدہ لائف انشورنس کرائی ہوئی ہے جس کا پریمیم کمپنی خود ادا کرتی ہے "....... راشد نے جواب دیا تو عمران کے چہرے پر اس کے لئے تحسین کے آثار ابھر آئے ۔

" یہ سب کچھ آپ اب کر رہے ہیں یا پہلے سے ہوتا تھا "....... عمران نے کہا ۔

" میرے والد صاحب مرحوم نے جب کمپنی قائم کی تھی تو انہوں نے شروع سے یہی اصول رکھا ہوا تھا کہ وہ اپنے عملے کی ہر تکلیف اور دکھ میں برابر شریک رہتے تھے ۔ ان کا کہنا تھا کہ ہماری کمپنی میں جو آدمی بھی کام کرتا ہے وہ ہمارا ساتھی ہے اس کی تکلیف ہماری تکلیف ہے اور اس کی خوشی ہماری خوشی ہے اور انہوں نے مجھے بھی ہمیشہ اس کی نصیحت کی ۔ ان کی وفات کے بعد میں بھی ان کے بتائے ہوئے راستے پر ہی چلتا ہوں ۔ گو ان کی طرح میں ہر خوشی غمی کے موقع پر خود تو شریک نہیں ہو سکتا لیکن مالی امداد کی حد تک میں ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں "....... راشد نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"گڈ اس خود غرضی کے دور میں آپ کا یہ عمل مجھے واقعی پسند آیا ہے اور اس لئے میں آپ کا یہ کیس بغیر کسی فیس کے لئے رہا ہوں ۔ آپ اپنی کمپنی کے صدر دفتر کا یا کسی ایسے شعبے کا پتہ دے دیں جہاں سے ان تباہ شدہ ٹرکوں کے بارے میں تفصیلات مل سکیں ۔ میرا مطلب ہے کہ کہاں سے مال بک ہوا ۔ کس پارٹی کا مال تھا ۔ کس قسم کا مال تھا ۔ ڈرائیور اور کلینرز کون تھے ۔ کہاں تباہ ہوا کس تھانے نے انکوائری کی ۔ ایسی ہی تمام تفصیلات میرا آدمی وہاں سے کلکٹ کر لے گا" .... عمران نے کہا ۔

"یہ میرا کارڈ ہے جناب آپ کا آدمی مجھ سے مل لے گا ۔ میں سارا ریکارڈ اسے منگوا دوں گا" .... راشد نے کہا اور عمران نے کارڈ دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا ۔

"اب مجھے اجازت دیجئے ۔ ویسے جناب آپ فیس کی قطعی فکر نہ کریں بے شک بلینک چیک لے لیں لیکن یہ مسئلہ سلجھا دیں" ۔ راشد نے اٹھتے ہوئے کہا ۔

"جب میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ کیس میں نے لے لیا ہے تو پھر فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جہاں تک فیس کا تعلق ہے تو پہلے تو شاید آپ سے فیس اور اخراجات بھی لے لئے جاتے ۔ لیکن آپ اپنے ملازموں کے ساتھ جس قسم کا حسن سلوک کرتے ہیں اس کے بعد تو فیس لینے کا سوال ہی نہیں رہتا ۔ آپ کا کام کر کے ہم بھی اس ثواب کا کچھ حصہ حاصل کر لیں گے جو آپ حاصل کرتے رہتے ہیں" .... عمران

نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور راشد مسکرا دیا ۔ پھر عمران اسے دروازے تک چھوڑنے خود گیا ۔ اس کے باہر جانے کے بعد وہ واپس سٹنگ روم میں آیا اور اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے ۔

"انکوائری پلیز" .... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی ۔

"پولیس سٹیشن بی ڈویژن کا نمبر دے دیں" .... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا ۔ عمران نے شکریہ کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا ۔

"یس پولیس اسٹیشن بی ڈویژن" .... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک خشک اور کرخت سی آواز سنائی دی ۔

"کیا نو پولیس اسٹیشن علیحدہ بنائے گئے ہیں" .... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"جی ۔ کیا کہا آپ نے ۔ کیا پولیس اسٹیشن" .... دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا ۔

"آپ نے خود ہی کہا ہے یس پولیس اسٹیشن ۔ اس لئے پوچھ رہا تھا کہ یہ تو ہوا یس پولیس اسٹیشن ۔ تو کیا نو پولیس اسٹیشن علیحدہ بنائے گئے ہیں" .... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ۔

"اوہ آپ کون صاحب بول رہے ہیں" .... دوسری طرف سے اس بار نرم لہجے میں کہا گیا ۔

"آپ سمن بھجوانے کے لئے پوچھ رہے ہیں تو پھر میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں معرفت وزارت خارجہ اور اگر آپ پولیس میلے کے لئے کوئی کارڈ بھجوانا چاہتے ہیں تو پھر میں علی عمران بول رہا ہوں۔ ویسے یہ تو بتائیں کہ پولیس میلے میں ہوتا کیا ہے۔ دوسرے میلوں میں تو جوئے کے سٹال لگتے ہیں۔ موت کا کنواں ہوتا ہے۔ تھیٹر ہوتا ہے۔ بڑی بڑی جلیبیاں کھانے کو ملتی ہیں۔ پولیس میلے میں کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ جوا کھیلنا یا کھلانا تو ویسے بھی جرم ہے اور موت کا کنواں تو عوام کی نظروں میں تھانے کا ہی دوسرا نام ہے۔ تھیٹر البتہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہاں ڈرامہ بے داغ جرم چل رہا ہو اور جلیبیوں کی بجائے ہتھکڑیوں کے مختلف ڈیزائنوں کی نمائش ہوتی ہوگی"....... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"آپ نے کس سے بات کرنی ہے جناب"....... دوسری طرف سے اس بار اکتائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ڈی۔ایس۔پی یاور صاحب سے بشرطیکہ میرا بخت یاور ہوا اور وہ یس پولیس اسٹیشن بی ڈویژن میں موجود ہوں"....... عمران نے کہا۔

لیکن اس بار دوسری طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

"ڈی۔ایس۔پی یاور بول رہا ہوں"....... بولنے والے کے لہجے میں سرد مہری کا عنصر نمایاں تھا۔

"ڈی۔ایس۔پی یعنی ڈر سے پاجامہ۔ اوہ سمجھ گیا۔ یعنی یاور

صاحب کا ڈر سے پاجامہ گیلا ہو جاتا ہے۔ بہت خوب آج کل کی پولیس کے لئے یہ بہترین لقب ہے۔ یعنی ادھر کسی ڈاکو۔ چور۔ لٹیرے بدمعاش اور غنڈے کا نام سنا ادھر یاور صاحب ڈی۔ایس۔پی ہو گئے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مینٹل ہاسپٹل سے تو نہیں بول رہے"....... دوسری طرف سے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا گیا۔

"اچھا تو پولیس سٹیشن کے علاوہ بھی ہوتے ہیں مینٹل ہاسپٹلز"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یو شٹ اپ نانسنس ڈیم فول"....... ڈی۔ایس۔پی یاور کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ بے اختیار گالیوں پر اتر آیا تھا اور اس کے ساتھ ہی رسیور بھی رکھ دیا گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ پولیس اسٹیشن بی ڈویژن"....... دوسری طرف سے وہی کرخت آواز سنائی دی۔

"ڈی۔ایس۔پی۔یاور سے بات کراؤ"....... عمران نے اس بار تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے یکلخت چونکتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ڈی۔ایس۔پی یاور بول رہا ہوں"....... یاور کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"آئی۔جی۔صاحب سے بات کریں"....... عمران نے لہجہ بدل کر

کہا اور پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ خود ہی بول پڑا۔

"ہیلو۔ آئی۔ جی بول رہا ہوں" عمران کے لہجے میں بے پناہ تحکم تھا۔

"یس۔ یس سر۔ ڈی۔ ایس۔ پی یاور بول رہا ہوں سر۔ تھانہ بی ڈویژن سے سر"...... دوسری طرف سے یاور کی انتہائی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ظاہر ہے انسپکٹر جنرل پولیس کی براہ راست کال شاید اسے پہلی بار ہی موصول ہو رہی تھی۔

"تمہاری شکایت ملی ہے مجھے کہ تم فون کرنے والے کو گالیاں دیتے ہو"...... عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

"ج۔ جی۔ جی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے سر۔ میں تو سر۔ انتہائی مؤدبانہ لہجے میں بات کرتا ہوں سر"...... یاور نے بھیک مانگنے والے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں شکایت غلط ملی ہے"...... عمران نے جان بوجھ کر کہا۔

"ج۔ جی ہاں سر۔ بالکل غلط سر"...... یاور نے جواب دیا۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک انتہائی معزز آدمی کو شٹ اپ۔ نانسنس اور ڈیم فول کہا ہے۔ کیا یہ غلط ہے"...... عمران نے کہا۔

"ج۔ ج۔ جی۔ جی۔ بالکل غلط ہے جناب۔ میں بھلا کسی معزز آدمی کو ایسے الفاظ کیسے کہہ سکتا ہوں سر"...... یاور نے [illegible] ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے۔ [illegible] ملازمت

کیسے تسلیم کر لیتا کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں۔

"تمہارا مطلب ہے کہ کسی عام آدمی کو تم یہ الفاظ کہہ سکتے ہو۔ صرف معزز کو نہیں کہہ سکتے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں جناب۔ میں تو یہ کہہ ہی نہیں سکتا جناب"۔ یاور نے اور زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور اگر ہم حکم دیں کہ تم خود اپنے لئے یہ الفاظ کہو تو کیا تم ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا

"حکم تعمیل کروں گا جناب بالکل کروں گا جناب"...... یاور اور زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

"تو کرو"...... عمران نے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں شٹ اپ۔ مم۔ میں نانسنس۔ مم۔ میں۔ ڈیم فول"...... یاور نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"ارے ارے کیا ہوا یاور۔ یہ تم اپنے آپ کو کیوں گالیاں دے رہے ہو"...... عمران نے فوراً ہی اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا۔ تم۔ تم۔ مم۔ میرا مطلب ہے کہ آپ آئی جی صاحب"...... یاور کی حالت ہی بگڑ گئی تھی۔ اسے شاید سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ کیا اب فون پر بھی خواب دیکھنے لگ گئے ہو یا تمہارا آئی جی جن بھوت ہے جو جاگتے میں بھی، تمہیں ڈراتا رہتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو چند لمحوں تک دوسری

طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بلکہ صرف لمبے لمبے سانس لینے کی آواز آتی رہی۔

"یہ۔ یہ آپ بنے ہوئے تھے آئی۔ جی"....... چند لمحوں بعد یاور کی سخت سی آواز سنائی دی۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ تمہارے منہ میں رس کٹ گڑ کی شکر اور بناسپتی گھی۔ لیکن میں نے تو سنا ہے کہ پولیس والوں کی دعا ہی قبول نہیں ہوتی"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب اگر یہ مذاق تھا تو انتہائی بھیانک مذاق تھا"۔ یاور نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو آئی جی فیروز مند خان کی شکل اتنی بھیانک ہے۔ کیا خیال ہے پوچھ لوں اس سے کہ بھائی کسی بیوٹی پارلر سے میک اپ تو نہیں کرا لیا۔ کیونکہ ویسے تو وہ خاصے خوش شکل واقع ہوئے ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ پہلے بھی فون آپ نے کیا تھا"....... یاور نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ہاں میں نے تو فون تمہیں کیا تھا۔ لیکن وہ مل گیا مینٹل ہاسپٹل کے اس وارڈ سے جہاں انگریزی میں گالیاں دینے والے رکھے جاتے ہیں"....... عمران نے جواب دیا تو اس بار یاور بے اختیار ہنس پڑا

"خدا آپ سے سمجھے عمران صاحب آپ بعض اوقات ایسا مذاق کرتے ہیں کہ آدمی کا خون خشک ہو جاتا ہے۔ ویسے غلطی واقعی میری

ہی تھی۔ ڈی ایس پی کا ایسا ترجمہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔ یہ ترجمہ سنتے ہی مجھے پہچان جانا چاہیئے تھا۔ بہرحال جو ہوا سو ہوا۔ فرمائیے کیسے فون کیا تھا"....... یاور نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اب نارمل ہو چکا تھا۔

"پہلے تو میں نے صرف سنا تھا کہ تھانہ بی ڈویژن دہشت گردی کے کیسز کی انکوائری کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے لیکن تمہاری حالت دیکھ کر اب مجھے یقین آگیا ہے کہ واقعی تم پر دہشت گردی کے سخت اثرات پڑ چکے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دہشت گردی کے چکر میں آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی پڑ سکتی ہیں اور دو چار چھوٹے موٹے بم آپ کے فلیٹ سے برآمد بھی ہو سکتے ہیں"....... یاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس دو چار۔ یہی حیثیت رہ گئی ہے ڈی۔ ایس۔ پی جیسے عہدے کی۔ میں تو سنا تھا یہ بہت بڑا عہدہ ہوتا ہے بڑا رعب دبدبہ ہوتا ہے"....... عمران نے جواب دیا تو یاور بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"رعب دبدبہ تو میں نے بنانے کی کوشش کی تھی لیکن آپ نے آئی۔ جی بن کر میرے سارے رعب دبدبے کا جلوس نکال کر رکھ دیا تھا میں واقعی وہی ڈی۔ ایس۔ پی بن گیا تھا جیسا آپ نے اس کا ترجمہ کیا تھا"....... یاور نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران بھی اس کی اس بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک کمپنی ہے۔ قیوم ٹرانسپورٹ کمپنی۔ لمیٹڈ فرم ہے۔ اس کے

مالک ہیں راشد صاحب۔ وہ سر سلطان کے عزیز ہیں اور سر سلطان کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو اور یہ بھی کہ وہ میرے بزرگ ہیں۔ انہوں نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی کمپنی کے چھ ٹرک بم کے دھماکوں سے تباہ ہو چکے ہیں۔ وہ بے حد پریشان تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس وغیرہ اس معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی۔ میں نے اسے تو ٹال دیا ہے۔ لیکن مجھے اچانک یاد آیا کہ تم نے ایک بار بتایا تھا کہ تم تھانہ بی ڈویژن پر ڈی۔ ایس۔ پی ہو اور یہ تھانہ دہشت گردی کے واقعات کی تحقیقات کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ تم سے بات کر لوں"....... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ان کی کمپنی چونکہ دارالحکومت میں ہے۔ اس لئے ان کے یہ سارے کیس میں نے ان تمام تھانوں سے منگوا لئے تھے جہاں جہاں یہ واقعات ہوئے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں انکوائری کی ہے۔ لیکن سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہر ٹرک واقعی کسی طاقتور بم سے تباہ ہوا ہے اور یہ بم اس ٹرک کے اندر ہی موجود تھا۔ ہر ٹرک میں ایک ہی ساخت اور ایک ہی طاقت کا بم استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ان بموں کے ٹکڑوں سے ماہرین یہ معلوم نہیں کر سکے کہ یہ بم کس ملک کا بنا ہوا تھا اور آیا ٹائم بم تھا یا وائرلیس کنٹرولڈ تھا اور نہ ہی کوئی کلیو مل سکا ہے۔ البتہ اب ہم نے ایسے تمام اڈوں میں اپنے آدمی بھجوا دیئے ہیں۔ جہاں سے ان ٹرکوں میں مال لوڈ ہوا تھا۔ وہ وہاں

نگرانی کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کوئی مشکوک بات سامنے نہیں آئی"۔ یاور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کے کسی کیس کی انکوائری رپورٹ تو ہو گی تمہارے پاس"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں سب کیسز کی ہے لیکن یہ سرکاری رپورٹ ہے"....... یاور کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ میں نے سوچا تھا کہ کب تک ڈی۔ ایس۔ پی بنے رہو گے چلو ڈی ہٹا دیتے ہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ہے تو جناب میں ابھی دست بستہ خود حاضر ہو جاتا ہوں رپورٹس سمیت"....... یاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا ایک ساتھی تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام صدیقی ہے۔ وہ تم سے رپورٹس لے لے گا۔ تم اس کی کاپیاں کرا لو اور بے فکر رہو صرف ایک دعوت کھلا دینا اپنی ترقی کی"....... عمران نے کہا۔

"ایک نہیں ایک سو عمران صاحب۔ میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی طرح کنجوس نہیں ہوں"....... دوسری طرف سے یاور نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران نے بھی ہنستے ہوئے اسے خدا حافظ کہا اور کریڈل دبا کر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"صدیقی بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"ارے تم تو اپنے فلیٹ میں ہی ہو میں تو سمجھا تھا کسی ہوٹل میں

غنڈوں سے لڑ رہے ہو گے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ عمران صاحب آپ۔ چھوٹے موٹے دھندے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔لیکن کوئی بڑا کیس ابھی تک سامنے نہیں آیا۔اس لئے فلیٹ میں ہی ہوں"....... صدیقی نے جواب دیا۔

"تم اب مجھے سر ستار تو بناتے نہیں۔اس لئے میں نے سوچا کہ چلو فور سٹارز کے لئے کیس ہی بک کروں شاید کچھ حاصل ہو جائے"۔ عمران نے کہا۔

"آپ سر ستار نہیں جناب بلکہ سریم ستار ہیں۔جب سے آپ نے وہ نواب بہادر والا کیس مکمل کیا ہے مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ آپ کے بغیر فور سٹارز صرف دم دار ستار ہی بنے رہیں گے"....... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"او کے۔ پھر ٹھیک ہے۔تو پھر ایسا کرو کہ تھانہ بی ڈویژن چلے جاؤ وہاں انچارج ڈی۔ایس۔پی یاور ہے۔اس سے مل لو۔وہ پہلے سنٹرل انٹیلی جنس میں انسپکٹر تھا اس نے وہاں سے پولیس میں ٹرانسفر کرا لیا اور اب ڈی۔ایس۔پی ہے۔اسے اپنا نام بتا دینا اور میرا حوالہ دے دینا۔وہ تمہیں کچھ رپورٹیں دے گا۔وہ رپورٹیں لے کر میرے فلیٹ پر آجانا"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کس قسم کی رپورٹیں ہیں یہ"....... صدیقی نے پوچھا۔

"سر سلطان کے دور کے ایک عزیز ہیں۔ٹرانسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں۔ان کے چھ ٹرک بم دھماکوں سے تباہ ہو گئے ہیں۔وہ سر سلطان

کے پاس پہنچے تو سر سلطان نے انہیں میرے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی فون کر دیا کہ یہ کیس شاید فور سٹارز کا کیس بن جائے تھانہ بی ڈویژن آج کل دہشت گردی کے کیس ڈیل کر رہا ہے۔اس لئے میں نے ڈی ایس پی یاور کو فون کیا اور اس سے رپورٹیں منگوائی ہیں۔تاکہ شاید ان کے مطالعے سے ان وارداتوں کے بارے میں کوئی کلیو مل جائے"....... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ ٹھیک ہے میں ابھی پہنچ رہا ہوں"....... دوسری طرف سے صدیقی نے کہا اور عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی کرسی پر نیم دراز آدمی نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ پر موجود میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس آفتاب احمد بول رہا ہوں"...... اس آدمی نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔ ویسے وہ اپنے چہرے مہرے اور لباس سے ہی معزز آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

"ساجن بول رہا ہوں جناب آپ کا پیغام ملا تھا"...... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"ہاں کافی عرصہ ہو گیا تھا تم سے ملاقات ہوئے۔ میں نے سوچا کہ ملاقات ہو جائے لیکن تم کہیں گئے ہوئے تھے"...... آفتاب احمد نے اسی طرح باوقار لہجے میں کہا۔

"آپ کی مہربانی ہے جناب کہ آپ مجھے یاد رکھتے ہیں"..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ساجن۔ کام کا آدمی کام کے وقت تو یاد آ ہی جاتا ہے۔ میری کوٹھی آ جاؤ۔ تمہارے لئے کام نکل آیا ہے"۔ آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب میں حاضر ہو جاتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ آفتاب احمد نے رسیور رکھا اور میز پر موجود انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس کا ایک بٹن دبا دیا۔

"جی صاحب"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی

"ساجن مجھ سے ملنے آ رہا ہے"...... آفتاب احمد نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ سنے بغیر ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے ہاتھ میں موجود اخبار اس نے کھولا اور اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ فون آنے سے پہلے وہ اخبار پڑھنے میں ہی مصروف تھا۔ آفتاب احمد کا شمار دارالحکومت کے انتہائی معزز افراد میں ہوتا تھا۔ ان کا کمپیوٹر بزنس تھا۔ کمپیوٹر بنانے والی بڑی بڑی کمپنیوں کے پاکیشیا میں واحد بااختیار ڈیلر تھے۔ لیکن یہ سارا کاروبار ان کے آدمی کرتے تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت بڑے بڑے ہوٹلوں میں منعقد ہونے والے فنکشنز یا شہر کے معززین کی طرف سے دی جانے والی پارٹیوں میں شرکت میں ہی گزرتا تھا۔ ویسے وہ خود بھی بے شمار فلاحی انجمنوں کے صدر اور چیئرمین تھے اور وہ عوام کی فلاح کے بے شمار پراجیکٹس کے لئے دل کھول کر چندہ دینے کے سلسلے میں بھی پورے دارالحکومت میں مشہور تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا شمار شہر کے انتہائی معزز اور باوقار طبقے میں انتہائی

عزت واحترام سے لیا جاتا تھا۔ دارالحکومت کی سب سے پوش کالونی میں ان کی انتہائی عالی شان اور وسیع کوٹھی تھی۔ جہاں آفتاب احمد اپنی بیگم کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی پہلی بیگم کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تھا اور انہوں نے ایک ریٹائرڈ کرنل کی صاحبزادی سے دوسری شادی کی تھی۔ اس لئے ان کی اور ان کی بیگم کی عمروں میں نمایاں فرق تھا۔ ان کی بیگم بھی ان کے فلاحی کاموں میں ان کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خاص طور پر خواتین کی فلاح و بہبود کے کاموں میں وہ بھی بے حد دلچسپی لیتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آفتاب احمد کی طرح ان کی بیگم بھی شہر کی معزز خواتین میں بے حد مقبول تھیں۔ اس وقت بھی ان کی بیگم کسی انجمن کی تقریب میں گئی ہوئی تھیں اور آفتاب احمد اپنی کوٹھی کے وسیع و عریض عقبی لان میں کرسی پر بیٹھے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے۔

"السلام علیکم"...... تھوڑی دیر بعد ان کی پشت کی طرف سے آواز سنائی دی اور آفتاب احمد نے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔

"آؤ بیٹھو ساجن"...... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کے جسم پر قیمتی کپڑے کا سوٹ تھا۔ سامنے آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے ایک ملازم نے اسے ٹشو پیپر میں لپٹی ہوئی مشروب کی بوتل لا کر دے دی۔

"سنو ہمیں ڈسٹرب نہ کیا جائے سمجھے"...... آفتاب احمد نے ملازم سے کہا۔

"یس سر"...... باوردی ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

"ساجن کافی عرصے سے خاموش ہے۔ بڑے صاحب کا کل فون آیا تھا"...... آفتاب احمد نے ملازم کے جانے کے بعد ساجن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ حکم تو کریں۔ ہم تو آپ کے حکم کے غلام ہیں جناب۔ لیکن ایک بات ہے کہ اب صورتحال بے حد خراب ہو گئی ہے۔ اس لئے اب آپ کو معاوضہ بڑھانا ہوگا"...... ساجن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوئی کارنامہ سرانجام دو تو معاوضہ بھی بڑھ جائے گا۔ اب ان چھوٹے چھوٹے کاموں کا تو اتنا ہی معاوضہ دیا جا سکتا ہے"...... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بتائیں کام"...... ساجن نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"کام تو وہی ہے پہلے والا بڑے صاحب سے کل تفصیلی بات ہوئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ آج کل کاشمیر میں حالات کافرستان کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں اور کافرستان کی حکومت پر دباؤ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے اور ایسا صرف اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ پاکیشیا حکومت اس سلسلے میں پوری دلچسپی لے رہی ہے۔ اندرونی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی۔ اس لئے بڑے صاحب نے اس حکومت کو اپنے مخصوص انداز میں پریشان کرنے اور الجھانے کے لئے ایک پلاننگ وضع کی ہے۔ تمہیں میں نے اسی پلاننگ کے سلسلے میں بلایا ہے۔

لیکن تم نے خود یہ کام نہیں کرنا۔ اس کے لئے تمہیں نئے آدمیوں کو ہائر کرنا ہوگا۔ اور کام کے بعد انہیں گولی مار دینی ہو گی"...... آفتاب احمد نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"پہلے آپ پلاننگ تو بتائیں"...... ساجن نے پوچھا۔

"پلاننگ کے مطابق دارالحکومت کے دو بڑے سینماؤں میں اس وقت بم دھماکے کرنے ہوں گے جب سینماؤں کے شو چل رہے ہوں ان کے دس منٹ بعد شہر کی کسی بھی ایسی جگہ پر دھماکہ کرنا ہوگا جہاں بے شمار افراد موجود ہوں اور پھر ہر ایک روز چھوڑ کر دوسرے روز کسی بھی پبلک جگہ پر دھماکہ ہونا چاہیئے اور یہ سلسلہ ایک ہفتے تک مزید چلنا چاہیئے"...... آفتاب احمد نے کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ تو خاصا لمبا کام ہے اور خطرناک بھی۔ ویسے بھی جب سے ریلوے اسٹیشن پر دھماکہ ہوا ہے پولیس اور حکومت ہوشیار ہو گئی ہے"...... ساجن نے جواب دیا۔

"انہوں نے تو ہونا ہے۔ ان کی بات چھوڑو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ حکومت اور پولیس ان دھماکوں کے بعد خاموش بیٹھی رہے گی"۔ آفتاب احمد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ بہرحال اس پلاننگ کی تفصیلات۔ اس کے لئے مطلوبہ سامان اور پھر اس کا معاوضہ یہ سب باتیں طے کرنی ہوں گی"...... ساجن نے کہا۔

"جہاں تک معاوضے کی بات ہے تو میں نے بڑے صاحب سے

بات کر لی ہے۔ معاوضہ اب اس انداز میں ملے گا کہ جتنے آدمی ہلاک ہوں گے فی آدمی معاوضہ ملے گا۔ اب تمہارا کام ہے کہ تم کتنے آدمی مار سکتے ہو۔ جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے۔ تم یہ تفصیلات سریندر سنگھ سے مل کر طے کر سکتے ہو۔ اس پلاننگ کا عملی انچارج وہی ہے"...... آفتاب احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پیشگی بھی وہی دے گا"...... ساجن نے کہا۔

"پیشگی تم کس حساب سے لو گے۔ اب ہمیں کیا پتہ کہ ہر دھماکے میں کتنے آدمی مرتے ہیں"...... آفتاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب آپ نے جو پلاننگ بتائی ہے اس کے تحت سات دھماکے ایک ہفتے میں کرنے ہوں گے۔ آپ ایک اوسط بنا لیں۔ اس کے تحت پیشگی معاوضہ دے دیں۔ کیونکہ بہرحال اخراجات تو ہوں گے"...... ساجن نے جواب دیا۔

"دیکھو میں تمہیں پیشگی کے طور پر دس لاکھ دے دیتا ہوں۔ باقی حساب بعد میں کر لیں گے"...... آفتاب نے کہا۔

"جناب پہلے دھماکوں کے بعد تو دارالحکومت میں ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔ اس لئے باقی دنوں میں دھماکے کرنا زیادہ مشکل ہو جائے گا اس لئے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم سات کے سات دھماکے ایک ہی روز اور ایک ہی وقت پر کر دیں"...... ساجن نے کہا۔

"نہیں اس طرح دہشت کی وہ لہر شہر میں پیدا نہیں ہو سکتی جو ہم

چاہتے ہیں"....... آفتاب نے جواب دیا۔

"تو پھر سر ایسا ہو سکتا ہے کہ لمبا وقفہ دے کر دھماکے کیے جائیں یا پھر بعد کے دھماکے دیگر شہروں میں کئے جائیں"....... ساجن نے کہا۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ دوسرے بڑے شہروں میں دھماکے ہو سکتے ہیں"....... آفتاب نے جواب دیا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن اس طرح اخراجات بڑھ جائیں گے"۔ ساجن نے کہا۔

"اخراجات کی فکر مت کرو ساجن۔ کام بے داغ اور بھرپور انداز میں ہونا چاہیے۔ بس"....... آفتاب نے کہا۔

"او کے۔ پھر نکالیئے بیس لاکھ روپے پیشگی پھر دیکھئے کہ ساجن کیا کام دکھاتا ہے"....... ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب مجھے ہی بلیک میل کرنا شروع کر دیا ہے۔ دس لاکھ کی بجائے بیس لاکھ روپے بہر حال ٹھیک ہے۔ تم کام کے آدمی ہو اس لئے مجبوری ہے"....... آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے جیب سے ایک سادہ کاغذ نکالا۔ اس پر بیس کا ہندسہ رومن انداز میں لکھ کر اس نے کاغذ ساجن کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ"....... ساجن نے کاغذ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"خیال رکھنا کام کرنے والوں کو ختم ہو جانا چاہیئے ورنہ وہ لوگ تمہاری نشاندہی بھی کر سکتے ہیں"....... آفتاب احمد نے کہا۔

"جناب آپ بس صرف حکم دیا کریں۔ آپ کو ہمارے کام کے

انداز کا علم ہی نہیں ہے۔ جو لوگ جا کر بم رکھتے ہیں اور فائر کرتے ہیں ان کے اور میرے درمیان کم از کم آٹھ افراد ہوتے ہیں اور کام مکمل ہوتے ہی ان میں سے نچلے چار رابطے آف کر دیئے جاتے ہیں"۔ ساجن نے کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ پھر بھی احتیاط ضروری ہے"....... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے کریں گے۔ لیکن اگر ایک عام سے دفتر کے کلرک کی نشاندہی بھی کر دی جائے تب بھی کوئی یقین نہیں کرے گا"۔ ساجن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور آفتاب احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ساجن انہیں سلام کر کے واپس عمارت کی طرف بڑھ گیا اور آفتاب احمد نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے ایک بار پھر اخبار اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا۔

دارالحکومت سے باہر واقع ایک بڑے ٹرک اڈے میں بلا مبالغہ سینکڑوں کی تعداد میں ٹرک ادھر ادھر کھڑے تھے اور آ جا رہے تھے یہ اڈہ دارالحکومت کا سب سے مصروف اڈہ تھا اور تمام ٹرک کمپنیوں کے دفاتر اور گودام بھی یہیں بنائے گئے تھے۔ صدیقی نے کار کا رخ ایک کمپنی کے دفتر کی طرف موڑا جس پر آزاد پاکیشیا گڈز ٹرانسپورٹ کا جہازی سائز کا بورڈ دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔ کار ایک سائیڈ پر روک کر صدیقی نے دروازہ کھولا اور نیچے اتر آیا۔ سائیڈ سیٹ پر چوہان تھا وہ بھی نیچے آ گیا تھا اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے منیجر کے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ منیجر بڑی بڑی مونچھوں والا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا جس کے چہرے پر کرختگی اس طرح ثبت تھی جیسے پوری زندگی میں وہ کبھی مسکرایا تک نہ ہو۔ وہ ایک بڑی لیکن پرانی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ سائیڈ پر چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر دو آدمی بیٹھے ہوئے

تھے جو اپنے لباس اور انداز سے ڈرائیور ہی لگتے تھے میز پر دو مختلف رنگوں کے فون بھی موجود تھے۔

"آپ منیجر ہیں"...... صدیقی نے آگے بڑھتے ہوئے اس مونچھوں والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی صاحب میں منیجر ہوں۔ صاحب خان۔ فرمایئے کیا حکم ہے"...... صاحب خان نے خشک اور کھردرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمارا تعلق سپیشل پولیس سے ہے"...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالا اور اسے کھول کر منیجر کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر اسے دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔

"اوہ اچھا۔ فرمایئے۔ ہم تو بالکل صاف ستھرا کام کرتے ہیں"۔ منیجر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے سے کوئی مرعوبیت یا خوف نہ جھلک رہا تھا۔

"کیا آپ ہمیں کسی علیحدہ جگہ پر وقت دے سکتے ہیں۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں"...... صدیقی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں باہر جاؤ اور سنو باہر کھڑے نواز کو کہہ دو کہ دو سپیشل چائے بھی اندر بھجوا دے اور کسی اور کو اندر بھی نہ آنے دے"۔ صاحب خان نے ان دونوں آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چائے کی ضرورت نہیں صاحب خان صاحب ہم ڈیوٹی کے دوران

صرف ڈیوٹی ہی دیتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی"...... منیجر نے اسی طرح سرد مہرانہ لہجے میں کہا۔

"صاحب خان صاحب آج سے تقریباً دو ہفتے پہلے قیوم گڈز کا ایک ٹرک راج پور کے قریب بم کے دھماکے سے تباہ ہو گیا تھا۔ آپ کو معلوم ہو گا"...... صدیقی نے کہا۔

"جی ہاں اچھی طرح معلوم ہے جناب اس سے پہلے بھی ان کے ٹرک تباہ ہوئے ہیں اور جناب دو ٹرک ہماری کمپنی کے بھی تباہ ہو چکے ہیں اور اس طرح دو اور کمپنیوں کے ٹرک بھی تباہ ہوئے ہیں"۔ صاحب خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا تو ہمیں علم نہ تھا ہم تو قیوم والوں کے سلسلے میں تفتیش کر رہے تھے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"لیکن صاحب یہ تو آزاد پاکیشیا والوں کا اڈہ ہے۔ قیوم والوں کا اڈہ تو دوسری سڑک پر ہے"...... صاحب خان نے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے۔ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ جو مال اس ٹرک میں لوڈ کرایا گیا تھا۔ اس میں ایک ایسا پیکٹ بھی تھا جسے تم نے اپنے آدمی بلند خان کے ذریعے وہاں بک کرایا تھا"...... صدیقی نے کہا تو صاحب خان بے اختیار چونک پڑا۔

"میں نے۔ نہیں جناب مجھے کیا ضرورت تھی ایسا کرانے کی"۔ صاحب خان نے جواب دیا۔

"وہ آدمی بلند خان کہاں ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"بلند خان ایک ماہ پہلے یہاں لوڈر ضرور تھا لیکن پھر وہ نوکری چھوڑ کر واپس اپنے گاؤں چلا گیا۔ وہ علاقہ غیر کے کسی گاؤں کا رہنے والا تھا"...... صاحب خان نے جواب دیا۔

"کس گاؤں کا رہنے والا تھا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"شامل نامی گاؤں بتایا تھا اس نے اور بس۔ ہم نے اس سلسلے میں زیادہ انکوائری نہ کی تھی۔ کیونکہ ہم نے اسے لوڈر رکھنا تھا۔ ڈپٹی کمشنر تو نہیں بنانا تھا"...... صاحب خان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس کے گاؤں کا کوئی اور آدمی یہاں کام کر رہا ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"نہیں یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے"...... صاحب خان نے جواب دیا۔

"کسی اور اڈے پر ہو"...... صدیقی نے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم جناب۔ میں نے باقی اڈوں پر کام کرنے والوں کا یہاں رجسٹر تو نہیں کھول رکھا"...... صاحب خان نے ایک بار پھر اکھڑے لہجے میں کہا۔

"یہ کمپنی کس کی ملکیت ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"سردار بہادر خان کی۔ وہ اسمبلی کے ممبر ہیں جناب۔ وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ بہت بڑے آدمی ہیں۔ پولیس کے آئی۔ جی اور ڈی۔ آئی۔ جی تو ان کی کوٹھی کے دروازے پر ہی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں" صاحب

خان نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اس لئے تم ایسے لہجے میں بات کر رہے ہو"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم تمہیں گرفتار کر لیں، تو کیا سردار بہادر خان تمہارے پیچھے آئیں گے"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گرفتار اور صاحب خان؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ نے مزید نوکری نہیں کرنی"....... صاحب خان نے اس طرح حیران ہوتے ہوئے کہا جیسے صدیقی نے انتہائی انہونی بات کر دی ہو۔

"نوکری تو واقعی ہم نے کرنی ہے"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر کرنی ہے تو بس یہ انٹرویو ختم۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ میں نے اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں"....... صاحب خان نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"او کے۔ تمہاری مرضی۔ اب ظاہر ہے سردار بہادر خان کے اڈے کے مینجر کو تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا"....... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ واقعی سمجھدار ہیں"....... صاحب خان نے بے اختیار مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے کمرہ ایک زور دار تھپڑ اور صاحب خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ وہ صدیقی کا زور دار تھپڑ کھا کر چیختا ہوا کرسی سمیت دوسری طرف جا گرا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا۔ دوسری طرف موجود چوہان نے اسے گردن سے

پکڑا اور لحیم شحیم صاحب خان ایک بار پھر بری طرح چیختا ہوا اچھل کر ایک دھماکے سے فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"خبردار باہر رکو خفیہ پولیس"....... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور وہ نوجوان جس تیزی سے اندر داخل ہوا تھا اسی تیزی سے باہر نکل گیا۔

"چوہان باہر جا کر انہیں سنبھالو میں ذرا صاحب خان سے پوچھ گچھ کر لوں"....... صدیقی نے چوہان سے کہا اور چوہان بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل گیا۔ اسی لمحے صدیقی کی لات حرکت میں آئی اور تیزی سے اٹھتا ہوا صاحب خان بڑے بھیانک انداز میں چیخ پڑا۔ لات پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر پڑی تھی۔

"بلاؤ اپنے سردار بہادر خان کو"....... صدیقی نے کہا اور پھر تو جیسے کمرے میں چیخوں اور کراہوں کا طوفان سا آ گیا۔ صدیقی کی لاتیں کسی مشین کی طرح حرکت کر رہی تھیں اور چند لمحوں بعد ہی صاحب خان کی ناک اور منہ سے خون رسنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی نے اسے گردن سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے اٹھا کر دوبارہ کرسی پر پٹخ دیا۔ پھر اس نے ریوالور جیب میں ڈالا اور دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور منہ دبا کر بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو صدیقی نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور تھوڑی دیر بعد

صاحب خان نے چیختے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ لمبی لمبی اور اکڑی ہوئی مونچھیں گلہری کی دموں کی طرح اب نیچے لٹک رہی تھیں۔

"ابھی ہم نے ہاتھ ذرا ہلکا رکھا ہے صاحب خان۔ ورنہ اب تک تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی ٹوٹ چکی ہوتی اور تمہاری آئندہ زندگی فٹ پاتھوں پر پڑے بھیک مانگ کر ہی گزرتی۔ بولو۔ اب ہمارے سوالوں کے جواب دو گے"...... صدیقی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"پپ پپ پانی۔ پانی"...... صاحب خان نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور صدیقی نے ایک طرف پڑا ہوا جگ اٹھایا۔ اس میں پانی موجود تھا۔ اس نے جگ صاحب خان کے منہ سے لگا دیا اور صاحب خان اس طرح پانی پینے لگا جیسے پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے۔ کافی سارا پانی پینے کے بعد اس نے جگ منہ سے علیحدہ کر دیا اور پھر کراہنا شروع کر دیا۔

"اب اٹھو اور باہر چل کر اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ کوئی مداخلت نہ کریں"...... صدیقی نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں میں کہہ دیتا ہوں مجھے کچھ نہ کہو"...... صاحب خان نے کراہتے ہوئے کہا لیکن صدیقی اسے بازو سے پکڑے ایک لحاظ سے تقریباً گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے گیا۔ دروازہ کھول کر وہ جب باہر

آئے تو چوہان ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑا تھا اور سامنے بیس پچیس افراد خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے چہروں پر تجسس کے ساتھ ساتھ نفرت کے تاثرات بھی شامل تھے۔

"سب اپنا کام کرو سمجھے۔ جاؤ کام کرو۔ ہمارے درمیان کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی وہ غلط فہمی اب دور ہو گئی ہے"...... صاحب خان نے ہاتھ اٹھا کر کراہتے ہوئے کہا۔ لیکن اسی لمحے پولیس کی ایک جیپ وہاں آ کر رکی اور اس میں سے ایک انسپکٹر اور چار سپاہی بھی نیچے اترے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔

"کون جھگڑا کر رہا ہے"...... انسپکٹر نے تیزی سے کہا۔

"انسپکٹر سلام۔ دیکھو ان دونوں نے میرا کیا حال کر رکھا ہے۔ پلیز مجھے بچا لو"...... صاحب خان نے پولیس کو دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا اور ایک جھٹکے سے دوڑ کر انسپکٹر کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"کون ہو تم"...... انسپکٹر نے بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"سپیشل پولیس"...... صدیقی نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"کہاں ہے تمہارے کارڈ دکھاؤ اور یہ جو ریوالور تم نے پکڑ رکھے ہیں ان کے لائسنس بھی دکھاؤ۔ یہ سرکاری نہیں ہیں۔ پرائیویٹ ہیں"...... انسپکٹر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم جس تھانے سے آئے ہو کیا وہ قریب ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"ہاں کیوں"...... انسپکٹر نے چونک کر کہا۔

"تو چلو اس صاحب خان کو بھی ساتھ لے چلو۔ وہاں چل کر مزید بات ہو گی۔ یہاں کھلی جگہ پر ہم تمہیں کچھ نہیں دکھا سکتے"۔ صدیقی نے جواب دیا۔

"اسلحہ مجھے دے دو"...... انسپکٹر نے کہا تو صدیقی نے اپنا ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔

"تم بھی دو"...... انسپکٹر نے اب شیر ہوتے ہوئے کہا اور چوہان نے بھی اپنے ہاتھ میں موجود ریوالور انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔

"چلو جیپ میں بیٹھو اور تم بھی چلو صاحب خان"...... انسپکٹر نے اس بار ایسے لہجے میں کہا جیسے اس نے کوئی بہت بڑی مہم فتح کر لی ہو۔

"ہاں میں چلتا ہوں۔ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے اب کوئی خطرہ نہیں ہے"...... صاحب خان نے کہا۔

"ہمارے پاس کار ہے۔ تم ایسا کرو ایک سپاہی کو ہمارے ساتھ بٹھا دو تاکہ ہمیں تھانے کا راستہ بتا دے"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں کار میرا سپاہی لے آئے گا۔ چابی دے دو۔ تم میرے ساتھ جیپ میں بیٹھو"...... انسپکٹر نے کہا۔

"چلو اسی طرح کر لو"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیب سے کار کی چابیاں نکال کر اس نے انسپکٹر کی طرف بڑھا دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ صاحب خان اور انسپکٹر کے ساتھ جیپ میں بیٹھے تھانے کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب کہ ایک سپاہی کار چلاتا ہوا ان

کے پیچھے آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جیپ تھانے کی عمارت میں داخل ہو کر رک گئی اور انسپکٹر تیزی سے نیچے اترا۔

"آیئے جناب اب آپ بھی آ جایئے۔ تاکہ مجھے ذرا تفصیل سے معلوم ہو سکے کہ آپ کا تعلق کس پولیس سے ہے"...... انسپکٹر نے نیچے اتر کر صدیقی اور چوہان سے مخاطب ہو کر بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر میں منیجر اسلم خان کو فون کرنا چاہتا ہوں"...... صاحب خان نے نیچے اترتے ہوئے ہی کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔ میں جو موجود ہوں یہاں تمہارا خادم"۔ انسپکٹر نے کہا۔

"نہیں میں نے فون کرنا ہے۔ یہ ضروری ہے"...... صاحب خان نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ صدیقی اور چوہان نیچے اتر آئے تھے۔

"انہیں ہتھکڑیاں ڈال دو"...... انسپکٹر نے یکلخت چیخ کر ارد گرد موجود مسلح سپاہیوں سے کہا اور وہ سب ہی تیزی سے صدیقی اور چوہان کی طرف بڑھے۔ صاحب خان اس دوران سامنے موجود ایک کمرے میں جا چکا تھا۔

"رک جاؤ"...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالا جس پر سرخ رنگ کا کسی دھات کا بیج بھی چپکا ہوا تھا۔

"سٹار فورس"...... صدیقی نے کارڈ انسپکٹر کی آنکھوں کے سامنے

کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"سس۔ سٹار فورس ریڈ اتھارٹی۔ اوہ اوہ سوری سر"....... انسپکٹر نے یکلخت انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں باقاعدہ سیلوٹ مار دیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ گھبراہٹ اور پریشانی ابھر آئی تھی۔ اس کے سیلوٹ کرتے ہی دوسرے سپاہیوں نے بھی بے اختیار سیلوٹ مارنے شروع کر دیئے۔

"سر۔ سر۔ معافی چاہتا ہوں سر"....... انسپکٹر نے رو دینے والے لہجے میں کہا اس کی حالت واقعی بے حد خراب ہو رہی تھی۔

"وہ صاحب خان کہاں ہے"....... صدیقی نے کہا اور پھر تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس کے اندر صاحب خان گیا تھا۔

"خان جی۔ وہ خفیہ پولیس والے اس ڈبے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جو آپ نے بلند خان کے ذریعے قیوم کے اڈے پر بھجوایا تھا۔ وہ بلند خان کے بارے میں بھی پوچھ رہے ہیں"....... صاحب خان کی آواز سنائی دی وہ فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا اور صدیقی دروازے میں ہی رک گیا۔

"جی اچھا۔ ٹھیک ہے خان جی"....... اس نے دوسری طرف سے کوئی بات سن کر رسیور کریڈل پر ڈالا۔ اسی لمحے صدیقی کمرے کے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چوہان اور چوہان کے پیچھے انسپکٹر اندر داخل ہوا

"اسلم خان صاحب کہہ رہے ہیں انسپکٹر کہ ان دونوں کو حوالات میں ڈال دو۔ باقی وہ سنبھال لیں گے"....... صاحب خان نے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اسلم خان کون ہے"....... صدیقی نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"تمہارا باپ ہے"....... صاحب خان نے اکڑتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر چیختا ہوا اچھل کر عقبی دیوار سے جا ٹکرایا۔ صدیقی کا بھرپور تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا۔

"کون ہے اسلم خان، بولو"....... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے اٹھتے ہوئے صاحب خان کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھانے کی کوشش کی ہی تھی کہ صاحب خان نے یکلخت اچھل کر اس کی ناک پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا فضا میں قلابازی کھا کر ایک زوردار دھماکے سے ایک طرف رکھی کرسی پر گرا اور پھر کرسی سمیت نیچے فرش پر جا گرا۔

"بولو کون ہے اسلم خان"....... صدیقی کی لات حرکت میں آئی اور کمرہ ایک بار پھر صاحب خان کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔

"میں بتاتا ہوں جناب اسلم خان سردار بہادر خان صاحب کا منیجر ہے جناب۔ بہت بااثر آدمی ہے۔ براہ راست آئی جی اور ڈی۔ آئی۔ جی صاحبان سے اس کی دوستی ہے"....... اب انسپکٹر نے بڑے مؤدبانہ لہجے

میں کہا جب کہ صاحب خان اب فرش پر پڑا کربناک انداز میں کراہ رہا تھا۔

"وہ ڈبہ اسلم خان نے بھیجا تھا"....... صدیقی نے جھک کر فرش پر پڑے ہوئے صاحب خان کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ۔ وہ اسلم خان نے بھیجا تھا ۔ بلند خان اس کا آدمی تھا"....... صاحب خان کے منہ سے بولتے ہوئے خون کے بلبلے سے بھی نکل رہے تھے ۔ اس کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا اور آنکھیں پتھرائی ہوئی سی تھیں ۔

"کیا تھا اس میں"....... صدیقی نے پوچھا۔

"مم ۔ مم مجھے نہیں معلوم جناب بلند خان نے کہا تھا کہ منیجر صاحب نے کہا ہے کہ میں اپنی چٹ دے کر اسے بک کرا دوں اور میں نے چٹ دے دی تھی"....... صاحب خان نے جواب دیا۔

"اور کتنے ڈبے بک کرائے تھے اسلم خان نے"....... صدیقی نے پوچھا۔

"مم مجھے صرف ایک کا معلوم ہے"....... صاحب خان نے جواب دیا اور صدیقی نے اس کی گردن چھوڑ دی اور وہ پہلے تو لڑکھڑایا پھر سنبھل گیا۔

"یہ اسلم خان کہاں ملے گا انسپکٹر"....... صدیقی نے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب اس وقت وہ راحت کلب میں ہوتا ہے جناب ۔ رات گئے تک وہ وہیں رہتا ہے"....... انسپکٹر نے جواب دیا۔

"راحت کلب ۔ وہ کہاں ہے"....... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

"ایک پرائیویٹ ہوٹل ہے جناب ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک میں جناب وہاں صرف کلب کے ممبرز ہی جا سکتے ہیں"....... انسپکٹر نے جواب دیا۔

"کیا تم اسلم خان کو یہاں بلا سکتے ہو"....... صدیقی نے پوچھا۔

"یہاں تو کیا جناب وہ ہیڈ کوارٹر بھی آنا کسر شان سمجھتا ہے"۔ انسپکٹر نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمارے ساتھ چلو وہاں راحت کلب میں"....... صدیقی نے کہا۔

"ج جناب مم ۔ مم میری تو نوکری چلی جائے گی ۔ وہاں کوئی پولیس آفیسر داخل ہی نہیں ہو سکتا جناب"....... انسپکٹر نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کس نے کھولا ہوا ہے یہ کلب"....... صدیقی نے پوچھا۔

"سردار بہادر خان صاحب نے جناب ۔ اسلم خان ہی وہاں منیجر ہے بہت بڑے بڑے لوگ وہاں آتے ہیں جناب اور ہر وہ کام وہاں ہوتا ہے جو باہر نہیں ہو سکتا"....... انسپکٹر نے جواب دیا۔

"اس صاحب خان کو ساتھ بٹھاؤ اور راحت کلب کے گیٹ تک چلو تم اسے لے کر وہاں سے واپس آجانا"....... صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب"...... انسپکٹر نے کہا۔

"چوہان تم کار لے کر آؤ میں انسپکٹر صاحب کے ساتھ جیپ میں بیٹھوں گا"...... صدیقی نے چوہان سے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب باہر آ گئے۔ چند لمحوں بعد جیپ اور کار آگے پیچھے چلتی ہوئیں تھانے کی بلڈنگ سے باہر آ گئیں۔

"جناب سٹار فورس کس سلسلے میں کام کر رہی ہے"...... انسپکٹر نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر تھا صدیقی سے پوچھا۔

"دہشت گردی کے خلاف اور تم پولیس آفیسر ہو اس لئے تمہیں میں نے کارڈ دکھا دیا ہے۔ اب دوبارہ یہ نام تمہاری زبان پر نہ آئے۔ اٹ از ٹاپ سیکرٹ۔ تم سپیشل پولیس کہہ سکتے ہو"...... صدیقی نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جیپ کافی دیر تک مختلف سڑکوں پر دوڑنے کے بعد کار شہر کی ایک جدید کالونی ذیشان میں داخل ہو گئی اور پھر کالونی کے درمیان ایک کافی بڑی اور وسیع کوٹھی سے کچھ دور جیپ رک گئی۔ کوٹھی کے گیٹ پر دو مسلح دربان موجود تھے اور گیٹ پر راحت کلب کا بورڈ بھی موجود تھا۔ لیکن اس پر خصوصی طور پر داخلہ محدود کے الفاظ بھی درج تھے۔ گیٹ سے کاریں اندر جا بھی رہی تھیں اور باہر بھی نکل رہی تھیں۔

"وہ کوٹھی ہے جناب"...... انسپکٹر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے اب تم اس صاحب خان کو واپس لے جاؤ اور فی الحال اسے تھانے میں رکھنا۔ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت پڑ جائے۔ اگر ایک گھنٹے

تک ہمارا فون نہ آئے تو پھر بے شک اسے واپس بھیج دینا۔ میرا نام صدیقی ہے"...... صدیقی نے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر جیپ سے نیچے اتر آیا۔

"یس سر"...... انسپکٹر نے کہا اور پھر وہ انتہائی تیز رفتاری سے جیپ آگے لے گیا۔ جب کہ چوہان کار لے کر صدیقی کے قریب آ گیا تو صدیقی نے سائیڈ کا دروازہ کھولا اور سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے"...... چوہان نے صدیقی سے پوچھا۔

"یہ بات تو سامنے آ گئی کہ وہ ڈبہ اسلم خان نے بھجوایا تھا اور یقیناً اس میں بم موجود تھا اسی لئے ایسا پراسرار طریقہ اپنایا گیا ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

"اس لحاظ سے تو یہ کاروباری رقابت کا کیس بن گیا ہے۔ دہشت گردی کا تو نہ رہا"...... چوہان نے کہا۔

"دہشت گردی تو بہرحال ہے۔ اس لئے کہ ایک تو اس واردات میں بم استعمال ہوا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس طرح دھماکے سے بہرحال پبلک پر دہشت گردی کا ہی تاثر پڑتا ہے اور تیسری بات یہ کہ ان لوگوں نے بہرحال وہ بم کہیں سے حاصل کیا ہو گا یہ بم یقیناً وائرلیس کنٹرولڈ تھا کیونکہ ٹائم بم ہوتا تو پھر اسے بک کرنے والا یا لوڈ کرنے والا اس کے اندر سے نکلنے والی گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز یقیناً سن لیتا اور وائرلیس کنٹرول بم ایک تو مقامی طور پر نہیں بنایا جا سکتا اور دوسرا وہ عام جرائم پیشہ افراد سے حاصل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا

بم یقیناً کسی حکومت کی ہی ملکیت ہو سکتا ہے"....... صدیقی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ واقعی ۔ گڈ شو صدیقی تمہارا ذہن تو بڑا تیز چل رہا ہے"۔ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جس طرح کسی ٹیم کے کپتان پر دوہری ذمہ داری ہوتی ہے ۔ اس طرح چیف بن جانے کے بعد چیف پر بھی دوہری ذمہ داری آپڑتی ہے"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور چوہان بھی اثبات میں سرہلاتے ہوئے بے اختیار ہنس پڑا۔

"اس منیجر اسلم کو ہر صورت میں اغوا کرنا ہوگا اور یہاں اس عمارت کے اندر سے ایسا ہونا ناممکن ہے ۔اس لئے اسے کسی بہانے باہر بلانا ہوگا۔کار کسی پبلک بوتھ کی طرف لے چلو"....... صدیقی نے کہا اور چوہان نے کار آگے بڑھا دی اور پھر کچھ دور آنے کے بعد انہیں ایک پبلک فون بوتھ نظر آیا۔چوہان نے اس کے قریب جا کر کار روکی تو صدیقی نیچے اترا اور فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔ کیونکہ انکوائری کا نمبر فری تھا اس کے لئے سکے ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔

"انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی ۔

"راحت کلب ذیشان کا نمبر دیں"....... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے ایک نمبر بتا دیا گیا۔صدیقی نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھا اور پھر جیب سے سکے نکال کر اس نے ڈالے اور آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر

ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

"راحت کلب"....... ایک نسوانی آواز سنائی دی ۔

"منیجر اسلم خان سے بات کرائیں ۔ میں چیف کمشنر بول رہا ہوں"....... صدیقی نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی ۔

"اسلم خان بول رہا ہوں"..... بولنے والے کے لہجے میں بھی تحکم تھا ۔

"مسٹر اسلم خان میں چیف پولیس کمشنر سپیشل کرائمز بول رہا ہوں ۔احسن خان"....... صدیقی نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا۔

"چیف پولیس کمشنر سپیشل کرائمز۔اوہ پہلی بار یہ عہدہ سنا ہے ۔ بہرحال فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں"....... اسلم خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"سپیشل کرائمز کا مطلب سپیشل ہی ہوتا ہے ۔ بہرحال میرے دو عزیز آئے ہیں باہر سے ۔وہ کلب کے عادی ہیں ۔اس لئے انہیں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں ۔آپ پلیزان کے لئے خصوصی اجازت نامے ایشو کر دیں ۔وہ کچھ دیر پینے پلانے کے بعد واپس چلے جائیں گے"....... صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب موسٹ ویل کم ۔آپ انہیں بھیج دیں ۔ وہ گیٹ پر آپ کا نام بتا دیں ۔احسن خان بتایا ہے ناں آپ نے نام تو

انہیں کلب میں آنے کی اجازت مل جائے گی ۔ لیکن آپ سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی ۔ آپ بھی آجائیں ساتھ اس طرح ملاقات ہو جائے گی "...... دوسری طرف سے اسلم خان نے کہا۔

" میں دارالحکومت سے نہیں بلکہ ایک دور دراز علاقے سے بول رہا ہوں ۔ ایک کام کے سلسلے میں جب میں نے کوٹھی فون کیا تو میرے عزیزوں نے بوریت کی شکایت کی تو میں نے انہیں آپ کے کلب کا بتا دیا اور ساتھ کہہ دیا کہ میں فون کر دوں گا ۔ وہ دونوں ملٹری میں اعلیٰ آفیسر ہیں ۔ بہرحال وعدہ رہا جب بھی دارالحکومت واپس پہنچا تو سب سے پہلے آپ سے ملاقات ہو گی "...... صدیقی نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

" اوہ اچھا جناب شکریہ ۔ میں منتظر رہوں گا "...... دوسری طرف سے کہا گیا اور صدیقی نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

" اندر جانے کا راستہ تو نکل آیا ۔ اندر جا کر جیسا بھی موقع ہو گا ویسے ہی کام کر لیں گے "...... صدیقی نے فون بوتھ سے باہر نکلتے ہوئے کہا اور چوہان نے جو فون بوتھ کے کھلے دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا ۔ اثبات میں سر ہلا دیا ۔ پھر تقریباً دس منٹ تک وہیں انتظار کرنے کے بعد وہ دونوں کار میں بیٹھے اور انہوں نے کار راحت کلب کی طرف موڑ دی ۔

" جی صاحب "...... کار گیٹ کے سامنے رکتے ہی ایک مسلح دربان

نے تیزی سے قریب آکر سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ہم احسن خان کے عزیز ہیں "...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ یس سر ۔ یس سر ۔ تشریف لے جائیے سر "...... دربان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو چوہان نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا کار آگے بڑھا دی ۔ پھر ایک سائیڈ پر موجود رنگ برنگی کاروں کے ساتھ اس نے کار روکی اور وہ دونوں نیچے اتر آئے ۔ ان کے جسموں پر تھری پیس سوٹ موجود تھے ۔ عمارت خاصی بڑی اور کشادہ تھی اور وہاں خاصی گہما گہمی تھی ۔ عورتیں بھی نظر آرہی تھیں ۔ ڈائننگ ہال بھی تھا ۔ گیم روم بھی اور بار بھی ۔ دوسری منزل میں شاید کمرے تھے تاکہ آنے والوں کو ان کی مرضی کی سہولیات مہیا کی جا سکیں ۔

" مینجر صاحب کا کمرہ کس طرف ہے "...... صدیقی نے ایک خوبصورت سی ویٹرس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" ادھر دائیں طرف راہداری کے آخر میں جناب "...... ویٹرس نے جواب دیا اور صدیقی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ دونوں اس راہداری کی طرف بڑھ گئے ۔ راہداری کے اختتام پر ایک بند دروازے کے باہر ایک مسلح آدمی کھڑا ہوا تھا ۔ صدیقی اور چوہان کے قریب آنے پر اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا ۔ کیونکہ ظاہر ہے یہاں کسی غلط آدمی کے آنے کا تو کوئی تصور نہ تھا اور یہ مسلح چپڑاسی بھی اسلم خان نے شاید اپنے رعب داب کے لئے کھڑا کیا ہوا تھا ۔ دوسری طرف ایک بڑا

سا کمرہ تھا جس میں صوفے رکھے ہوئے تھے ایک سائیڈ پر ایک کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کے سامنے ایک سرخ رنگ کا فون رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک دروازہ تھا جس پر مینجر کا نام لکھا ہوا تھا کمرہ خالی تھا۔

" جی فرمائیے"....... اس لڑکی نے چونک کر صدیقی اور چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسلم خان اندر ہے"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں ۔ کیا آپ نے ملنا ہے"....... لڑکی نے جواب دیا۔

" کیوں کیا ملنے میں کوئی رکاوٹ ہے"....... صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ۔ آپ اپنا نام بتائیے ۔ اگر صاحب ملنا پسند کریں گے تو آپ کو بلوالیں گے"....... لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا وہ اندر اکیلا ہے"....... صدیقی نے پوچھا۔

"جی ہاں ۔ مگر وہ مصروف ہیں"....... لڑکی نے جواب دیا۔

" اوکے ۔ پھر ہم اس کی مصروفیت میں تھوڑا سا مزید اضافہ کر دیتے ہیں"....... صدیقی نے کہا اور دروازے کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

"آپ ۔ آپ"....... لڑکی نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے احتجاجاً کہنا شروع کر دیا۔

" خاموش بیٹھی رہو"....... چوہان نے غراتے ہوئے کہا تو لڑکی

یکلخت سہم کر خاموش ہو گئی اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے ۔ یہ کمرہ واقعی دفتر کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ لیکن فرنیچر انتہائی قیمتی اور شاندار تھا۔ ایک بڑی سی دفتری میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا فون سننے میں مصروف تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی کپڑے کا تھری پیس سوٹ تھا۔ لیکن چہرے مہرے سے وہ زیر زمین دنیا کا آدمی نظر آتا تھا۔

"آپ ۔ آپ بغیر اجازت"....... ادھیڑ عمر آدمی نے فون پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" سر میں نے انہیں روکا تھا لیکن یہ زبردستی اندر آگئے ہیں"۔ اسی لمحے لڑکی کی دروازے سے آواز سنائی دی ۔

" ہم احسن خان کے عزیز ہیں ۔ آپ سے ملاقات کی خواہش تھی"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ اچھا اچھا"....... اسلم خان کے چہرے پر نرمی اور مسکراہٹ آگئی ۔ اس نے رسیور رکھ دیا اور لڑکی کو ہاتھ سے واپس جانے کا اشارہ کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

" بہرحال آپ سے مل کر خوشی ہوئی ۔ میرا نام اسلم خان ہے اور میں راحت کلب کا مینجر ہوں"....... اسلم خان نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

" میرا نام صدیقی ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں چوہان"....... صدیقی نے کہا تو اسلم خان نے چوہان سے بھی مصافحہ کیا اور پھر ان کے ساتھ

ہی سائیڈ کے صوفوں پر بیٹھ گیا۔

"کیا پینا پسند کریں گے آپ"....... اسلم خان نے کہا۔

"ڈیوٹی کے دوران ہم پینا پسند نہیں کرتے"....... صدیقی نے جواب دیا تو اسلم خان بے اختیار چونک پڑا۔

"ڈیوٹی ۔ کیا مطلب"....... اسلم خان کے چہرے پر حیرت تھی۔

"ہمارا تعلق فور سٹارز سے ہے ۔ سنا ہوا ہے نام اس کا"۔ صدیقی نے کہا۔

"فور سٹارز ۔ کیا کوئی کاروباری فرم ہے ۔ نہیں میں نے تو یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا"....... اسلم خان نے کہا۔

"چلو پہلے نہ سہی اب تو آپ نے سن لیا۔ آپ یہ بتائیں کہ جو ڈبہ آپ نے اپنے آدمی بلند خان کے ذریعے قیوم گڈز کے ٹرک پر بک کرایا تھا۔ اس ڈبے میں کس قسم کا بم تھا"....... صدیقی نے کہا تو اسلم خان بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا بکواس ہے کون ہو تم ۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ یہاں آؤ"....... اسلم خان نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے یکلخت ریوالور باہر نکال لیا۔

"ارے ارے اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اسلم خان"....... صدیقی نے انتہائی نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور ریوالور اسلم خان کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا

اسلم خان جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ صدیقی کا دوسرا بازو حرکت میں آیا اور کمرہ اسلم خان کے چہرے پر پڑنے والے الٹے ہاتھ کے زوردار تھپڑ اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ وہ تھپڑ کھا کر اچھل کر سائیڈ پر موجود ایک صوفے پر جا گرا تھا۔ چوہان بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر دفتر سے باہر نکل گیا تھا اور اسی لمحے باہر موجود لڑکی کی ہلکی سی چیخ بھی اندر سنائی دی ۔ اسلم خان صوفے پر گر کر گال پر ہاتھ رکھے اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت سرخی سی چھا گئی تھی اور چہرہ غصے اور ذلت کے ملے جلے تاثرات کی وجہ سے خاصا مسخ سا نظر آنے لگا تھا۔

"اب یاد آگیا ہوگا وہ ڈبہ"....... صدیقی نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے اسلم خان کسی بھوکے عقاب کی طرح صدیقی پر جھپٹ پڑا ۔ لیکن ظاہر ہے اس کے مقابلے میں کوئی عام آدمی نہ تھا سیکرٹ سروس کا تربیت یافتہ آدمی تھا ۔ اس لئے جیسے ہی اس نے اچھل کر صدیقی کے سینے پر سر کی زوردار ٹکر مارنے کی کوشش کی صدیقی بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹا اور بھینسے کی طرح اٹھ کر حملہ کرنے والا اسلم خان صدیقی کے یکلخت ایک طرف ہٹ جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور وہ سر کے بل سامنے موجود صوفے سے جا کر ٹکرایا ہی تھا کہ صدیقی کا ہاتھ بلند ہوا اور اس کی کھڑی ہتھیلی کی ضرب اسلم خان کی ریڑھ کی ہڈی پر پڑی ۔ کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اسلم خان کے حلق سے یکلخت انتہائی کربناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ پلٹ کر نیچے قالین پر گرا اور اس کے ہاتھ پیر سیدھے

ہوتے چلے گئے۔ وہ ساکت ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی نے جھک کر اسے گردن سے پکڑا اور اٹھا کر صوفے پر ڈالا اور پھر اس کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے دبا کر بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اسلم خان کے جسم میں حرکت کے ہلکے سے تاثرات نمودار ہوئے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹا لئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب اسلم خان صرف بول سکے گا۔ لیکن اس کا جسم حرکت نہ کر سکے گا اور ایسا اس نے اس لئے کیا تھا کیونکہ اسلم خان نے جس انداز میں اس پر حملہ کیا تھا اس سے صدیقی سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں خاصا ماہر ہے اس لئے اسے مزید بے بس کرنے میں وقت ضائع ہو سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد اسلم خان کراہتے ہوئے ہوش میں آیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے جسم نے صرف معمولی سی حرکت کی اور پھر ساکت ہو گیا۔

"اب تم صرف اس وقت حرکت کر سکو گے جب میں تمہاری ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ درست کر دوں گا ورنہ باقی ساری عمر تم اسی طرح معذور رہو گے۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر تمہیں ٹھیک نہ کر سکے گا۔ یہ ہماری ایک خاص تکنیک ہے اور اس کا علاج بھی ہم ہی جانتے ہیں اور اتنا تو تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ اگر تم اسی طرح بے حس و حرکت رہے تو تمہارا کیا حشر ہو گا۔ تمہاری باقی زندگی کس قدر عبرت ناک انداز میں گزرے گی۔ تمہارا یہ بے حس و حرکت جسم کسی فٹ پاتھ پر پڑا نظر آئے گا اور مکھیاں تمہارے جسم پر بھنبھنا رہی ہوں گی لیکن تم میں انہیں ہٹانے

کی بھی سکت نہ ہو گی اور اس سفاک اور ظالم دنیا میں ایسا کوئی ہمدرد تمہیں نہیں ملے گا۔ جو تمہاری اس حالت میں بھی خدمت کرے۔ البتہ اگر تم میرے چند سوالات کا درست جواب دے دو تو میں تمہیں ابھی ٹھیک کر دوں گا"...... صدیقی نے اسلم خان سے مخاطب ہو کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پلیز پلیز۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے ٹھیک کر دو۔ یا پھر مجھے مار دو۔ اس طرح تو میں نہ جی سکوں گا نہ مر سکوں گا"...... اسلم خان نے انتہائی منت بھرے اور رو دینے والے لہجے میں کہا۔ اس کی ساری اکڑ فوں اپنی حالت کو محسوس کر کے ہی نکل گئی تھی۔

"کہہ تو رہا ہوں۔ یہ سب کچھ اب تمہارے اپنے اوپر منحصر ہے۔ درست ہو جاؤ یا اسی حالت میں رہو"...... صدیقی نے کہا۔

"تم جو پوچھو گے۔ خدا پاک کی قسم میں سچ بتاؤں گا۔ چاہے تم مجھے پھانسی پر ہی کیوں نہ لٹکوا دو۔ لیکن کم از کم میں اس حالت میں سسک سسک کر اور بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتا"...... اسلم خان نے کہا۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی کی شدت کی وجہ سے آنسو نکل پڑے تھے۔

"وہ ڈبہ جو تم نے بلند خان کے ہاتھ قیوم گڈز کے ٹرک پر اڈہ منیجر صاحب خان کے ذریعے بک کرایا تھا اس میں کیا تھا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"اس میں وائرلیس کنٹرول بم تھا اور ہم نے اس بم کے ذریعے وہ

ٹرک اڑا دیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے قیوم والوں کے پانچ اور ٹرک بھی اسی طرح اڑائے تھے"...... اسلم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہ کمپنی ہماری کمپنی سے آگے جا رہی تھی اس لئے اس کمپنی کو تباہ کرنے کے لئے ہم نے یہ ساری کارروائی کی تھی"...... اسلم خان نے جواب دیا۔

"یہ پلاننگ کس کی تھی"...... صدیقی نے پوچھا۔

"میری۔ ملک میں بموں کے دھماکے ہو رہے تھے۔ اس لئے میں نے اس آڑ میں یہ کام کر دیا تاکہ کسی کو ہم پر شبہ نہ ہو سکے"...... اسلم خان نے جواب دیا۔

"تمہارا مالک سردار بہادر خان بھی اس پلاننگ میں شریک تھا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"اس نے صرف حکم دیا تھا کہ قیوم والوں کا کاروبار تباہ ہو جانا چاہئے اور بس۔ باقی کام میں نے کیا تھا"...... اسلم خان نے جواب دیا۔

"بم تم نے کہاں سے حاصل کئے تھے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"سریندر سنگھ نامی ایک کافرستانی سمگلر ہے۔ اس سے"...... اسلم خان نے کہا۔

"کہاں ہے وہ۔ اس کا مکمل پتہ"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہ سمگلر ہے۔ آتا جاتا رہتا ہے۔ اسلحے کا ہی سمگلر ہے۔ سنا ہے اس

کے سرحدی حکام سے گہرے تعلقات ہیں۔ سرحدی شہر قاسم پور میں ایک اڈے پر وہ آتا جاتا ہے۔ یہ اڈہ جانی کے اڈے کے نام سے مشہور ہے۔ جانی اس علاقے کا بڑا بدمعاش ہے۔ وہ سریندر سنگھ اور اس جیسے دوسرے سمگلروں کو تحفظ بھی دیتا ہے۔ ان کے مال کا سودا بھی کراتا ہے اور اپنا حصہ لیتا ہے۔ اس جانی کے ذریعے سریندر سنگھ سے ملاقات ہوئی اور اس سے میں نے وائرلیس کنٹرول بم اور انہیں استعمال کرنے کے لئے میں نے اپنے آدمی کافرستان بھیجے"...... اسلم خان واقعی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔

"سریندر سنگھ کا پاکیشیائی نام کیا ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"لعل خان"...... اسلم خان نے جواب دیا۔

"جانی کا اڈہ کہاں ہے اس کی تفصیل"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہ مشہور اڈہ ہے۔ ایک بڑی حویلی ہے۔ وہاں کا بچہ بچہ اسے جانتا ہے"...... اسلم خان نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر میز پر پڑے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے فون سیٹ کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو پریس کر کے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) از راہ کرم بزبان خود بول رہے ہیں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب میں صدیقی بول رہا ہوں چیف آف فور سٹارز"۔

صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شیف مطلب ہے انچارج باورچی اور وہ بھی فور سٹارز صدیقی کا۔ واہ پھر تو آج ساگو دانے کی کھیر پکانے کی ترکیب پوچھنے کا موقع مل ہی گیا۔ وہ ہمارے باورچی صاحب ہیں آغا سلیمان پاشا صاحب۔ ویسے تو اپنے آپ کو آل ورلڈ باورچی ایسوسی ایشن کا صدر کہتے ہیں لیکن انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ساگو دانے کی کھیر پکاتے ہوئے پہلے ساگو دانہ دھویا جاتا ہے یا دودھ"....... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"دودھ تو دھویا نہیں جاتا عمران صاحب"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو دھویا نہیں جا سکتا تو ڈرائی کلین کرا لیں گے۔ اس طرح اس کے سکڑنے اور رنگ خراب ہونے کا اندیشہ بھی ختم ہو جائے گا لیکن"....... عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

"عمران صاحب پلیز۔ اس وقت وہ آپ کے قیوم گڈز والوں کا بڑا مجرم میرے سامنے بے بس ہوا پڑا ہے۔ یہ راحت کلب کا منیجر ہے اور راحت کلب سردار بہادر خان کا کلب ہے۔ وہاں کسی عام آدمی کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ اس مجرم نے سارے ٹرکوں میں بم استعمال کرنے کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ سب کچھ کاروباری رقابت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ کیونکہ سردار بہادر خان کی بھی گڈز کمپنی ہے جس کا نام آزاد پاکیشیا ہے۔ اب اس کا کیا کرنا ہے۔ پولیس کو بلانا فضول ہے کیونکہ سردار بہادر خان کا نام سنتے ہی آئی جی۔ ڈی آئی جی جیسے عہدوں کے

لوگ بھی سہم جاتے ہیں"....... صدیقی نے عمران کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"راحت کلب یہ کون سا کلب ہے اور کہاں ہے"....... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک پرائیویٹ کلب ہے۔ ذیشان کالونی کوٹھی نمبر ایک سو ایک اے بلاک۔ اسلم خان اس کا منیجر ہے۔ میں اس کے دفتر سے ہی بول رہا ہوں"....... صدیقی نے کہا۔

"تم میک اپ میں ہو یا اصل شکل میں ہو"....... عمران نے پوچھا

"میں اور چوہان یہاں موجود ہیں اور میک اپ میں ہیں"۔ صدیقی نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں تھانہ بی ڈویژن کے انچارج ڈی ایس پی یاور کو بھجواتا ہوں وہاں۔ باقی کام وہ خود ہی سنبھال لے گا۔ تم اپنا نام اسے صدیقی ہی بتانا۔ میں اسے سمجھا دوں گا۔ وہ تم سے غیر ضروری سوال نہیں کرے گا سمجھدار آدمی ہے۔ اس کے پہنچنے کے بعد تم یہاں میرے فلیٹ پر آجانا"....... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے اسے منیجر کے دفتر میں بھجوا دیں اور جلدی۔ ورنہ کسی بھی وقت یہاں مداخلت ہو سکتی ہے"....... صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"مم۔ مم مجھے ٹھیک کر دو۔ خدا کے لئے مجھے ٹھیک کر دو"۔ اسلم خان نے اسی طرح روتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو۔ جیسے ہی ڈی۔ ایس۔ پی یاور یہاں آئے گا۔ میں تمہیں ٹھیک کر دوں گا"....... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دفتر سے باہر آ گیا یہاں لڑکی ایک صوفے پر سکڑی سہمی بیٹھی ہوئی تھی جب کہ چوہان ہاتھ میں ریوالور اٹھائے اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ صدیقی نے اسے مختصر طور پر بتایا تو چوہان کی آنکھیں فور سٹارز کا کیس مکمل ہونے پر بے اختیار چمک اٹھی تھیں۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک نوجوان پولیس آفیسر اندر داخل ہوا۔ اس کے کاندھے پر ڈی۔ ایس۔ پی کے سٹارز موجود تھے اس کے پیچھے دو مسلح سپاہی بھی تھے۔

"آپ کا نام"....... صدیقی نے پوچھا۔

"میرا نام یاور ہے۔ میں تھانہ بی ڈویژن کا انچارج ہوں۔ عمران صاحب نے مجھے یہاں بھیجا ہے"....... یاور نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آیئے میرے ساتھ آپ کا ملزم اندر موجود ہے"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور یاور کو ساتھ لے کر اندرونی دفتر میں پہنچ گیا۔ جہاں صوفے پر اب بھی اسلم خان بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"یہ اسلم خان ہے اس راحت کلب کا مینجر"....... صدیقی نے کہا۔

"مجھے عمران صاحب نے تمام تفصیل بتا دی ہے۔ لیکن یہ اس طرح بے حس و حرکت کیوں پڑا ہوا ہے۔ آنکھیں تو اس کی کھلی ہوئی ہیں۔ اس لئے بے ہوش تو نہیں ہو سکتا"....... یاور نے حیران ہو کر کہا۔

"اسے میں نے بے بس کر دیا ہے۔ اس لئے اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ میں اسے ابھی ٹھیک بھی کر دیتا ہوں۔ لیکن یہ دیکھ لیجئے کہ اگر تھانے جا کر یہ مکر گیا اور سردار بہادر خان بھی اثر و رسوخ والا آدمی ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں میرا نام یاور ہے۔ فرض کے سامنے میں نے کبھی صدر مملکت کی پرواہ نہیں کی۔ سردار بہادر خان کی کیا حیثیت ہے اور جہاں تک اس کے مکرنے کا تعلق ہے۔ اس کی بھی فکر نہ کریں میرے تھانے پہنچتے ہی یہ سچ بولے گا"....... یاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے"....... صدیقی نے کہا اور اس نے بے بس پڑے ہوئے اسلم خان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھایا اور پشت کے بل لٹا دیا۔ دوسرے لمحے اس نے مخصوص انداز میں کھڑی ہتھیلی کا زوردار وار اس کی ریڑھ کی ہڈی پر کیا تو ایک بار پھر کٹاک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اسلم خان کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"لیجئے یہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ ابھی چند لمحوں میں اس کا جسم درست طور پر حرکت کرنے لگے گا۔ اسے آپ ہتھکڑی لگا لیں"....... صدیقی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور یاور نے جلدی سے اسلم خان کے دونوں بازو عقب میں کر کے کلپ ہتھکڑی لگا دی اور چند لمحوں بعد واقعی اسلم خان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے اور تھوڑی دیر بعد وہ واقعی کراہتا ہوا اٹھ کر نہ صرف بیٹھ گیا بلکہ صدیقی نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تو چند لمحوں تک لڑکھڑانے کے بعد وہ سنبھل گیا۔

"دیکھو میں نے وعدہ پورا کر دیا ہے اسلم خان اب تم جانو اور ڈی ۔ ایس ۔پی یاور"....... صدیقی نے اسلم خان سے کہا۔

"آپ کی مہربانی جناب"....... اسلم خان نے جواب دیا۔

"اوکے ۔ یاور صاحب اب ہمیں اجازت"....... صدیقی نے کہا اور یاور نے اثبات میں سرہلا دیا اور پھر وہ اسلم خان کو بازو سے پکڑ کر چلاتا ہوا باہر آگیا۔

"آؤ"....... صدیقی نے چوہان سے کہا اور وہ دونوں بھی تیز تیز قدم اٹھاتے اس کمرے کے دروازے سے باہر آگئے ۔ باہر ہر شخص اپنی اپنی مستی میں مست تھا۔ کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ اندر کیا ہو گیا ہے ۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے سیدھے کار کی طرف بڑھے اور چند لمحوں بعد ان کی کار راحت کلب کے گیٹ سے باہر نکلی اور صدیقی نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اسے دائیں طرف موڑ دیا۔

"اب کہاں جانا ہے"....... چوہان نے پوچھا۔

"عمران صاحب نے اپنے فلیٹ پر بلایا ہے"....... صدیقی نے جواب دیا اور چوہان نے اثبات میں سرہلا دیا۔

دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان دیہاتی انداز کی بنی ہوئی ایک کافی بڑی حویلی کی طرف جانے والی کچی سڑک پر ایک جیپ مٹی کے بگولے اڑاتی تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی ۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ سائیڈ سیٹ پر ساجن تھا۔

"یہ اچھا ہوا کہ لعل خان اڈے پر موجود ہے باس"....... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ساجن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں"....... ساجن نے مختصر سا جواب دیا ۔ تھوڑی دیر بعد جیپ حویلی کے بغیر گیٹ کے کھلے دروازے نما خلا سے اندر داخل ہو گئی ۔ حویلی کی دونوں سائیڈوں پر کمرے تھے ۔ جن کے سامنے کھلا برآمدہ تھا۔ جب کہ تیسری سائیڈ پر بڑے بڑے گیراج بنے ہوئے تھے ۔ جب کہ دروازے کے ساتھ والی دیوار کے ساتھ جانور بندھے ہوئے تھے ۔

حویلی کے وسیع و عریض صحن میں بڑی بڑی چار پائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جن پر دیہاتی لوگ موجود تھے۔ ان میں چند بیٹھے ہوئے تھے جب کہ کافی لوگ لیٹے ہوئے تھے۔ حقے کے دور چل رہے تھے۔ خالص دیہاتی انداز کا ماحول تھا۔ جیپ کو دیکھ کر وہ سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے جیپ کو ایک سائیڈ پر روک کر ساجن اور وہ نوجوان نیچے اترے تو ایک طرف بنے ہوئے برآمدے میں سے ایک لحیم شحیم اور پہلوان نما دیہاتی آدمی باہر نکلا۔ اس کا لباس تو دیہاتی ہی تھا لیکن کپڑے اور جوتا خاصا قیمتی تھا۔

"اوہ میرا یار ساجن آیا۔ جی آیاں نوں "...... اس پہلوان نما آدمی نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر ساجن سے لپٹ گیا۔

"یار جانی تو تو روز بروز سانڈ کی طرح پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ کہیں رستم زماں بننے کا تو ارادہ نہیں ہے "...... ساجن نے ہنستے ہوئے کہا اور پہلوان نما آدمی جو جانی تھا بے اختیار ہنس کر علیحدہ ہو گیا۔

"اب بھی تیرا یار کسی سے کم نہیں ہے۔ آؤ "...... جانی نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ ساجن کا ہاتھ پکڑے اسی طرف کو چل پڑا جدھر سے وہ نمودار ہوا تھا۔

"آؤ لطیف "...... ساجن نے اپنے ساتھ آنے والے نوجوان سے کہا جو ہاتھ میں ایک بریف کیس پکڑے کھڑا تھا اور وہ نوجوان بھی سر ہلاتا ہوا ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔ وہ تینوں ایک بڑے کمرے میں پہنچ

گئے۔ جہاں فرش پر ایک دری بچھی ہوئی تھی اور بڑے بڑے تکیئے وہاں پڑے ہوئے تھے۔ وہاں ایک لمبے قد اور ٹھوس جسم کا آدمی اپنے سامنے شراب کی بوتل رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر بھی دیہاتی لباس ہی تھا۔ لیکن اس نے سر پر بڑی سی پگڑی بھی باندھی ہوئی تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ لعل خان بڑے عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے تم سے "۔ ساجن نے اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا

"ہاں ساجن ۔ واقعی کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے ایک ماہ تو ہو ہی گیا ہو گا"...... اس نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ساجن نے اس نوجوان سے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

"یہ میرا ساتھی ہے لطیف پہلے ملاقات تو ہے تم دونوں کی"۔ ساجن نے اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں "...... لعل خان نے کہا اور اس نے لطیف سے بھی اسی طرح بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا اور پھر وہ سب دری پر بیٹھ گئے۔ جانی نے ایک الماری سے شراب کی بوتلیں نکالیں اور انہیں کھول کر اس نے ایک ایک بوتل ساجن اور لطیف کے سامنے رکھی اور ایک خود لے کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک تو ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

"ہاں تو لعل خان اس بار میں نے سوچا کہ اپنے یار کو لمبا ہی مال دیا جائے"...... اچانک ساجن نے مسکراتے ہوئے لعل خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یار بھی پیچھے نہ ہٹے گا ساجن۔ حکم تو کرو"...... لعل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سات گولے چاہئیں۔ اکٹھے سات اور خصوصی طاقت کے"...... ساجن نے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر لعل خان کی طرف بڑھا دیا۔

"اکٹھے سات۔ کیا پورے دارالحکومت کو ہی اڑانے کا ارادہ ہے"...... لعل خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور کاغذ ساجن کے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر اس نے کاغذ کھول کر اسے غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھیں ہلکی سی سکڑ گئی تھیں اور پیشانی پر بھی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

"یہ تو سپیشل کوالٹی ہے ساجن"...... لعل خان نے اس بار ہونٹ چباتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں اسی لئے تو یہاں آیا ہوں۔ ورنہ اب عام چیزیں تو اور بہت سی جگہوں سے مل جاتی ہیں"...... ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ساجن یہ تو صرف فوج کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے تو لمبا ہی مال خرچ کرنا پڑے گا"...... لعل خان نے کہا۔

"اب یار سے بھی دکانداری کرے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ہاتھ کتنے لمبے ہیں"...... ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا تو لعل خان بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں دکانداری نہیں کر رہا اور تم جیسے آدمی سے کر بھی کیسے سکتا

ہوں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جس قسم کے وائرلیس کنٹرول بم اور جس طاقت کے تم نے طلب کیے ہیں۔ یہ صرف فوج کے لئے ہی مخصوص ہیں اور ان کی انتہائی سخت نگہداشت بھی کی جاتی ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کیا اس قدر طاقتور بم اور وہ بھی اکٹھے سات۔ کیا پورے پاکیشیا کو تباہ کرنے کا ارادہ ہے"...... لعل خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ان باتوں کو چھوڑو لعل خان۔ صرف اپنے مطلب کی حد تک بات کیا کرو۔ یہ انتہائی حساس معاملات ہوتے ہیں"...... ساجن نے اس بار قدرے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ سوری واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی۔ بہرحال کب چاہئے تمہیں یہ مال"...... لعل خان نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تم کب تک دے سکتے ہو"...... ساجن نے جواب دیا۔

"جب تم کہو"...... لعل خان نے کہا۔

"مجھے تو ابھی دے دو"...... ساجن نے کہا تو لعل خان ہنس پڑا۔

"اب تم نے میری طرح احمقانہ بات کر دی ہے ساجن۔ یہ مال ایک ہفتے بعد مل سکتا ہے اس سے پہلے نہیں اور یہ بھی بتا دوں کہ ایک دانہ پچاس لاکھ روپے کا ہو گا۔ اس سے ایک پیسہ بھی کم نہیں ہو گا"...... لعل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کسی اور سے بات کی جائے"...... ساجن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے خواہ مخواہ الجھ گئے ہو تم دونوں۔ ساجن تم بتاؤ کتنا

"دے سکتے ہو"...... اب تک خاموش بیٹھے ہوئے جانی نے فوراً ہی بات
کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
" دس لاکھ فی دانہ اور بس ۔ اس سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں
ہوگا"...... ساجن نے کسی ماہر دکاندار کی طرح بھاؤ تاؤ کرتے ہوئے
کہا۔
"اتنا فرق تو نہیں ہو سکتا ساجن ۔ یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔ لعل
خان تم آخری بات کرو جو رعایت تم کر سکتے ہو وہ بتاؤ سودا ہونا
چاہئے"...... جانی نے کہا۔
"چالیس لاکھ آخری قیمت"...... لعل خان نے جواب دیا۔
" چلو میری خاطر تیس لاکھ کر دو ۔ چلو مان جاؤ اور تم بھی
ساجن"...... جانی نے دونوں کو مناتے ہوئے کہا۔
"ہیں تو بہت زیادہ بہرحال جانی کی وجہ سے ٹھیک ہیں"۔ ساجن
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"او کے پھر نکالو پیشگی"...... لعل خان نے کہا تو ساجن نے لطیف
کو اشارہ کیا تو لطیف نے ہاتھ میں پکڑا ہوا بریف کیس لعل خان کی
طرف بڑھا دیا۔
"اس میں ایک کروڑ روپے ہیں"...... ساجن نے کہا۔
" ٹھیک ہے ۔ جانی اسے رکھ لو"...... لعل خان نے کہا اور جانی
نے بریف کیس پکڑا ۔ اسے کھولا ۔ اس میں واقعی بڑی مالیت کے
نوٹوں کی گڈیاں تہہ در تہہ رکھی ہوئی تھیں ۔ اس نے سرہلاتے ہوئے

بریف کیس بند کیا اور پھر اسے اٹھائے وہ کھڑا ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا
بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
"آج واپس جاؤ گے"...... ساجن نے کہا۔
"ہاں رات کو نکل جاؤں گا ۔ فکر نہ کرو ہفتے بعد مال مل جائے گا ۔
لعل خان جو بات کرتا ہے سوچ سمجھ کر ہی کرتا ہے"...... لعل خان
نے جواب دیا اور ساجن نے اثبات میں سرہلا دیا ۔ تھوڑی دیر بعد جانی
اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے دو ملازموں نے ٹرے جن پر کپڑے
پڑے ہوئے تھے اٹھائے ہوئے تھے ۔
"آؤ کھانا تیار ہو گیا ہے کھا لیں"...... جانی نے کہا۔
" تم بھی پورے دکاندار ہو جانی ۔ جب تک نوٹ اندر نہیں گئے ۔
کھانا بھی باہر نہیں آیا"...... ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرہ
قہقہوں سے گونج اٹھا ۔ پھر وہ سب کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے ۔
کھانے کے بعد ایک بار پھر شراب کا دور چلنے لگا ۔ اسی لمحے کمرے کا
دروازہ کھلا اور ایک دیہاتی اندر داخل ہوا ۔
" کیا بات ہے رمضو"...... جانی نے چونک کر پوچھا۔
" جناب ایک جیپ حویلی کی طرف آ رہی ہے ۔ اس میں چار افراد
موجود ہیں ۔ جو چاروں ہی اجنبی ہیں ۔ جیپ پر دارالحکومت کا نمبر ہے ۔
ہم نے خصوصی مشین پر چیکنگ کی ہے"...... رمضو نے جواب دیا۔
" دارالحکومت کا نمبر اجنبی لوگ کتنے فاصلے پر ہیں"...... جانی نے
ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ابھی کافی دور ہیں۔یہاں تک پہنچتے پہنچتے ایک گھنٹہ لگ جائے گا انہیں"....... رمضو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے"....... ساجن کے ساتھ ساتھ لطیف نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم متبادل راستے سے چلے جاؤ۔اس صورت میں تمہارا اور ان کا ٹکراؤ نہ ہوگا۔ہو سکتا ہے رینجرز کے کوئی نئے افسر ہوں۔ایسے لوگ اکثر آتے ہی رہتے ہیں"....... جانی نے کہا۔

"میں بھی چلتا ہوں جانی۔میں رات تک روڈو کے ڈیرے پر پہنچ جاؤں گا۔رقم مجھے دو"....... لعل خان نے بھی اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ بھی ساجن اور لطیف کے ساتھ ہی کمرے سے باہر آگیا۔جانی ہونٹ چباتا ہوا ان کے پیچھے کمرے سے باہر آگیا۔پھر ساجن اور لطیف اپنی جیپ میں بیٹھ کر حویلی سے باہر نکل گئے جب کہ جانی نے اپنے ملازموں کو کمرے سے برتن اٹھانے کے لئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف چلا گیا۔جب کہ اس دوران لعل خان نے ایک گیراج کھول کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کی جیپ باہر نکالی اور پھر گیراج بند کر دیا۔اسی لمحے جانی واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں بریف کیس موجود تھا۔

"میں نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔باقی اسی میں ہیں"....... جانی نے بریف کیس لعل خان کو دیتے ہوئے کہا اور لعل خان نے سر ہلاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کو اٹھایا اور نیچے موجود خانے میں بریف کیس رکھ کر اس نے سیٹ سیدھی کی اور پھر اس پر اچھل کر بیٹھ گیا۔چند

لمحوں بعد جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور دوڑتی ہوئی حویلی سے باہر نکل گئی۔

"سنو اجنبی افراد آرہے ہیں۔اس لئے تمام چیزیں خفیہ سٹوروں میں پہنچا دو۔یہاں کچھ نہیں ہونا چاہیئے"....... جیپ کے باہر جاتے ہی جانی نے تیز لہجے میں چار پائیوں پر بیٹھے ہوئے افراد سے کہا اور وہ سب تیزی سے اٹھے اور ادھر ادھر کمروں کی طرف دوڑ پڑے۔

جیپ تیزی سے جانی کی حویلی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا۔ جب کہ سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹوں پر چوہان نعمانی اور خاور موجود تھے۔ سوائے عمران کے باقی چاروں میک اپ میں تھے۔

"یہ ضروری تو نہیں عمران صاحب کہ وہ سمگلر سریندر سنگھ ہر وقت حویلی میں موجود ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے پہلے ہم کافرستان جائیں۔ وہاں سریندر سنگھ کو تلاش کریں پھر اسے جانی کی حویلی بھیجیں اس کے بعد اسکے پیچھے پیچھے حویلی میں آئیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس دیا۔

"میرا یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ ہم پہلے جا کر وہاں نگرانی کرتے اور جب وہ سمگلر وہاں موجود ہوتا اس وقت وہاں ریڈ

کرتے"...... صدیقی نے کہا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حویلی یقیناً دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان ہو گی اور جو آدمی بھی ادھر جائے گا وہ کئی میلوں سے شناخت ہو جائے گا۔ دیہاتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے نگرانی والا تو تصور ہی غلط ہے۔ باقی رہی ریڈ والی بات تو تمہارا خیال ہے کہ وہ سمگلر صاحب اپنی جیب میں بم ڈالے وہاں آتے ہوں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ سمگلر تو بہرحال ہے۔ اسے پکڑا تو جا سکتا ہے۔ پھر اس سے سب کچھ اگلوایا جا سکتا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں لیکن عدالت میں اس کے خلاف کیا ثابت کرو گے۔ ظاہر ہے نہ کوئی مال برآمد ہو گا اس سے اور ایسے لوگ رقم خرچ کر کے یہاں کے مستقل شہری ہونے کے اصل کاغذات بھی تیار کرا لیتے ہیں۔ اس طرح تم اسے سمگلر بھی ثابت نہ کر سکو گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔ لیکن پھر ہم وہاں کیا کرنے جا رہے ہیں"...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اصل غذا کا ذائقہ چکھنے"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے کہا اور صدیقی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"میں وہاں ریڈ کرنے نہیں جا رہا۔ سمجھے۔ ہم وہاں گاہک بن کر جائیں گے"...... عمران نے کہا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

"گاہک بن کر لیکن کیا وہ اجنبی افراد پر اعتماد کر لیں گے"۔ صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے ٹپ کا بندوبست کر لیا ہے۔ تم فکر مت کرو"۔ عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد انہیں دور سے حویلی نظر آنے لگ گئی۔

"واقعی اس کے گرد تو دور دور تک کھیت پھیلے ہوئے ہیں یہاں تو خفیہ نگرانی ہو ہی نہیں سکتی"....... صدیقی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی جیپ حویلی میں داخل ہو گئی۔ حویلی کا ماحول خالص دیہاتی تھا۔ چار پائیوں پر افراد موجود تھے۔ حقے پیئے جا رہے تھے۔ صدیقی نے ایک سائیڈ پر جیپ روکی اور پھر عمران سمیت وہ سب نیچے اتر آئے۔ ایک دیہاتی تیزی سے ان کی طرف لپکا۔

"آپ کون ہیں"....... اس دیہاتی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مہمان"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دیہاتی چونک پڑا اس کے چہرے پر یکلخت نرمی کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ فرمایئے۔ مہمانوں کے لئے تو یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے"....... دیہاتی نے کہا اور انہیں لے کر ایک برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔

"جانی تمہارا نام ہے"..... عمران نے اس سے پوچھا۔

"جانی۔ اوہ نہیں جناب میں تو اس کا ملازم ہوں وہ زنان خانے

میں ہیں۔ میں انہیں اطلاع دیتا ہوں مہمانوں کی۔ آپ کہاں سے آئے ہیں"....... دیہاتی نے کہا۔

"دارالحکومت سے"....... عمران نے کہا اور دیہاتی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک کمرے میں پہنچ گئے جہاں فرش پر دری بچھی ہوئی تھی اور گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔

"بیٹھیں جناب میں جانی کو اطلاع دیتا ہوں"....... اس دیہاتی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ عمران اور اس کے ساتھ دری پر بیٹھ گئے۔

"یہاں کچھ دیر پہلے شراب نوشی کی جاتی رہی ہے اور شراب بھی غیر ملکی تھی"....... خاور نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ضرور ہوتی رہی ہو گی۔ تمہیں تو علم ہے کہ کون لوگ یہاں آتے رہتے ہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور باقی افراد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک پہلوان نما آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر لباس تو دیہاتی ہی تھا لیکن کپڑا خاصا قیمتی اور نیا تھا عمران اور اس کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"السلام علیکم۔ جناب میرا نام جانی ہے اور یہ ڈیرہ میرا ہے۔ مجھے میرے ملازم نے بتایا ہے کہ آپ مہمان ہیں اور دارالحکومت سے آئے ہیں۔ مجھے آپ کی آمد پر بے حد خوشی ہوئی ہے"....... جانی نے بڑے خوشدلانہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں"....... عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے صدیقی اور دوسرے ساتھیوں کا ان کے اصل

نامول کے ساتھ تعارف کرا دیا۔ جانی نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں
عمران سمیت سب سے مصافحہ کیا اور پھر وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔
چند لمحوں بعد دو ملازم اندر آئے ان کے ہاتھوں میں ٹرے تھے۔ جن میں
گرم دودھ سے بھرے ہوئے بڑے دیہاتی گلاس تھے۔ انہوں نے ایک
ایک گلاس عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے رکھ دیا اور باہر چلے
گئے۔

"میں نے تو سنا ہے کہ اب دیہات میں بھی چائے پینے کا رواج ہو
گیا ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے درست سنا ہے جناب لیکن جانی کے ڈیرے پر دودھ ملتا
ہے۔ مجھے چائے ذاتی طور پر پسند نہیں ہے۔ ویسے آپ حکم دیں تو چائے
تیار کراؤں کیونکہ مہمانوں کے لئے تو ہماری جان بھی حاضر ہے"۔ جانی
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں شکریہ"....... عمران نے کہا اور دودھ کا گلاس اٹھا کر منہ
سے لگا لیا۔ نیم گرم خالص دودھ واقعی بے حد خوش ذائقہ تھا۔

"آپ کھانے میں کیا پسند کریں گے"....... جانی نے کہا۔

"تم نے ہمارے متعلق تو تفصیلات پوچھی ہی نہیں کہ ہم کون
ہیں یہاں کیسے آئے وغیرہ وغیرہ"....... عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"جب ایک لفظ مہمان سامنے آ جائے تو پھر یہاں ہمارے دیہات
میں مزید کچھ نہیں پوچھا جاتا۔ آپ جب تک چاہیں یہاں رہیں۔ یہ ڈیرہ

آپ کا ہے"....... جانی نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن ہم مہمان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص کام کے سلسلے
میں بھی آئے ہیں"....... عمران نے کہا تو جانی بے اختیار چونک پڑا۔

"خاص کام۔ کس سے کام ہے یہاں"....... جانی نے حیران ہو کر
کہا۔

"تم سے"....... عمران نے کہا تو جانی اور زیادہ چونک پڑا۔

"مجھ سے۔ لیکن آپ سے تو میری پہلی ملاقات ہے۔ پھر مجھ سے کیسے
آپ کو کوئی کام پڑ سکتا ہے"....... جانی نے کہا۔

"سردار بہادر خان کے منیجر اسلم خان کو تو جانتے ہی ہو"۔ عمران
نے کہا تو جانی بے اختیار اچھل پڑا۔

"اسلم خان اوہ۔ اوہ۔ ہاں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ میرا بڑا گہرا
دوست ہے"....... جانی نے جواب دیا۔

"یہ دیکھو یہ اس نے نشانی دی ہے تمہارے لئے"....... عمران نے
جیب سے ایک پیتل کی بنی ہوئی انگوٹھی نکال کر جانی کی طرف بڑھا
دی۔ پرانی سی انگوٹھی تھی جس پر نگ کی جگہ سپاٹ تھی اور اس پر ایک
عقاب بنا ہوا تھا۔ یہ ایسی انگوٹھی تھی جو عام دیہاتی میلوں میں
فروخت کی جاتی تھی۔ کیونکہ دیہاتی لوگ ایسی انگوٹھیاں بے حد شوق
سے پہنتے ہیں۔

"اوہ ٹھیک ہے یہ میں نے ہی اسے دی تھی اسے یہ پسند آ گئی
تھی"....... جانی نے جواب دیا۔

"کالے دانے چاہئیں"...... عمران نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پراسرار لہجے میں کہا اور جانی بے اختیار اچھل پڑا۔

"کالے دانے"...... جانی کے چہرے پر بے پناہ حیرت تھی۔

"ہاں تین دانے۔ اسلم خان نے بتایا ہے کہ لعل خان کے ذریعے ہمارا کام ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن آپ ان کا کیا کریں گے"...... جانی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ایک کاروباری پارٹی نے اپنی ایک مخالف کاروباری پارٹی کے دفاتر مع بلڈنگ تباہ کرانی ہے۔ آج کل دارالحکومت میں چونکہ بم دھماکوں کی رو چل رہی ہے۔ اس رو میں کام ہو جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ لیکن کتنی طاقت کے ہوں دانے"...... جانی نے کہا۔

"درمیانی طاقت کے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن دو ہفتوں بعد ہی کام ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں"...... جانی نے کہا۔

"دو ہفتے تو کافی وقت ہے"...... عمران نے کہا۔

"اصل میں آپ ایک روز دیر سے آئے ہیں۔ لعل خان کل رات ہی یہاں سے واپس گیا ہے۔ اگر آپ کل آجاتے تو آپ کا کام جلدی ہو جاتا لعل خان کا پھیرا دس روز بعد ہوتا ہے۔ اب وہ دس روز بعد آئے گا۔ پھر

کام اس کے ذمے لگایا جائے گا۔ وہ واپس جا کر پھر واپس آئے گا۔ اس لئے اتنے دن تو لامحالہ لگ جائیں گے"...... جانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہے کہ اسے اطلاع مل جائے اور وہ دس روز بعد آئے تو ہمارا کام کر کے آئے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں جناب صرف مخصوص لوگ ہی آجا سکتے ہیں ورنہ تو بے حد سختی ہوتی ہے"...... جانی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر ہم دس روز بعد آجائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح لعل خان سے آپ براہ راست بات کر لیں گے لیکن ایک بات بتا دوں کہ وہ رقم اپنی مرضی کی لیتا ہے اور جو رقم طے ہو جائے آدھی پیشگی لے لیتا ہے یہ اس کا اصول ہے"...... جانی نے کہا۔

"ہم سالم رقم اسے پیشگی دے دیں گے۔ اسلم خان نے ہمیں مکمل اعتماد دلایا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر تو یقیناً آپ کا کام ہو جائے گا"...... جانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ہمیں اجازت"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں آپ کھانا کھا کر جائیں گے"...... جانی نے کہا۔

"نہیں پھر جب آئیں گے تو وعدہ رہا کہ کھانا بھی کھائیں گے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جانی انہیں جیپ تک چھوڑنے

آیا اور صدیقی نے جیپ سٹارٹ کی اور اسے لے کر حویلی سے باہر آگیا۔

"دس روز گزارنے پڑیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں اصل آدمی وہی سریندر سنگھ عرف لعل خان ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اصل آدمی یہی جانی ہی ہے۔ اس سے ہمیں ان سب کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں جو اسلم خان کی طرح اس لعل خان سے بم وغیرہ حاصل کرتے ہیں"۔ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے کہا۔

"ہاں ہو تو سکتا ہے۔ لیکن اگر دونوں اکٹھے ہوں تو پھر زیادہ آسانی سے معلومات مل سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سریندر سنگھ کے اپنے براہ راست رابطے بھی ہوں"...... عمران نے کہا اور باقی ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

کلب کا ہال انتہائی خوبصورت انداز میں سجا ہوا تھا۔ وہاں روشنیاں انتہائی مدھم رکھی گئی تھیں اور ہال میں موجود افراد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ مجسمے ہوں کیونکہ وہ بہت آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ البتہ وہاں تقریباً سب ہی میزوں پر غیر ملکی شراب کے جام موجود تھے۔ ہال کا ماحول اس خاموشی اور کم روشنی کی وجہ سے خاصا خواب آگیں سا محسوس ہو رہا تھا۔ کونے میں ایک میز پر اس وقت آفتاب احمد موجود تھا۔ اس کے سامنے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ دونوں اس طرح آہستہ آہستہ باتوں میں مصروف تھے جیسے بڑے طویل عرصے کے بعد ان کی ملاقات ہوئی ہو۔ ساتھ ساتھ وہ شراب کی چسکیاں بھی لیتے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ویٹر قریب آیا اور اس نے ایک خوبصورت سی پلیٹ آفتاب کے سامنے رکھی اور خاموشی سے واپس چلا گیا۔ آفتاب نے چونک کر پلیٹ میں رکھے

ہوئے کاغذ کو دیکھا اس پر صرف ایک لفظ لکھا ہوا تھا فون۔

"میں ابھی آیا ہنی"...... آفتاب نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی سے کہا اور کرسی سے اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جس کے ساتھ ہی خصوصی فون روم تھا۔ فون روم کا دروازہ بند کر کے اس نے چٹخنی لگا دی۔ یہ فون روم ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے اب آواز باہر نہ جا سکتی تھی۔ فون کا رسیور ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ آفتاب احمد نے رسیور اٹھایا۔

"یس آفتاب احمد بول رہا ہوں"...... آفتاب کے لہجے میں بے پناہ تحکم تھا۔

"راٹھور بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی اور آفتاب بے اختیار چونک پڑا۔

"آپ"...... آفتاب کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"اپنی کوٹھی پہنچو۔ سپیشل وے پر بات ہو گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ آفتاب نے ہونٹ دباتے ہوئے رسیور رکھا اور پھر فون روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور سیدھا اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔

"سوری ہنی۔ ایک انتہائی اہم بزنس ڈیل کی وجہ سے مجھے فوراً جانا ہے میں معذرت خواہ ہوں"...... آفتاب نے اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے۔ پھر کب ملاقات ہو گی"...... لڑکی نے

چونک کر پوچھا۔

"کل یہیں"...... آفتاب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور لڑکی کے سر ہلانے پر وہ تیزی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چونکہ وہ کلب کا مستقل ممبر تھا۔ اس لئے یہاں اسے کسی قسم کی پیمنٹ وغیرہ نہ کرنی پڑتی تھی سالانہ چندے کے طور پر بھاری رقم ہر ممبر سے وصول کر لی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار کلب کی عمارت سے نکل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی کیونکہ چیف اس طرح کی کال صرف اس وقت کیا کرتا تھا جب کوئی لمبی گڑبڑ ہو جائے۔ کوٹھی پہنچ کر وہ سیدھا اپنے دفتر پہنچا اور اس نے الماری سے ایک خاص قسم کا فکسڈ فریکوئنسی کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا ایک بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے مخصوص آواز نکلنے لگی۔

"ہیلو ہیلو آفتاب کالنگ اوور"...... آفتاب نے بار بار کال دینا شروع کر دی۔

"یس راٹھور اٹنڈنگ یو اوور"...... چند لمحوں بعد وہی پہلے والی آواز سنائی دی۔

"سب او کے ہے جناب فرمایئے۔ اوور"...... آفتاب نے کہا۔

"تمہارا آدمی ساجن جانی کے اڈے پر جا کر سریندر سنگھ سے ملا تھا اور اسے ڈیمانڈ دے دی تھی۔ لیکن اسی لمحے جانی کو اطلاع ملی تھی کہ کوئی جیپ اس کے اڈے کی طرف آ رہی ہے جس میں چار پانچ اجنبی

افراد موجود ہیں ۔ چنانچہ ساجن اور سریندر سنگھ فوراً ہی وہاں سے
گئے ۔ سریندر سنگھ نے دوسرے اڈے پر جا کر مجھے اس کی اطلاع د
دی ۔ میں نے بعد میں جانی سے بات کی ۔ تو جانی نے بتایا کہ وہ آ
اس کے ایک بااعتماد آدمی کی ٹپ لے کر آئے تھے اور انہیں تین
چاہیئے تھے ۔ جانی نے انہیں دس روز بعد کا وقت دے دیا اور وہ چلے گ
لیکن جب میں نے ان کے بارے میں تفصیل پوچھی تو اس نے ایک
نام ایسا لیا جس پر میں چونک پڑا ۔ پھر میں نے اس کے حلیے کی تفصیل
معلوم کی تو میرا شک یقین میں بدل گیا ۔ چنانچہ میں نے جانی سے اس
ٹپ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد پاکیشیا میں
اپنے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جب اس ٹپ کے بارے میں
معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اسے کسی فور سٹارز گروپ نے
گرفتار کر کے خصوصی پولیس کے حوالے کر دیا ہے ۔ وہ ایک بااثر
آدمی سردار بہادر خان کا آدمی ہے ۔ لیکن سردار بہادر خان بھی اسے نہیں
چھڑوا سکا ۔ اس پر میں نے اس سپیشل پولیس کے بارے میں معلومات
حاصل کرائیں تو پتہ چلا کہ اس آدمی کو گرفتار کرانے والا وہی آدمی ہے
جو جیپ میں جانی کے پاس پہنچا تھا ۔ تم چونکہ اس سلسلے میں کچھ نہیں
جانتے اس لئے تمہیں مختصر طور پر بتا دیتا ہوں کہ اس آدمی کا نام علی
عمران ہے ۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے ۔ انتہائی
خطرناک قسم کا سیکرٹ ایجنٹ ہے ۔ میں چونکہ اس ڈیسک پر آنے سے
پہلے ملٹری انٹیلی جنس میں تھا اس لئے مجھے اس کے بارے میں معلوم

ہے لیکن مجھے حیرت صرف اس بات پر ہوئی ہے کہ سیکرٹ سروس تو
ایسے معاملات میں ہاتھ نہیں ڈالا کرتی اس لیے وہ عمران ان معاملات
میں کیوں کام کر رہا ہے اوور"..... راٹھور نے تفصیل سے بات کرتے
ہوئے کہا۔

"لیکن باس اگر وہ آدمی خطرناک بھی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا
ہے اس سے ہمارے کام کا کیا تعلق اوور" ۔ آفتاب نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"بظاہر تو کوئی لنک نہیں ہے لیکن اگر مجھے معلومات نہ ملتیں تو یہ
لنک پیدا ہو جاتا اوور"....... راٹھور نے کہا۔

"کیا مطلب کیسا لنک باس اوور"........ آفتاب نے حیران ہوتے
ہوئے کہا۔

"سردار بہادر خان کے اس آدمی جس کا نام اسلم خان ہے ۔ اس نے
سریندر سنگھ سے وائرلیس کنٹرول بم حاصل کیے تھے ۔ جن سے اس
نے اپنی کسی مخالف کاروباری ٹرانسپورٹ کمپنی کے ٹرک تباہ کرائے
تھے ۔ چونکہ یہ کام بھی دہشت گردی کی صف میں آگیا تھا اس لیے ہم
نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہ کی تھی ۔ اسلم خان کی گرفتاری کا
مطلب ہے کہ علی عمران اور اس کا گروپ جو یقیناً سیکرٹ سروس کا ہی
کوئی گروپ ہوگا ۔ دہشت گردی کی کاروائیوں کے خلاف کام کر رہا ہے
اور اگر مجھے یہ معلومات نہ ملتیں تو سریندر سنگھ جیسے ہی سات بم لے
کر وہاں پہنچتا اور تمہارا آدمی ساجن انہیں وصول کرنے وہاں پہنچتا وہ

لوگ ریڈ کر دیتے ۔ نتیجہ یہ کہ تمہارا پورا سیٹ اپ سامنے آجاتا تم
سمیت اور اس کا نتیجہ تم جانتے ہی ہو کہ کیا ہوتا اوور"۔ راٹھور نے کہا
تو آفتاب بری طرح اچھل پڑا۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ واقعی باس ۔ واقعی ۔ اس طرف تو میرا خیال ہی نہ گیا
تھا ۔ پھر باس کیا ابھی خاموش رہا جائے اوور"۔ آفتاب نے اس بار
خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"نہیں خاموش رہنے کی بجائے ہمیں اپنی پلاننگ کو نئے سرے سے
ترتیب دینا ہوگا ۔ ساجن اور اس کے پورے سیٹ اپ کو انڈر گراؤنڈ
کرادو اور نئی پلاننگ کے تحت صرف بیک وقت تین دھماکے پبلک
جگہوں پر کرادو ۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے ۔ اس کے بعد مزید اس
بارے میں سوچا جائے گا اوور"۔ ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن ان تین بموں کے بارے میں کیا کیا جائے ۔ آپ نے خود ہی
سریندر سنگھ کا معاملہ درمیان میں ڈالا تھا اوور"...... آفتاب نے کہا۔

"ایسا دانستہ کیا گیا تھا ۔ تاکہ اگر کوئی بات سامنے آبھی جائے تو یہ
کام سمگلروں کا سمجھا جائے اور کافرستانی حکومت کا نام نہ آئے لیکن جب
تک سریندر سنگھ والا مسئلہ دوبارہ بحال نہیں کیا جاتا ۔ تمہیں تین
پیکٹ بھجوا دیئے جائیں گے اوور"...... دوسری طرف سے راٹھور نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس آپ بھجوادیں ۔ میں ساجن کی بجائے اس بار
نیامت گروپ کو حرکت میں لے آتا ہوں اوور"۔ آفتاب نے جواب

دیا

"نیامت گروپ وہی ہے جنہوں نے گزشتہ سال دھماکے کئے تھے
اوور"۔ راٹھور نے پوچھا۔

"یس باس انہیں احتیاطاً میں نے محفوظ مقامات پر بھجوادیا تھا اور وہ
اب تک وہیں ہیں ۔ ان کے بارے میں اب تک پولیس کچھ حاصل
نہیں کر سکی اس لیے اب انہیں واپس بلایا جاسکتا ہے اوور"۔ آفتاب
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کل شام چار بجے تم کوٹھی پر رہنا ۔ جان بچانے والی
ادویات کے تین پیکٹ پہنچ جائیں گے کوڈ ساجن ہوگا اوور اینڈ آل"۔
دوسری طرف سے کہا گیا اور آفتاب نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اسے
الماری میں رکھ کر وہ واپس میز کے پیچھے رکھی ہوئی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔
چند لمحوں تک وہ خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے سامنے میز پر رکھے ہوئے
فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"عالم خان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز
سنائی دی۔

"آفتاب احمد بول رہا ہوں"...... آفتاب نے انتہائی تحکمانہ لہجے
میں کہا۔

"یس سر حکم فرمائیں"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ
اس بار یکلخت مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"تمام اخبارات میں نیامت حسین کی واپسی کا اشتہار دے دو ۔ کل

کی اخبارات میں اسے نمایاں طور پر شائع ہونا چاہیئے"....... آفتاب نے کہا۔

"کس ٹائپ کا اشتہار جناب"...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"فوراً واپسی والا خصوصی اشتہار"....... آفتاب نے جواب دیا۔

"بہتر جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور آفتاب نے ہاتھ مار کر کریڈل دبایا اور ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ساجن بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ساجن کی آواز سنائی دی۔

"میرے پاس پہنچو فوراً کوٹھی پر"۔ آفتاب احمد نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور دفتر سے باہر نکل کر ایک بار پھر کوٹھی کے عقبی لان کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک رنگین چھتری کے نیچے کرسیاں اور میز موجود تھی میز پر فون بھی موجود تھا اور انٹرکام بھی۔ آفتاب ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے میز پر رکھے ہوئے رسائل میں سے ایک رسالہ اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ساجن وہاں پہنچ گیا۔

"خیریت جناب آپ نے اس قدر ایمرجنسی کال کی ہے"۔ ساجن نے قریب آکر قدرے پریشان سے لہجے کہا۔

"بیٹھو"....... آفتاب احمد نے رسالہ بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے ساجن سے مخاطب ہو کر کہا اور ساجن سامنے والی کرسی پر مؤدبانہ انداز

میں بیٹھ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ جب تم جانی کے ڈیرے پر تھے تو ایک جیپ کے وہاں آنے کی اطلاع ملی تھی جس میں اجنبی چہرے تھے۔ یہ کون لوگ تھے"....... آفتاب احمد نے کہا۔

"میں نے بعد میں جانی سے معلوم کرایا تھا جناب وہ بھی جانی سے کالے دانے لینے گئے تھے اور جانی کے ایک انتہائی بااعتماد آدمی کی ٹپ لے کر گئے تھے۔ اپنی ہی قبیل کے لوگ تھے"....... ساجن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جس بااعتماد آدمی کی ٹپ لے کر وہ گئے تھے۔ وہ دہشت گردی کے الزام میں پولیس کی تحویل میں ہے۔ اس کا نام اسلم خان ہے اور وہ سردار بہادر خان کا منیجر ہے اور سردار بہادر خان اپنے بے پناہ اثر و رسوخ کے باوجود آج تک اسے نہیں چھڑوا سکا"....... افتاب احمد نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اسلم خان۔ اس نے تو واقعی ٹرکوں میں دھماکوں کا کام کرایا تھا۔ اسے پولیس نے گرفتار کیا ہے"....... ساجن نے چونک کر کہا۔

"اور یہ بھی سن لو کہ جو لوگ وہاں گئے تھے ان کا تعلق کسی فور سٹار گروپ سے ہے"....... آفتاب احمد نے کہا تو ساجن بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا ہوا کیا تم اس گروپ کے بارے میں جانتے ہو"....... آفتاب

احمد نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں یہ گروپ ابھی حال ہی میں سامنے آیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے تو یہ گروپ منشیات کے سمگلروں کے خلاف کام کرتا رہا ہے۔ اس نے بہت کم عرصے میں بڑے بڑے نامی گرامی سمگلروں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کی دہشت تو منشیات کا دھندہ کرنے والے سمگلروں میں بے پناہ پھیلی ہوئی ہے"....... ساجن نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس گروپ کے ساتھ ایک آدمی علی عمران نامی بھی تھا جس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا رہتا ہے اور انتہائی خطرناک ایجنٹ ہے"....... آفتاب احمد نے کہا۔

"سیکرٹ سروس۔ علی عمران۔ یہ دونوں نام تو میں پہلی بار سن رہا ہوں البتہ فور سٹار کی دہشت موجود ہے لیکن آپ کو ان سب باتوں کا کیسے علم ہو گیا ہے"....... ساجن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ان سب معاملات سے لاتعلق رہتا ہوں"....... آفتاب احمد نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں جناب میرا یہ مقصد نہ تھا"....... ساجن نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"جو کچھ تم کرتے ہو اس کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ مجھ تک پہنچتی رہتی ہے۔ بہرحال ان سب باتوں کے سامنے آنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک یہ فور سٹار گروپ ختم نہیں ہو جاتا تم انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ۔ تمہاری جگہ اس بار یہ کام نیامت کرے گا میں نے اس کی فوری

واپسی کے اشتہارات اخبار میں دے دیئے ہیں"....... آفتاب احمد نے کہا تو ساجن کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

"لیکن جناب میں تو ساری تیاریاں مکمل کر چکا ہوں"....... ساجن نے کہا۔

"دیکھو ساجن کیا تم یہی چاہتے ہو کہ عین رنگے ہاتھوں پکڑے جاؤ۔ میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں اور تم پھنسنا چاہتے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ انڈر گراؤنڈ رہنے کی صورت میں تمہیں اور تمہارے گروپ کو تمام مراعات حاصل رہیں گی اور مکمل معاوضہ بھی ملتا رہے گا"۔ افتاب احمد نے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ تو مجھے معلوم ہے جناب۔ لیکن بیکار بھی تو نہیں رہا جا سکتا جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں محفوظ پوائنٹس پر جانے کی بجائے اپنے عام کاموں میں مصروف ہو جاؤں۔ البتہ یہ میرا وعدہ کہ ہر قسم کا رابطہ ختم کر دوں گا"....... ساجن نے کہا۔

"میں نے تمہیں کب کہا ہے کہ تم محفوظ پوائنٹس پر چلے جاؤ میں نے لفظ انڈر گراؤنڈا استعمال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ تم اس کاروبار سے یکلخت اپنے آپ کو علیحدہ کر لو گے اور جب تک تمہیں میں خود کال نہ کروں تم نے کسی صورت بھی مجھ سے یا اپنے گروپ سے کوئی رابطہ نہیں کرنا"....... آفتاب نے کہا۔

"اوہ پھر ٹھیک ہے جناب میں سمجھا تھا کہ آپ نیامت کی طرح ہمیں بھی محفوظ پوائنٹس پر بھجوا دیں گے"....... ساجن نے مطمئن لہجے

میں کہا۔

"نیامت دھماکے کرنے کے بعد انڈر گراؤنڈ ہوا تھا اس لئے اسے محفوظ پوائنٹس پر بھجوایا گیا تھا۔ تم نے تو ابھی دھماکے نہیں کیے۔ اس لئے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تمہیں بہر حال حلیہ بدلنا ہوگا کیونکہ جانی سے وہ تمہارے حلیے کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں"....... آفتاب نے کہا۔

"وہ میں بدل لوں گا جناب یہ کوئی مسئلہ نہیں"....... ساجن نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ"....... آفتاب احمد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھا ہوا رسالہ دوبارہ اٹھا لیا۔ ساجن خاموشی سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس چلا گیا۔

دارالحکومت کے ہوٹل عالیشان میں اس وقت گہما گہمی اپنے پورے عروج پر تھی۔ ہوٹل عالیشان دارالحکومت کے سکس سٹار ہوٹلوں میں سے سب سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ گو اس کا افتتاح ہوئے ابھی صرف ایک سال ہی ہوا تھا لیکن اس ایک سال میں اس کی شہرت نے اس رینج کے باقی تمام ہوٹلوں کا بزنس ٹھپ کر کے رکھ دیا تھا۔ ہوٹل عالیشان کی عمارت اس کا طرز تعمیر اور اس میں مسافروں کو مہیا کی گئی سہولتوں کا معیار تو ظاہر ہے سکس سٹار ہوٹلوں جیسا ہی تھا کہ اس ہوٹل میں رہنے والا آدمی اپنے آپ کو کسی ریاست کا کنگ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا تھا لیکن ہوٹل عالیشان نے پے در پے ایسے شاندار فنکشن منعقد کروائے تھے کہ دارالحکومت کا اعلیٰ طبقہ اس کا بری طرح گرویدہ ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شام ہوتے ہی دارالحکومت کا اعلیٰ

طبقہ اس ہوٹل کا ہی رخ کرتا تھا۔آج بھی اس ہوٹل میں ایک فنکشن تھا اور یہ فنکشن اپنی نوعیت کے اعتبار سے بھی اس قدر پرکشش تھا کہ آج تو شاید دارالحکومت میں رہنے والے ہر آدمی کی خواہش یہی تھی کہ وہ کسی طرح اس ہوٹل کے ہال میں داخل ہو سکے اس فنکشن میں آج موسم سرما کے نسوانی ملبوسات کے ڈیزائنوں کا مقابلہ منعقد ہو رہا تھا اور دنیا بھر کے معروف ڈریس ڈیزائنر اپنے معروف ماڈلوں سمیت اس مقابلے میں حصہ لے رہے تھے۔ڈریس ڈیزائن کے اس مقابلے کے اشتہارات پورے ملک میں چھپنے والے اخبارات میں پورے پورے صفحے کے دیئے گئے تھے بلکہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر بھی اس کی اس قدر پبلسٹی کی گئی تھی کہ لوگوں میں اس فنکشن کو اٹنڈ کرنے کا جیسے کریز سا پیدا ہو گیا تھا۔وہ ماڈل گرلز جنہیں لوگ ٹی وی پر دیکھتے تھے یا پھر اخبارات میں شائع ہونے والے اشتہارات میں دیکھتے تھے وہ سب ماڈل گرلز اس فنکشن میں شریک ہو رہی تھیں۔عمران بھی اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبار سامنے رکھے اس فنکشن کے اشتہار کو غور سے دیکھنے میں مصروف تھا۔

"سلیمان۔سلیمان"...... اچانک عمران نے تیز تیز آواز میں سلیمان کو پکارنا شروع کر دیا۔

"کیا ہوا صاحب۔کیا کوئی میرے لئے مناسب رشتہ نظر آگیا ہے آپ کو اخبار میں"...... سلیمان نے فوراً ہی دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے سلیمان۔اگر ملبوسات کے ڈیزائنوں کا مقابلہ ہو سکتا ہے تو مختلف کھانے پکانے کا مقابلہ کیوں نہیں ہو سکتا"...... عمران نے اخبار میں شائع شدہ اشتہار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کھانا پکانے کے مقابلے کو کون دیکھنے آئے گا۔اب ہر باورچی میری طرح یوسف ثانی تو نہیں ہو سکتا"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یوسف ثانی۔اوہ تو تم اپنے آپ کو یوسف ثانی سمجھتے ہو"۔ عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ثانی بھی، اس لئے کہہ رہا ہوں جناب کہ بہرحال اصل حضرت یوسف جلیل القدر پیغمبر تھے"...... سلیمان نے جواب دیا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"اس لحاظ سے تو تم اپنے آپ کو یوسف ثانی کی بجائے سلیمان ثانی کہہ سکتے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے لئے تو میں سلیمان ثانی ہی ہوں۔حضرت سلیمان کے قبضے میں اگر جنات تھے تو میرے قبضے میں آپ۔آپ بہرحال اتنے تو سمجھدار ہوں گے کہ باقی بات خود ہی سمجھ لیں"...... سلیمان نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ہونہہ۔تمہارا مطلب ہے کہ میرا شمار بھی جنات میں ہوتا ہے اور تمہارا مجھ پر قبضہ ہے"...... عمران نے غصے سے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جنات کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں جناب ۔ اب وہ بھی تو جن ہے جو الہ دین کے چراغ کا غلام ہے"...... سلیمان بھلا کہاں پیچھے ہٹنے والا تھا۔

"مطلب یہ ہوا کہ میں تمہارا غلام ہوں کیوں"...... عمران نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"غلامی بھی بہت سی قسموں کی ہوتی ہے ۔ جب آپ کو چائے نہیں ملتی تو آپ کا رویہ مجھ سے کیسا ہوتا ہے ۔ کس طرح منتیں ہو رہی ہوتی ہیں ۔ غلامانہ گفتگو ہو رہی ہوتی ہے ۔ میں نے صرف ایک معمولی سی مثال دی ہے"...... سلیمان نے جواب دیا اور عمران اس بار بے اختیار ہنس پڑا۔

"توبہ تم سے تو بات کر کے آدمی اپنے آپ کو نجانے کہاں کھڑا پاتا ہے ۔ بہر حال آج رات تم کھانے میں کیا پکا رہے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے لئے تو میں نے پکائی ہے کھچڑی اور دلیہ وغیرہ ۔ البتہ میں نے اپنے لئے آج بریانی پکائی ہے"...... سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں ۔ کیوں ۔ وجہ بیان کرو ۔ میرے لئے یہ کھچڑی اور دلیہ کیوں"...... عمران نے بے اختیار آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ رات کو سوتے ہوئے ڈری ڈری سی آوازیں نکال رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے اور بزرگ

کہتے ہیں کہ جب آدمی کو بد ہضمی ہو تو اسے ڈراؤنے خواب آتے ہیں اور جسے بد ہضمی ہو اسے پرہیزی غذا دی جاتی ہے"...... سلیمان نے بڑے اطمینان سے تفصیلی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈری ڈری سی آوازیں ۔ کیسی آوازیں ۔ کس نے سنی تھیں"۔ عمران نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل میں نے خود سنی تھیں ۔ بالکل اس طرح کی آوازیں جیسے کوئی چوہا بلی کو دیکھ کر چیں چیں کرتا ہے"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"یہ کس وقت کی بات ہے"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں تہجد پڑھنے کے لئے اٹھا ہوا تھا"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"اچھا تو تم تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہو ۔ واقعی"...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل پڑھتا ہوں ۔ میں نے سنا ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد جو دعا مانگی جائے وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کون سی دعا منظور کرانا چاہتے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی شادی کی"...... سلیمان نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"میری شادی کی اور اس کے لئے دعا تم کرتے ہو اور وہ بھی تو
وقت ۔ کیوں ۔ اس کی وجہ"....... عمران کے لہجے میں اس بار
حقیقی حیرت تھی۔

"تاکہ مجھے اپنی سابقہ تنخواہوں ۔ بونس اور دیگر سارے
اکٹھے مل سکیں"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"لیکن ان کا میری شادی سے کیا تعلق ۔ شادی پر تو الٹا خرچ
ہے"....... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے واقعی اسے سلیمان کی
سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"خرچہ تو بڑے صاحب کا ہوگا ۔ باقی رہا میرا بل تو عین نکاح
پہلے میں مولوی صاحب کے کان میں کہہ دوں گا کہ دولہا
مقروض ہیں اس لئے پہلے قرضہ ادا کرایا جائے پھر نکاح پڑھایا جا
اس طرح مجھے ساری رقم اکٹھی اور فوراً مل جائے گی"...... سلیمان
منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں ۔ نکاح کا قرض سے کیا تعلق"....... عمران نے

"بڑا گہرا تعلق ہے ۔ عالم لوگ مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاتے
تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے"...... سلیمان نے منہ بنا
جواب دیا اور عمران اس کی اس بات پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس

"واقعی بڑی گہری بات کی ہے تم نے ۔ بہت خوب ۔ چلو
خوشی میں میرا پرہیزی کھانا بھی تم کھا لینا کیونکہ آج میں
عالیشان کا فنکشن اٹنڈ کرنا ہے اس لئے ڈنر بھی وہیں ہوگا"۔

بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"لیکن اس کی سیٹیں تو ریزرو ہو چکی ہیں ۔ اب آپ کیسے جائیں
...... سلیمان نے کہا۔

"میں تمہاری طرح لمبی باتیں نہیں سوچا کرتا ۔ میں نے کل ہی
سیٹ ریزرو کرالی تھی"...... عمران نے جواب دیا۔

"آپ نے پرنس آف ڈھمپ کے نام سے بک کرائی تھی ناں"۔
سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"وہ سیٹ کینسل ہو گئی ہے ۔ کیونکہ میں نے انتظامیہ کو اطلاع
دی تھی کہ پرنس کو اچانک ایک سرکاری دورے پر جانا پڑ گیا ہے
اس لئے اب ان کی جگہ یہ میز آل ورلڈ لک ایسوسی ایشن کے صدر
آغا سلیمان پاشا کے نام بک کر دی جائے اور وہ بک ہو گئی"۔
سلیمان نے جواب دیا اور دوسرے لمحے مسکراتا ہوا تیزی سے کمرے
سے باہر نکل گیا اور عمران نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا ۔ لیکن
اسی لمحے میز پر موجود فون کی گھنٹی بج اٹھی ۔ عمران نے چونک کر سر
اٹھایا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"مقروض و ممنوع النکاح ۔ علی عمران بول رہا ہے"...... عمران
نے بڑے بے چارگی کے سے لہجے میں کہا۔

"مقروض تو سمجھ میں آتا ہے عمران صاحب ۔ یہ ممنوع النکاح یہ
اصطلاح ہے"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی ہنستی ہوئی

آواز سنائی دی۔

"یہ اصطلاح آغا سلیمان پاشا کی باتوں کی وجہ سامنے آئی ہے۔

یہ بتاؤ کہ کیا قرض دار کا نکاح ہو سکتا ہے"....... عمران نے مسکر
ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ نکاح کا قرض سے کیا تعلق"....... بلیک
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہی بات میں نے آغا سلیمان پاشا کو سمجھانے کی کوشش ک
لیکن وہ مانتا ہی نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ بزرگ اس شخص کا جنازہ
سے انکار کر دیتے ہیں جو قرض دار مرا ہو۔ تو قرض دار کا نکاح کیس
سکتا ہے اور میں تو تمہیں معلوم ہے کہ قرض دار کی بجائے قرض د
بنا ہوا ہوں اس لئے بقول آغا سلیمان پاشا ممنوع النکاح ہوں"۔
نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے بلیک ز
اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"سلیمان کی بات میں وزن تو ہے۔ نکاح بھی تو ایک لحاظ
صاحب کا جنازہ ہی ہوتا ہے اسے عائلی قبر میں دفن کیا جا
ہے"....... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا تو عمران
ہنس پڑا۔

"پتہ نہیں نکاح کا ذکر کرتے ہی ایسی ایسی اچھوتی اصطلا
مردوں کے ذہنوں میں کہاں سے آجاتی ہیں۔ اب تم نے
اصطلاح سنادی ہے عائلی قبر"....... عمران نے ہنستے ہوئے کہا

زیرو بھی ہنس پڑا۔

"یہ میں نے آپ کے خیالات کی عکاسی کی ہے"....... بلیک زیرو
نے جواب دیا۔

"خیالات کی عکاسی اوہ تو سائنس اب یہاں تک بھی پہنچ گئی ہے کہ
خیالات کی عکاسی بھی کر سکتی ہے۔ پھر تو ہم جیسے سدا بہار کنواروں کے
لئے تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اگر ہمارے خیالات کی عکاسی لوگوں
نے دیکھ لی تو مجھے یقین ہے کہ وہ جوتیاں پڑیں گی کہ شاید بڑی بڑی شو
فروش کمپنیوں کے گودام خالی ہو جائیں"....... عمران نے قدرے
خوفزدہ سے لہجے میں کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"عمران صاحب ہوٹل عالیشان میں کوئی فنکشن ہو رہا ہے اور
پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اسے دیکھنے کی اجازت طلب کی ہے۔ میں
نے اس لئے فون کیا تھا"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"تو دے دو اجازت لیکن صرف دیکھنے کی حد تک"....... عمران نے
جواب دیا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"ظاہر ہے دیکھنے کی ہی اجازت انہیں دی جا سکتی ہے۔ لیکن
ریزرویشن کا کیا ہو گا۔ اب ظاہر ہے ایکسٹو تو اس سلسلے میں کسی کو کہنے
سے رہا اور وہاں مکمل بکنگ ہو چکی ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"کیا انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایکسٹو انہیں میزیں بھی ریزرو کرا
دے"....... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے ورنہ اجازت کا کیا مطلب۔ وہاں جانا کوئی جرم تو نہیں

ہے"...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے کیا جواب دیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی جواب دینا ہے۔ میں ایک ضروری کام سے مارکیٹ چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو جولیا کا پیغام فون باکس میں ریکارڈ ہو چکا تھا"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"سر سلطان سے کہہ دو وہ بندوبست کر دیں گے"...... عمران نے کہا۔

"میں نے آپ سے پہلے کوشش کر لی ہے سر سلطان ایک سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تو پھر صرف اجازت دے کر معاملہ ختم کر دو اور کیا ہو سکتا ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کے سر پر بات آجائے گی۔ یہ سوچ لیں"...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے سر پر جوتیاں اثر نہیں کرتیں بات بیچاری کیا اثر کرے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے خدا حافظ کہا اور اُس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کریڈل پر ہاتھ مارا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اس کی نظریں اخبار میں چھپے ہوئے ہوٹل عالیشان کے اس اشتہار پر جمی ہوئی تھیں جس کے نیچے فون نمبر بھی دیئے گئے تھے۔

"ہوٹل عالیشان"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"واہ کس قدر خوبصورت اور دلکش آواز ہے آپ کی۔ ہوٹل عالشیان ویسے تو عالیشان ہے ہی لیکن آپ کی آواز نے اسے اور بھی عالیشان بنا دیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی اس خوبصورت تعریف کا بے حد شکریہ۔ فرمایئے"۔ دوسری طرف سے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"یہ لفظ تو وہی کہتے ہیں جو واقعی فرمائش پوری بھی کر سکتے ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"اگر آپ کی فرمائش میرے بس میں ہوئی تو ضرور پوری کروں گی"...... دوسری طرف سے بڑے بے باکانہ لہجے میں کہا گیا تو عمران کے چہرے پر بے اختیار کبیدگی کے تاثرات ابھر آئے۔

"دس سیٹیں چاہئیں۔ شوکی"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ویری سوری یہ فرمائش تو میں پوری نہیں کر سکتی"۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"کون کر سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"عام شہری"...... عمران نے جواب دیا۔

"سوری سیٹیں واقعی نہیں ہیں"...... دوسری طرف سے اس بار انتہائی روکھے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ بھی ختم ہو گیا۔

"عام شہریوں کو تو اس ملک کا سب سے معزز آدمی ہونا چاہئے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہوٹل عالیشان"....... وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین ارشد حسین سے بات کرائیں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"عام شہری"....... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا ہے۔ آپ دس سیٹوں کی بات کر رہے ہیں یہاں ایک بھی سیٹ نہیں ہے۔ تمام سیٹیں ایک ہفتہ پہلے بک ہو چکی ہیں"....... اس بار بولنے والی کا لہجہ بے حد روکھا تھا۔

"اگر سیٹیں ایک ہفتے پہلے بک ہو چکی ہیں تو پھر آج کے اخبارات میں اشتہار دینے کا کیا فائدہ"....... عمران نے کہا۔

"پبلسٹی کے لئے"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ایک بار پھر ختم ہو گیا تو عمران نے کریڈل دبا کر ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہوٹل عالیشان"....... وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"محترمہ میں نے اگر آپ کی آواز کی تعریف کی ہے تو اس کا یہ

مطلب نہیں کہ آپ میری بات سنے بغیر ہی فون بند کر دیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ وہی عام شہری بول رہے ہیں ناں"....... دوسری طرف سے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں اور مجھے اس پر فخر ہے کیونکہ پاکیشیا کا سب سے معزز فرد تو عام شہری ہی ہوتا ہے"....... عمران نے جواب دیا۔

"ہوتا ہوگا۔ لیکن"....... دوسری طرف سے بولنے والی نے تلخ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"محترمہ میں عام شہری ہونے کے ساتھ ساتھ ارشد حسین صاحب کا بھتیجا بھی ہوں"....... عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"اوہ۔ اوہ۔ تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں بات کراتی ہوں"....... دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک باوقار سی آواز سنائی دی۔

"ارشد حسین بول رہا ہوں کون صاحب بات کر رہے ہیں"۔ بولنے والے کے لہجے میں حیرت تھی اور عمران اس کی وجہ جانتا تھا کہ ارشد حسین کا ان کے حقیقی بھائی سے جائیداد کے سلسلے میں طویل عرصے سے مقدمہ بازی چل رہی تھی اور اس وجہ سے دونوں خاندانوں میں کوئی رابطہ نہ تھا۔ اس لئے یقیناً جب فون آپریٹر نے نہیں بتایا ہوگا کہ ان کا بھتیجا بات کرنا چاہتا ہے تو انہیں حیرت ہوئی ہو گی۔

"عام شہری بول رہا ہوں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔

"عام شہری کیا مطلب"....... ارشد حسین نے چونک کر پوچھا۔ ان کے لہجے میں مزید حیرت ابھر آئی تھی۔

"عام شہری کا مطلب عام شہری ہی ہوتا ہے۔ مطلب ہے پاکیشیا کا شہری"....... عمران نے جواب دیا۔

"عام شہری کا کوئی نام بھی تو ہوتا ہے"....... ارشد حسین نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا وہ شاید عام شہری کی وجہ سے بات کر رہے تھے۔ کیونکہ شاید ایسی بات پہلے ان سے کسی نے نہ کی تھی ورنہ وہ تو اس قدر مصروف تھے کہ شاید کسی کو بھی ایک دو منٹ سے زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے۔

"ہاں نام تو ہے اور نام ہے۔ علی عمران۔ ایم ایس سی ڈی ایس سی (آکسن)"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ تم علی عمران۔ اوہ میں بھی سوچ رہا تھا کہ آواز تو جانی پہچانی لگتی ہے۔ یہ تم نے عام شہری کا کیا تماشہ لگا رکھا تھا"....... ارشد حسین نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو اب عام شہری آپ کے لئے تماشہ ہوتا ہے۔ بہت خوب"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ بہرحال بتاؤ کیسے فون کیا ہے"....... ارشد حسین نے کہا۔

"دس سیٹیں چاہئیں تھیں آج کے فنکشن کے لئے اور وہ بھی وی

آئی پی سیٹیں"....... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دس سیٹیں۔ سوری بھتیجے سیٹیں تو نہیں مل سکتیں" دوسری طرف سے ارشد حسین نے کہا۔

"سوچ لیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ کا فنکشن کسی المیے سے دوچار ہو جائے"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دھمکی دے رہے ہو۔ کیا کر لو گے"....... ارشد حسین نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن ان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ ان کا غصہ مصنوعی ہے۔

"صرف چند پٹاخے چلیں گے ہال میں اور پھر"....... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اوہ۔ تم واقعی شیطان ہو۔ تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم ایسا کر گزرو۔ ٹھیک ہے مل جائیں گی سیٹیں"....... ارشد حسین نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بے حد شکریہ انکل"....... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"انکل مجبور ہو گیا ہے۔ ورنہ۔ بہرحال۔ منیجر صولت مند خان کو میں کہہ دیتا ہوں۔ تم اپنا آدمی بھیج کر ریزرویشن منگوا لینا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ ارشد حسین سے ان کے خاندانی تعلقات تھے۔ اماں بی کی کزن ان کی بیگم تھیں اس لئے ان کا اور ان کی فیملی کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رہتا تھا اور ارشد حسین عمران کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے۔ عمران کو معلوم تھا کہ ایکسٹو سے

اجازت ملتے ہی جولیا اور اس کے ساتھی اس کے سر چڑھیں گے۔ اس لئے اس نے پیشگی بندوبست کر لیا تھا اور اب اسے جولیا کے فون کا انتظار تھا۔ لیکن جب کافی دیر گزر گئی اور جولیا یا کسی دوسرے ممبر کا فون نہ آیا تو اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی۔

"عام شہری بول رہا ہوں جناب"....... عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے"....... بلیک زیرو نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔ ظاہر ہے وہ عمران کی آواز تو پہچان گیا تھا لیکن عمران کی عادت تھی کہ جب وہ اپنے فقرے کے ساتھ جناب لگا دیتا تھا تو بلیک زیرو سمجھ جاتا تھا کہ وہ اصل شناخت چھپانا چاہتا ہے اور اب بھی چونکہ اس نے فقرے کے آخر میں جناب کہہ دیا تھا اس لئے بلیک زیرو نے ایکسٹو کا لہجہ برقرار رکھا تھا۔

"وہ۔ وہ ہوٹل عالیشان والے عام شہری کو لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔ ہوٹل کے مالکان اور منیجر تو ایک طرف جو محترمہ استقبالیہ پر بیٹھی فون اٹنڈ کر رہی ہیں ان کا لہجہ عام شہری کے الفاظ سنتے ہی روکھا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جناب عام شہری تو ملک کا سب سے معزز فرد ہوتا ہے۔ اس کے بغیر نہ حکومت چلتی ہے، نہ انتظامیہ، نہ عدلیہ، نہ مقننہ، نہ ہوٹل نہ سرائے۔ ٹیکس بھی وہی عام شہری دیتا ہے تو جناب کو بھی

تنخواہ ملتی ہے"....... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"تو پھر"....... بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"پھر یہ کہ کم از کم عام شہری کو اتنا تو پوچھنے کا حق ہے کہ کیا سیکرٹ سروس والوں کو فنکشن کی اجازت مل بھی گئی ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں نے جو دس سیٹیں بڑی مشکل سے حاصل کی ہیں وہاں بیٹھے الو بولتے رہیں"....... عمران نے کہا۔

"اوہ عمران صاحب آپ نے خواہ مخواہ مجھے پریشان کر دیا۔ آپ نے جناب کیوں کہا تھا فقرے کے ساتھ میں سمجھتا رہا کہ آپ شناخت چھپانا چاہتے ہیں۔ یہ تو اب آپ نے میرے پہلے فون کا حوالہ دیا تو مجھے پتہ چلا کہ ایسی کوئی بات نہیں"....... بلیک زیرو نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا۔

"عام شہری بیچارے کو عادت ہی ایسی ڈال دی گئی ہے کہ وہ ہر ایک کو جناب کہہ دیتا ہے۔ چاہے وہ زیرو ہی کیوں نہ ہو"....... عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ آج آپ کو عام شہری کا دورہ کیسے پڑ گیا ہے"....... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں نہیں معلوم ہے کہ آج کل کاروں اور جیبوں پر اپنی شناخت کی پلیٹیں لگانے کا کریز چل رہا ہے اور کاریں ہی کیا موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں پر بھی پلیٹیں لگنا شروع ہو گئی ہیں۔ اگر کوئی کسی اخبار کے دفتر میں چپڑاسی ہے تو اس کے سائیکل پر یا سائیکل کے

سائز سے بھی بڑی پلیٹ لگی ہوئی ہو گی جس پر لکھا ہوا ہو گا "پریس" اور اگر کوئی صاحب کسی گلی میں بننے والی اصلاحی کمیٹی کے ممبر ہوں گے تب بھی ایک بڑی سی پلیٹ پر لکھا ہو گا۔ ممبر فلاں فلاں اصلاحی کمیٹی۔ جیسے وہ اصلاحی کمیٹی کی بجائے بورڈ آف ریونیو کے ممبر ہوں۔ لیکن کل میں نے سڑک پر ایک جیپ دیکھی جس پر بڑی سی پلیٹ لگی ہوئی تھی اور اس پر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا عام شہری۔ کیا پوچھتے ہو بلیک زیرو یہ پلیٹ دیکھ کر لطف آگیا۔ واقعی عام شہری کو بھی تو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی شناخت کرائے۔ یہ اور بات ہے کہ اگلے چوک پر ٹریفک کانسٹیبل صاحب جیپ کے کاغذ چیک کر رہے ہوں کہ کہیں جیپ چوری کی تو نہیں ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ جہاں جہاں سے عام شہری کی سواری گزرے وہاں موجود پولیس والے اسے باقاعدہ سیلوٹ کریں۔ کیونکہ کتابی طور پر تو وہ سب عام شہریوں کے ہی خادم ہوتے ہیں"....... عمران نے کہا اور دوسری طرف سے بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"ویسے وہ صاحب جنہوں نے یہ پلیٹ لگائی ہے۔ آپ جیسے ہی ستم ظریف ہوں گے۔ ویسے اصل اہمیت تو واقعی عام شہری کی ہی ہونی چاہئے"....... بلیک زیرو نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔

"چلو اگر چیف آف سیکرٹ سروس نے عام شہری کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے تو یہی اس کے لئے غنیمت ہے۔ وہ اجازت والی بات کا کیا ہوا"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کے حکم پر جولیا کو فون کر کے فنکشن دیکھنے کی اجازت دے دی تھی"....... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"سیٹوں کی تو کوئی بات نہیں ہوئی"....... عمران نے پوچھا۔

"نہیں نہ اس نے بات کی اور نہ میں نے۔ آپ کو انہوں نے فون نہیں کیا اب تک"....... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میں نے تو حفظ ماتقدم کے طور پر دس سیٹیں حاصل بھی کر لی ہیں لیکن کسی کا فون ہی نہیں آیا"....... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے بے حد مایوسی ہو رہی ہو۔

"تو کوئی بات نہیں۔ آپ کا ساتھ میں دے دوں گا"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"ڈریس دیکھنے جاؤ گے۔ یا ڈریس پہننے والیوں کو"....... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں تو صرف شو دیکھنے جاؤں گا"....... بلیک زیرو نے کہا اور عمران بھی اس کے اس خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"او کے۔ اگر جولیا وغیرہ کا فون نہ آیا تو تمہیں سب کچھ دیکھنے کا موقع ضرور ملے گا ورنہ پھر دانش منزل کی دیواریں دیکھتے رہنا اور ٹھنڈے سانس بھرتے رہنا۔ خدا حافظ"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"بیچارہ بلیک زیرو۔ اس کی قسمت میں واقعی دیواریں دیکھنا ہی رہ گیا ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ

فون جولیا کا ہی ہو گا۔

" سلیمان بول رہا ہوں "....... عمران نے جان بوجھ کر سلیمان کی آواز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" جولیا بول رہی ہوں۔ عمران سے بات کراؤ "....... دوسری طرف سے واقعی جولیا ہی تھی۔

" مس صاحبہ۔ عمران صاحب تو ماڈل گرلز کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں "....... عمران نے کہا۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کس کی تلاش میں "....... دوسری طرف سے جولیا نے عمران کی توقع کے عین مطابق چونکتے ہوئے پوچھا۔

" ماڈل گرلز۔ آج کسی ہوٹل میں کوئی ڈریس شو ہو رہا ہے اور صاحب پر ضد سوار ہو گئی ہے کہ ان سے بڑا ڈریس ڈیزائنر پوری دنیا میں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ بھی ہوٹل میں اپنے ڈیزائن کیے ہوئے لباسوں کا شو کرائیں گے۔ اس لئے اب وہ ماڈل گرلز کی تلاش کے لئے گئے ہوئے ہیں "....... عمران نے سلیمان کی آواز میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" کیا اس نے لباس بنوا لئے ہیں "....... جولیا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

" یہاں فلیٹ پر تو صرف مردانہ ڈریس ہی ہیں۔ میں نے پوچھا تھا تو کہنے لگے کہ ماڈل گرلز مل جائیں تو ان کے ناپ کے ڈریس بھی سلوائے جائیں "....... عمران نے کہا۔

" نانسنس۔ کیا واقعی اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے "....... دوسری طرف سے جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ایک منٹ صاحب آ رہے ہیں شاید "....... عمران نے سلیمان کے لہجے میں کہا۔

" کس کا فون ہے سلیمان "....... عمران نے رسیور کو منہ سے کچھ دور کر کے اپنی اصل آواز میں کہا۔

" مس جولیا کا ہے "....... پھر اس نے خود ہی سلیمان کے لہجے میں جواب دیا۔

" ارے واقعی۔ اوہ مجھے تو خیال ہی نہ رہا تھا۔ میں خواہ مخواہ سارے شہر میں خوار ہوتا رہا "....... عمران نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر رسیور منہ کے قریب کر لیا۔

" ہیلو جولیا۔ میں عمران بول رہا ہوں "....... عمران کے لہجے میں شہد جیسی گھلاوٹ تھی۔

" سلیمان کہہ رہا تھا کہ تم ماڈل گرلز کی تلاش میں شہر گئے ہو "۔ دوسری طرف سے جولیا نے سخت لہجے میں پوچھا۔

" ہاں لیکن مت پوچھو جولیا کیا حشر ہوا ہے میرا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے حسن کی فیکٹری ہی بند کر دی ہے۔ سارے شہر کی گرلز دیکھ لیں لیکن کوئی ایسی نظر ہی نہ آئی جسے ماڈل کہا جا سکے۔ اب سلیمان نے بتایا ہے تو میرا اپنی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا ہے کہ خواہ مخواہ شہر میں خوار ہوتا پھرا۔ ماڈل تو کیا سپر ماڈل ماشاء اللہ پہلے سے موجود ہے "۔ عمران

نے اور زیادہ شیریں لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"کس کی بات کر رہے ہو"....... جولیا کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر یہ فقرہ کہا ہے۔

"ہے ایک محترمہ اس کا نام ہے جولیانا فٹر واٹر۔ جانتی ہو اسے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پتہ ہے ماڈل گرل کسے کہتے ہیں"....... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں بالکل جانتا ہوں۔ ایسی خاتون جو ہر لحاظ سے ماڈل ہو۔ بالکل ماڈل"....... عمران نے کہا۔

"ہوٹل میں ڈریس شو ہو رہا ہے سمجھے۔ مقابلہ حسن نہیں ہو رہا"...... جولیا نے مصنوعی غصے بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے ڈریس شو کا تو صرف نام ہی ہوتا ہے۔ اصل تو مقابلہ حسن ہی ہوتا ہے۔ ورنہ جس قسم کے لباس ان خواتین نے پہن رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے لباس ڈیزائن کرنے کے لئے کسی مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ عام سے ٹیلر ماسٹروں کے اناڑی شاگرد ان سے اچھے ڈریس ڈیزائن کر سکتے ہیں۔ پھر تم تیار ہو۔ سنا ہے بہت بھاری انعام ہے اول آنے والے کے لئے اور مجھے یقین ہے کہ میرا ڈیزائن کردہ ڈریس ہی اول آئے گا۔ کیونکہ اسے تم نے پہن رکھا ہوگا"....... عمران نے کہا۔

"کون سا ڈریس"...... جولیا کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ کون سا مسئلہ ہے۔ جو ڈریس تمہیں خود اچھا لگتا ہو پہن

لینا"....... عمران نے جواب دیا اور جولیا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اس کی ہنسی میں مسرت کی جو بے ساختہ لہر تھی اسے محسوس کر کے عمران نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے تم بھی ہمارے ساتھ آج فنکشن دیکھنے چل رہے ہو"....... جولیا نے کہا۔

"فنکشن کس فنکشن کی بات کر رہی ہو۔ کہیں اپنے رقیب روسفید کی منگنی وغیرہ تو نہیں ہو رہی۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو میں شہر سے دس بارہ آدمی گھیر کر ساتھ لے جاؤں گا تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کا ارادہ بدل جائے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈریس شو کی بات کر رہی ہوں۔ آج کل فراغت ہے۔ اس لئے ہم سب نے مل کر یہی فیصلہ کیا کہ فنکشن دیکھا جائے۔ پھر چیف سے اجازت بھی لے لی گئی ہے۔ لیکن مسئلہ سیٹوں کا ہے۔ سیٹیں صرف آٹھ ملی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے تمہارے لئے تو سیٹ کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تم اس کا خود انتظام کر لو گے"....... جولیا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"آٹھ سیٹیں مل گئی ہیں۔ میں نے تو سنا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے بکنگ مکمل ہو گئی تھی"....... عمران نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"صفدر کا کوئی دوست وہاں منیجر ہے۔ اس نے کیا ہے انتظام۔ صفدر نے تو بہت کوشش کی کہ نو سیٹیں مل جائیں لیکن منیجر نے

معذرت کر لی"...... جولیا نے کہا۔

" چلو ایسا کرتے ہیں کہ تنویر کو ڈراپ کر دیتے ہیں ۔ پھر تو میں ایڈجسٹ ہو جاؤں گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اس نے تمہیں گولی مار دینے سے بھی گریز نہیں کرنا۔ وہی تو اس سارے پلان میں سب سے آگے آگے تھا"...... جولیا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

" پھر تو مشکل ہے مس جولیا۔ آج فنکشن ہے آج میں کیسے سیٹ حاصل کروں گا اور پھر اگر سیٹ ملی بھی سہی تو تم سے دور ملے گی ۔ وہاں اکیلا بیٹھ کر میں کیا کروں گا چلو کوئی بات نہیں تم سب دیکھ آؤ فنکشن میرا کیا ہے ۔ میں باہر کھڑا رہ کر آنے جانے والوں کو دیکھتا رہوں گا"...... عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

" کیا مطلب کیا تم ایک سیٹ کا بھی بندوبست نہیں کر سکتے ۔ علیحدہ سیٹ کی فکر مت کرو وہاں ایڈجسٹمنٹ ہو جایا کرتی ہے"۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" تم خود سوچو جولیا۔ آج کہاں سے سیٹ ملے گی ۔ جب مینیجر نے نویں سیٹ دینے سے معذرت کر لی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی کوئی سیٹ نہیں ہوگی ۔ اب تو صرف ایک ہی چانس ہے کہ تم سٹیج پر پہنچ جاؤ اور میں تمہاری سیٹ پر بیٹھ جاؤں"...... عمران نے جواب دیا۔

" سنو تم نے ہمارے ساتھ فنکشن پر جانا ہے اور بس ۔ اب سیٹ تم کیسے حاصل کرتے ہو ۔ یہ تمہارا مسئلہ ہے ۔ سمجھے"...... جولیا نے

تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" لیکن اب ایک سیٹ کے لئے تو کسی کی منت کرتے مجھے شرم آئے گی ۔ دس بارہ سیٹوں کی بات ہوتی تو علیحدہ بات تھی"۔ عمران نے جواب دیا۔

" دس بارہ سیٹیں ۔ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ ایک سیٹ نہیں مل سکتی اب دس بارہ کی بات کر رہے ہو"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" وہ دراصل ہوٹل عالیشان کا جو انچارج باورچی ہے ناں وہ اپنے آغا سلیمان پاشا کا شاگرد ہے ۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ ایک آدھ سیٹ کا اسے کہہ دے لیکن وہ بگڑ گیا کہ یہ اس کی بے عزتی ہے ۔ کم از کم دس سیٹوں کی تو بات کر سکتا ہے"...... عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

" دس ہوں یا بارہ بہر حال تم نے ساتھ جانا ہے ۔ تم تیار رہنا ہم تمہیں تمہارے فلیٹ سے لے لیں گے"...... دوسری طرف سے جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا ۔ عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا ۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ ارشد حسین سے دس سیٹیں ریزرو کرا لیں ۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے ۔

"ہوٹل عالیشان"...... دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی ۔

" مینیجر صولت مند خان سے بات کرائیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ دوسری طرف وہی محترمہ تھیں جو پہلے عام

شہری کے الفاظ سے الرجک ہو رہی تھی۔

" آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں"....... دوسری طرف سے حسب توقع پوچھا گیا۔

" صاحب نہیں عام شہری بات کر رہا ہوں۔ جس روز عام شہری صاحب ہونے لگ گئے اس روز اس ملک کی تقدیر ہی بدل جائے گی"....... عمران نے جواب دیا۔

" اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ میں بات کراتی ہوں"....... دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور عمران مسکرا دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ استقبالیہ لڑکی کو معلوم ہے کہ عام شہری ہوٹل کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین ارشد حسین کا بھتیجا ہے۔

" ہیلو صولت مند خان بول رہا ہوں"....... چند لمحوں بعد ایک کڑک دار آواز سنائی دی۔

"آپ تو واقعی اسم با مسمیٰ ہیں۔ یعنی جیسا آپ کا نام ہے ویسے ہی آپ ہیں۔ ماشاء اللہ کیا آواز میں کیا صولت ہے کہ آواز سن کر ہی دل کانپ اٹھتا ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا۔ کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"....... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صولت کا معنی رعب دبدبہ وقار ہی ہوتا ہے ناں اور آپ کی آواز میں بھی یہ ساری خصوصیات موجود ہیں"....... عمران نے جواب دیا تو دوسری طرف سے چند لمحے خاموشی طاری رہی۔

" آپ کی تعریف کا شکریہ۔ فرمایئے"....... دوسری طرف سے اس بار لہجہ خود بخود نرم ہو گیا تھا اور عمران مسکرا دیا۔

" آپ کی صولت مطلب ہے رعب دبدبے کو دیکھ کر اب ہم جیسے عام شہری بھلا کیسے فرما سکتے ہیں۔ ہم تو عرض ہی کر سکتے ہیں"۔ عمران نے جواب دیا۔

" عام شہری کیا مطلب۔ آپ کون صاحب ہیں۔ مجھے تو بتایا گیا ہے کہ ارشد صاحب کے بھتیجے بات کرنا چاہتے ہیں"....... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

" ارشد صاحب کے بھتیجے کیا عام شہری نہیں ہو سکتے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" جی۔ جی۔ بالکل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اتنی مہربانی ضرور کیجئے کہ آج فنکشن ہے اور میں اس قدر مصروف ہوں کہ عام شہری تو کیا خاص شہری کو بھی زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر آپ کل فون کریں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ جتنی دیر آپ جی چاہے باتیں کرتے رہیں میں سنتا رہوں گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اچھا واقعی آپ کی مصروفیت کا احساس کرتے ہوئے آج آپ کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ میرا نام علی عمران ہے"....... عمران نے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ ہاں ارشد صاحب نے مجھے فون کر دیا تھا۔ آپ کے لئے دس سیٹیں خصوصی طور پر لگا دی جائیں گی"....... صولت مند خان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے کہ ارشد صاحب تو چیئرمین تھے ۔ان سے کم سیٹیں طلب کرنا ان کی توہین تھی ۔جب کہ آپ منیجر ہیں اور وہ بھی صولت مند منیجر اس لئے آپ سے بات کی جا سکتی ہے کہ آپ صرف ایک سیٹ میرے لئے رکھ دیں ۔کافی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے جناب شکریہ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"واقعی مصروف ہے بیچارہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی ۔

"جی صاحب"...... دوسرے لمحے سلیمان نے دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ آواز سے ہی عمران کے موڈ کو پہچان گیا تھا۔

"اگر تم ڈریس شو دیکھنا چاہتے ہو تو مجھے بتا دو"...... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈریس شو دیکھ کر کیا کروں گا صاحب روز سڑکوں پر شو دیکھتا رہتا ہوں"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"اوکے پھر رات کا میرے لئے کھانا تیار نہ کرنا"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے صاحب کل کے ناشتے کے بارے میں کیا خیال ہے"۔ سلیمان نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کل کا ناشتہ ۔اس کا کیا تعلق"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"حفظ ماتقدم کے طور پر پوچھا ہے ۔بہرحال آپ ڈریس شو دیکھنے جا رہے ہیں"...... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا وہ سلیمان کی گہری بات سمجھ گیا تھا۔

"فکر نہ کرو میں رات کو ہی واپس آ جاؤں گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو"...... سلیمان نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا اور عمران ایک بار پھر اس کے اس فقرے پر ہنس کر رہ گیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی ارباب نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس"....... ارباب نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"ارجمند بول رہا ہوں جناب"....... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے"....... ارباب نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں کہا۔

"باس ایک اہم ترین اطلاع ملی ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا ہے"....... ارباب کا لہجہ اسی طرح سپاٹ تھا۔

"باس ہوٹل عالیشان میں آج رات ڈریس شو کا فنکشن ہے اور اطلاع یہ ہے کہ اس دوران انتہائی خوفناک دھماکے کا بندوبست کیا جا رہا ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو ارباب بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو"....... ارباب نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے اس اطلاع پر یقین نہ آیا ہو۔

"میں درست کہہ رہا ہوں باس اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے کیونکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ نے بھی اس فنکشن کے لئے سیٹیں ریزرو کرائی ہیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں نے تو کرائی ہوئی ہیں لیکن وہاں تو سینکڑوں افراد ہوں گے۔ یہ تو قتل عام ہوگا۔ پوری تفصیل بتاؤ"....... ارباب نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تفصیل کا علم نہیں ہو سکا باس۔ ابھی ابھی مجھے ایک مبہم سی اطلاع ملی ہے کہ ہوٹل کے ایک ویٹر نے ایک ایسے آدمی سے خفیہ ملاقات کی ہے۔ جو بم بلاسٹ کے سلسلے میں پولیس کو مطلوب تھا اور اس آدمی نے اس ویٹر کو ایک پیکٹ دیا ہے۔ جس پر جان بچانے والی ادویات لکھا ہوا تھا"....... ارجمند نے کہا۔

"تو اس سے تم نے یہ بات کیسے سمجھ لی کہ وہاں بم بلاسٹ ہوگا"۔ ارباب نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس کچھ عرصہ پہلے کمیٹی چوک پر جو بم بلاسٹ ہوا تھا اس کی تحقیقات کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ یہ ایک ایسے پیکٹ میں رکھا گیا تھا جس پر جان بچانے والی ادویات چھپا ہوا تھا"۔ ارجمند نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ آدمی کون ہے جس نے یہ پیکٹ دیا ہے اور ویٹر کون

ہے"...... ارباب نے پوچھا۔

"آدمی کے بارے میں تو معلوم ہو گیا ہے اس کا نام سیف ہے۔ وہ
اس سلسلے میں معروف آدمی نیامت کا خاص آدمی ہے۔ البتہ ڈیڑ کے
بارے میں معلومات نہیں مل سکیں"...... ارجمند نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تو یہ اطلاع پولیس اور ہوٹل انتظامیہ کو پہنچا دینی
چاہیئے"...... ارباب نے کہا۔

"میں نے آپ کو فون کرنے سے پہلے ہوٹل کے منیجر کو گمنام کال
کی تھی لیکن اس نے میری بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا
کہ انہوں نے ہر قسم کے حفاظتی انتظامات کر لئے ہیں"...... ارجمند
نے جواب دیا۔

"پولیس بھی یہی جواب دے گی۔ یہاں کی پولیس جرم کو روکنے کی
طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ جرم ہونے کے بعد بھاگ دوڑ کرتی ہے۔
بہرحال ٹھیک ہے اس اطلاع کا شکریہ"...... ارباب نے کہا اور رسیور
رکھ دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور لیلیٰ اندر داخل ہوئی۔

"کیا ہوا یہ تمہارے چہرے سے اطمینان کا میک اپ کہاں غائب
ہو گیا ہے"...... لیلیٰ نے کہا۔

"اطمینان کا میک اپ"...... ارباب نے چونک کر کہا۔

"ظاہر ہے تم مردوں کا اصل چہرہ تو ہوتا ہے۔ پریشان۔ دباؤ کا شکار
بس تم لوگ اطمینان اور سکون کا میک اپ کر لیتے ہو"...... لیلیٰ نے
منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوتا تو نہیں۔ لیکن اس وقت واقعی ایسا ہی بن گیا ہو گا۔ کیونکہ
مجھے تمہارے چہرے پر ابھرنے والے ان تاثرات کا احساس ہو رہا ہے جو
ابھی میری بات پر سامنے آئیں گے"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"کیا مطلب۔ کہیں بیٹھے بیٹھے تمہاری کوئی ذہنی رگ تو کام نہیں
چھوڑ گئی"...... لیلیٰ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تم ایک رگ کی بات کر رہی ہو مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے
جیسے پورا دماغ ہی کام چھوڑ گیا ہو"...... ارباب نے جواب دیا۔

"آخر ہوا کیا ہے۔ تم یہ اپنی سسپنس پھیلانے والی عادت ختم
نہیں کر سکتے"...... لیلیٰ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے ہوٹل عالیشان میں آج کے فنکشن کے لئے ریزرو کرائی
گئیں سیٹیں کینسل کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے"...... ارباب نے
جواب دیا تو لیلیٰ بے اختیار اچھل پڑی۔

"اوہ۔ اوہ تو کیا واقعی دماغ میں خرابی پیدا ہو چکی ہے۔ کسی ماہر
نفسیات کو فون کروں"...... لیلیٰ نے کہا۔

"ارجمند نے ابھی اطلاع دی ہے کہ ہوٹل عالیشان کے آج رات
کے فنکشن میں بم بلاسٹنگ کا پلان بنایا جا رہا ہے اور میں نہیں چاہتا
کہ تمہارے جسم کو ہزاروں لاکھوں ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھوں۔
کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے بم رکھنے کے لئے تمہاری کرسی ہی
منتخب کرنی ہے۔ کیونکہ تم کرسی کو حرکت ہی نہ دے سکو گی"۔

ارباب نے جواب دیا۔

" ارجمند نے اطلاع دی ہے۔ وہ تو انتہائی باخبر آدمی ہے۔ پھر تو تمہیں ہوٹل انتظامیہ اور پولیس کو فوری اطلاع کرنی چاہئے۔ یہ تو قتل عام ہوگا"...... لیلیٰ نے کہا۔

" ارجمند نے ہوٹل والوں کو فون کیا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر لفٹ نہیں کرائی کہ انہوں نے مکمل حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں اور پولیس کے بارے میں ہمیں پہلے ہی کافی تلخ تجربے ہو چکے ہیں"...... ارباب نے جواب دیا۔

" لیکن اس طرح خاموش بیٹھ جانا بھی تو ظلم ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہئے"...... لیلیٰ نے کہا۔

" تم بتاؤ کیا کروں"...... ارباب نے کہا تو لیلیٰ بے اختیار چونک پڑی۔

" عمران کو فون کرو۔ اگر اسے تمہاری بات پر یقین آگیا تو وہ لازماً کچھ نہ کچھ کرے گا"...... لیلیٰ نے کہا تو ارباب بھی چونک پڑا۔

" ہاں واقعی تم نے ٹھیک کہا ہے۔ بعض اوقات واقعی خواتین کا ذہن خلاف توقع کام کرنے لگ جاتا ہے"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" حقیر فقیر پر تقصیر۔ ہیچ مدان۔ بندہ نادان علی عمران ولد سر عبدالرحمان کا ایک باورچی ہے آغا سلیمان۔ جو کرتا رہتا ہے پریشان۔

جی فرمایئے مہربان"...... رابطہ ہوتے ہی عمران کی زبان پوری روانی سے شروع ہو گئی تھی اور ارباب اور لاؤڈر پر اس کی باتیں سننے والی لیلیٰ دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

" ارباب بول رہا ہوں عمران صاحب آپ جس سپیڈ سے بات کرتے ہیں اس سے تو مجھے شک پڑتا ہے کہ کہیں آپ کے منہ میں نہ ہو عورتوں والی زبان"...... ارباب نے بھی آخر میں قافیہ ملا دیا تھا اور اس بار دوسری طرف سے عمران کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

" بڑی عقل مندانہ بات کر گئے ہو نادان"...... عمران نے جواب دیا اور ارباب بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

" میرا خیال ہے۔ عمران صاحب اب یہ قافیہ بندی ختم ہو جانی چاہئے کیونکہ جو خبر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ انتہائی وحشت انگیز ہے"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ایسا کون سا ٹوٹ پڑا ہے آسمان"...... دوسری طرف سے عمران نے کہا تو ارباب ایک بار پھر ہنس پڑا۔

" آپ کو تو واقعی شاعر ہونا چاہئے تھا۔ ہوٹل عالیشان میں آج رات فنکشن ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہاں بم بلاسٹ کرنے کا پلان بنایا جا رہا ہے۔ انتظامیہ اور پولیس دونوں ہی اس پر یقین نہیں کر رہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو فون کر کے بتا دوں"...... ارباب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" کس نے دی ہے تمہیں یہ خبر پریشان"...... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ کو بھی یقین نہیں آیا۔ او کے۔ آپ کی مرضی میں نے بہرحال اپنا فرض ادا کر دیا ہے"...... ارباب نے کہا اور اس کے ساتھ اس نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ شخص سنجیدہ ہی نہیں ہوتا"...... ارباب نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے عمران کے اس غیر سنجیدہ رویے پر خاصی مایوسی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ لیلیٰ کوئی جواب دیتی۔ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"...... ارباب نے حسب عادت رسیور اٹھا کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میری کسی سیاست دان سے بات ہو رہی ہے"...... دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ آپ نے کیسے اندازہ لگا لیا عمران صاحب"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عقلمندوں کا قول ہے اور یہ عقلمند بھی عجیب ہوتے ہیں۔ ہر وقت قول ہی بناتے رہتے ہیں۔ بہرحال قول یہ ہے کہ جو عورت یس کہے وہ عورت نہیں اور جو سیاست دان نو کہے وہ سیاست دان نہیں ہو سکتا"...... عمران نے جواب دیا اور ارباب بے اختیار ہنس پڑا۔

"قول تو واقعی درست ہے"...... ارباب نے جواب دیا۔

"اگر قول درست ہے تو پھر تم نے فون کیوں بند کر دیا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"اس لئے کہ اس قدر بھیانک خبر سن کر بھی آپ سنجیدہ نہیں

ہوئے۔ اس پر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ آپ کو میری اس بات پر یقین نہیں آیا"...... ارباب نے جواب دیا۔

"تم گرین کارڈ کے سربراہ ہو۔ تمہاری بات پر کسے یقین نہیں آئے گا۔ لیکن میں نے تو اس خبر کی تفصیل پوچھی تھی۔ کیونکہ اتنا مجھے بھی معلوم ہے کہ ہوٹل انتظامیہ اور سپیشل پولیس دونوں نے اس فنکشن کے لئے خصوصی انتظامات کیے ہوئے ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے میرے ایک انتہائی بااعتماد آدمی نے اطلاع دی ہے"۔ ارباب نے کہا اور پھر اس نے ارجمند سے ہونے والی اپنی ساری بات دوہرا دی۔

"اس آدمی سیف کے بارے میں تمہارا مخبر جانتا ہو گا۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات کیا ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"لیکن اس وقت ہمیں کتے کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اپنا کان سنبھالنا چاہئے۔ وہ آدمی جب تک ملے گا تب تک تو شاید وہاں دھماکہ بھی ہو چکا ہو"...... ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دھماکہ نہیں ہو گا۔ یہ تو میری طرف سے گارنٹی سمجھو کیونکہ اب تمہاری اطلاع کے بعد میں سنٹرل انٹیلی جنس میں اپنے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کو خبردار کر دوں گا اور وہ وہاں ایسی مشینری نصب کر دے گا جس کے بعد کوئی بھی باوردی بم فائر نہ ہو سکے گا۔ لیکن اس آدمی کا سراغ لگایا جانا ضروری ہے"...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے

میں کہا۔

"اوہ پھر ٹھیک ہے۔ میں معلومات کر کے آپ کو بتا دوں گا"۔ ارباب نے کہا اور دوسری طرف سے عمران نے خدا حافظ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا تو ارباب نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

"اب تو فنکشن دیکھا جا سکتا ہے"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں یہ رسک نہیں لے سکتی اور نہ تمہیں وہاں جانے دوں گی"...... لیلیٰ نے جواب دیا۔

"لیکن اب تو عمران نے دھماکہ نہ ہونے کی گارنٹی دے دی ہے"...... ارباب نے کہا۔

"دیتا رہے۔ بس میں نے کہہ دیا ہے کہ رسک نہیں لیا جا سکتا اور بس یہ فائنل ہے"...... لیلیٰ نے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"اب میں تریاہٹ کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے۔ ایسے ہی سہی"...... ارباب نے مسکراتے ہوئے کہا لیلیٰ کوئی جواب دیئے بغیر خاموشی سے کمرے سے باہر چلی گئی تو ارباب نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"راجہ ٹریڈنگ کارپوریشن"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ارجمند صاحب سے بات کرائیں میں ان کا دوست بول رہا ہوں"...... ارباب نے نرم لہجے میں کہا۔

"یس سر ہولڈ آن کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے ارجمند کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ارجمند بول رہا ہوں"...... ارجمند کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"ارباب بول رہا ہوں۔ فون محفوظ کر لو"...... ارباب نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر ہو گیا"...... دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب دیا گیا۔

"بم بلاسٹ کے سلسلے میں تم نے جس آدمی سیف کا ذکر کیا تھا۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات مہیا کر سکتے ہو"...... ارباب نے کہا۔

"جی ہاں اگر کوشش کی جائے تو مل تو سکتی ہیں۔ لیکن تفصیلات تو مل سکتی ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا"۔ ارجمند نے جواب دیا۔

"جو تفصیلات مہیا ہو سکیں وہ معلوم کر کے مجھے فون پر بتاؤ"۔ ارباب نے کہا۔

"اس بم بلاسٹ کے سلسلے میں آپ کے کہنے پر میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر بھی کال کی تھی لیکن انہوں نے بھی کوئی لفٹ نہیں کرائی"...... ارجمند نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی فکر مت کرو میں نے اس کا بندوبست کرا دیا ہے۔ اب وہاں دھماکہ نہیں ہوگا لیکن اس تنظیم کو ٹریس کرنا ضروری ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں بک کر لیا گیا ہے"....... ارباب نے کہا۔

"پوری تنظیم کو لیکن"....... ارجمند نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"پوری تنظیم کو نہیں اس سیف کے بارے میں تفصیلات کے حصول کی بکنگ ہوئی ہے۔ باقی کام وہ لوگ خود کر لیں گے"۔ ارباب نے کہا۔

"یس سر ٹھیک ہے۔ میں معلومات حاصل کرتا ہوں"۔ ارجمند نے کہا۔

"مکمل تفصیلات معلوم کرو۔ تمہارا معاوضہ تمہیں پہنچ جائے گا"۔ ارباب نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور ارباب نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔ اس نے جان بوجھ کر معاوضے کی بات کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک ارجمند کو معاوضہ نہیں ملے گا وہ درست طور پر کام نہیں کرے گا اور ظاہر ہے یہ معاوضہ وہ خود ادا کرے گا۔ اب وہ عمران سے تو معاوضہ مانگنے سے رہا۔

عمران نے جیسے ہی میز پر رکھے ہوئے اخبارات میں سے ایک اخبار اٹھایا وہ بری طرح اچھل پڑا۔ اخبار دو انتہائی خوفناک بم دھماکوں اور اس سے ہلاک ہونے والے افراد کی چیختی چنگھاڑتی خبروں سے بھرا ہوا تھا۔

"دو دھماکے ویری بیڈ"....... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے خبر کی تفصیلات پڑھنی شروع کر دیں۔ تفصیل پڑھنے کے بعد اس نے اخبار واپس میز پر رکھ دیا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ ناشتہ لے آیا تھا۔

"خیریت صاحب"....... سلیمان نے عمران کا چہرہ دیکھتے ہی پریشان سے لہجے میں کہا۔

"شہر میں دو بم بلاسٹ ہوئے ہیں اور بے شمار افراد ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔ ایک بم ریلوے اسٹیشن پر اس وقت بلاسٹ ہوا ہے جب

ایک ایکسپریس ٹرین آنے والی تھی اور لوگوں کا ریلوے اسٹیشن پر ہجوم تھا اور دوسرا بم ایک رہائشی بلڈنگ کے اندر بلاسٹ ہوا ہے۔ دونوں جگہوں پر کافی لوگ شہید اور بے شمار زخمی ہوئے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"اوہ یہ تو واقعی انتہائی افسوسناک خبر ہے"....... سلیمان نے ناشتے کا سامان میز پر لگاتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ لے جاؤ۔ میرا دل نہیں چاہ رہا"....... عمران نے کہا۔

"آپ ناشتہ کر لیں۔ ناشتہ نہ کرنے سے ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ جن کے ساتھ یہ ٹریجڈی ہو چکی ہے۔ البتہ ناشتہ کر لینے کے بعد آپ ان کے خلاف زیادہ تندہی سے کام کر سکیں گے"۔ سلیمان نے بڑے بزرگانہ انداز میں عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"....... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر سلیمان کے واپس جانے کے بعد اس نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ناشتہ کر نہیں کر رہا بلکہ زہر مار کر رہا ہے۔

"میں ان بدبختوں کو وہ عبرت ناک سزا دوں گا کہ ان کی نسلیں بھی صدیوں روتی رہیں گی"....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ان دھماکوں کی تفصیلات پڑھ کر اسے واقعی بے حد شاک پہنچا تھا کیونکہ ان دھماکوں سے بے گناہ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ رات وہ سیکرٹ سروس کے ممبران کے ساتھ ڈریس شو کے فنکشن پر گیا تھا۔

ارباب کے فون ملنے پر اس نے وزارت داخلہ کے سیکرٹری کو یہ بتا دیا تھا کہ اس ہوٹل میں فنکشن کے دوران بم بلاسٹ کئے جانے کی اطلاعات ملی ہیں۔ اس لئے وہ سپیشل بم ڈیٹکٹر مشین بھجوا کر نہ صرف اس بم کو ٹریس کرائیں بلکہ وہاں ایسی خصوصی مشینری بھی نصب کرا دیں کہ جس کی موجودگی میں بم بلاسٹ نہ ہو سکے اور پھر شام کو وہاں جانے سے پہلے اس نے اس کے بارے میں باقاعدہ رپورٹ بھی حاصل کر لی تھی۔ رپورٹ کے مطابق ہوٹل کے ہال میں ایک گملے کے اندر سے ایک انتہائی طاقتور وائرلیس کنٹرول بم کا سراغ لگا لیا گیا تھا اور خصوصی ماہرین نے اسے ناکارہ کر دیا تھا۔ گو ہوٹل میں بم بلاسٹ کا سن کر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح وہ صدیقی کو دوبارہ اس جانی کے اڈے پر بھیجے گا۔ کیونکہ جانی نے انہیں اس لعل خان کی آمد کا جو دن بتایا تھا یہ کارروائی اس سے پہلے کیسے ہو گئی۔ لیکن یہ بات تو اس کے تصور میں بھی نہ تھی کہ اس طرح دو بم بلاسٹ ہو جائیں گے۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لباس تبدیل کر کے جب وہ باہر آیا تو سلیمان خالی برتن لے جا چکا تھا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں طاہر۔ تم نے رات دارالحکومت میں دو بم بلاسٹ ہونے کی خبریں تو پڑھ لی ہوں گی"....... عمران نے انتہائی

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں عمران صاحب مجھے یہ سب کچھ پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا ہے"....... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ سیکرٹری وزارت داخلہ کو کال کر کے ان سے معلوم کرو کہ جو بم رات ہوٹل عالیشان سے ٹریس ہوا ہے وہ کہاں کا ساختہ ہے اور جو بم بلاسٹ ہوئے ہیں۔ان کے ٹکڑوں کا بھی تجزیہ کیا گیا ہوگا۔کیا یہ سب ایک ہی ملک کے ہیں یا علیحدہ علیحدہ ملکوں کے ساختہ ہیں"....... عمران نے کہا۔

"ہوٹل علیشان سے بم ٹریس ہوا ہے"....... بلیک زیرو نے بری طرح چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ اس خبر کو پڑھنے کے بعد یقیناً میرے ذہن پر بھی اثر ہو گیا ہے۔ تمہیں تو میں تفصیل بتانا ہی بھول گیا تھا"....... عمران نے کہا اور پھر اس نے ارباب کے فون کرنے اور پھر بطور ایکسٹو سیکرٹری وزارت داخلہ کو کال کرنے اور پھر ان سے بم کے ٹریس ہونے کی رپورٹ سمیت ساری تفصیل بتا دی۔

"آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کارروائی دو علیحدہ علیحدہ گروپوں کی ہے یا ایک ہی گروپ کی ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے کہ یہاں ایک سے زیادہ گروپ کام کر رہے ہوں"....... عمران نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس سلسلے میں سیکرٹ سروس کو استعمال کرنا چاہتے

ہیں"....... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"نہیں فور سٹارز کام کرے گی"....... عمران نے جواب دیا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ارباب کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں۔ تم نے دو بم بلاسٹ ہونے کی خبریں تو پڑھ لی ہوں گی"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں خبریں تو ابھی پڑھی ہیں۔لیکن اطلاع مجھے رات کو ہی مل گئی تھی"....... ارباب نے جواب دیا۔اس کا لہجہ بھی بے حد سنجیدہ تھا۔

"اس آدمی سیف کے بارے میں کچھ پتہ چلا"....... عمران نے کہا۔

"جی ہاں اس کی لاش تھانہ کینٹ میں پڑی ہوئی ہے۔اسے رات کو ہی ہوٹل بہار میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔وہ اس ہوٹل کے ایک کمرے میں رہائش پذیر تھا۔صبح اس کی لاش کمرے سے دستیاب ہوئی ہے"....... ارباب نے جواب دیا۔

"کیا اس کا تعلق دارالحکومت سے باہر کسی علاقے سے تھا جو وہ ہوٹل میں رہ رہا تھا"....... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ وہ پہلے دارالحکومت کے ایک محلے آریا آباد میں اپنے بیوی بچوں سمیت ایک کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ایک مل میں اسسٹنٹ سٹور کیپر تھا۔کچھ عرصہ پہلے جب بم بلاسٹنگ کی وارداتیں ہوئیں تو پولیس نے اسے بھی گرفتار کیا تھا۔کیونکہ مل کے

سٹور میں ایک دیسی ساخت کا بم ملا تھا جو پولیس انکوائری کے مطابق اس آدمی نے وہاں رکھا تھا۔ پولیس نے ایک دو روز اسے اپنی تحویل میں رکھا پھر بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے وہ مکان چھوڑ دیا اور مل کی ملازمت سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ اس کے بعد کافی عرصہ تک اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ کل وہ پہلی بار ہوٹل عالیشان میں سامنے آیا اور اسے وہاں ایک چوکیدار نے پہچانا تھا۔ یہ چوکیدار پہلے پولیس میں تھا اور وہاں سے ریٹائر ہو کر یہاں ہوٹل میں بطور چوکیدار بھرتی ہوا تھا۔ اس چوکیدار نے اس کا ذکر ایک سپروائزر سے کیا۔ وہاں سے میرے آدمی کو اطلاع ملی اور اس نے مجھے اطلاع دی۔ آپ کے کہنے پر میں نے اس کی مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لئے اپنے آدمیوں کو کہہ دیا تو آج انہیں اطلاع ملی کہ اس کی لاش تھانے پہنچ چکی ہے۔ باقی معلومات پولیس تھانے سے حاصل ہوئی ہیں"۔ ارباب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس چوکیدار کا کیا نام ہے۔ جس نے اسے پہچانا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کا نام الفت خان ہے"...... ارباب نے جواب دیا۔

"او کے شکریہ"...... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"صدیقی بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں صدیقی"...... عمران نے کہا۔

"اوہ عمران صاحب یہ بم بلاسٹنگ تو ہو بھی گئی۔ اکٹھے دو دھماکے ہوئے ہیں"...... صدیقی نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں میں نے پڑھ لی ہیں خبریں۔ تم ایسا کرو کہ خاور اور چوہان دونوں کو جانی کے ڈیرے پر بھیجو اور وہاں سے اسے اغوا کر کے یہاں رانا ہاؤس پہنچوا دو اور تم خود ہوٹل عالیشان جاؤ۔ وہاں ایک چوکیدار ہے الفت خان۔ اگر وہ ڈیوٹی پر ہو تو اسے اپنے ساتھ رانا ہاؤس لے آؤ اور اگر وہ ڈیوٹی پر نہ ہو تو اس کے گھر کا پتہ کر کے وہاں سے اسے لے آؤ لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ الفت خان مجرم نہیں ہے بلکہ اس سے میں نے اس بم بلاسٹنگ گروہ سے تعلق رکھنے والے ایک آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں اس لئے اس پر کسی قسم کے تشدد کی ضرورت نہیں ہے۔ سپیشل کارڈ دکھا کر ساتھ لے آنا"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا"...... دوسری طرف سے صدیقی نے جواب دیا اور عمران نے کریڈل دبایا اور ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ٹائیگر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ عمران کو معلوم تھا کہ ٹائیگر کافی دیر بعد اپنے ہوٹل سے نکلتا ہے اس لئے اس نے ہوٹل فون کیا تھا ورنہ وہ اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ کرتا۔

"عمران بول رہا ہوں"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کینٹ کے علاقے میں کوئی ہوٹل ہے۔ ہوٹل بہار۔ وہاں کے ایک کمرے میں رات ایک آدمی سیف نامی کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ اس کی لاش اس وقت تھانہ کینٹ میں موجود ہے۔ تم نے اس کے کمرے کی تلاشی لینی ہے اور اس کے بارے میں مزید معلومات بھی حاصل کرنی ہیں۔ اس آدمی کا تعلق بم بلاسٹنگ گروہ سے تھا"۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ رات ہونے والے دھماکوں کے بارے میں انکوائری کر رہے ہیں"....... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ ان دھماکوں کا بھی اس انکوائری سے کوئی رابطہ ہو جائے۔ لیکن اس آدمی نے رات ہوٹل عالیشان میں بم بلاسٹ کرنے کی کوشش کی تھی جس کی اطلاع پہلے مل گئی اور بم کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ رات کو اسے کسی نے اس کے کمرے میں گولی مار دی ہے"....... عمران نے ٹائیگر کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یس باس میں معلومات حاصل کرتا ہوں"....... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا اور عمران نے رسیور رکھ دیا اور پھر سلیمان کو بلا کر اس نے بتایا کہ وہ رانا ہاؤس جا رہا ہے۔ وہ دروازہ بند کر لے اور فلیٹ سے نکل کر اس نے اپنی کار گیراج سے نکالی اور رانا ہاؤس کی طرف بڑھ گیا۔

"ماسٹر آپ نے اخبار دیکھا ہے۔ دو خوفناک دھماکے ہوئے ہیں۔ کافی لوگ مرے اور زخمی ہوئے ہیں۔ کیا حکومت ان مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی"....... جوانا نے عمران کے رانا ہاؤس میں پہنچتے ہی کہا۔

"حکومت تو اپنے انداز میں کارروائی کرتی رہتی ہے۔ لیکن اب حالات واقعی بہت خراب ہو چکے ہیں اور یہ یقیناً کسی ملک دشمن ایجنسی کا ہی کام ہے۔ اس لئے اب اس سلسلے میں ہمیں خود کچھ کرنا پڑے گا"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور جا کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔

"ماسٹر آپ مجھے بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں ان ذلیل لوگوں کی روحوں کو بھی باہر نکال لاؤں گا"....... جوانا نے کہا جو اس کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا تھا۔

"جب تمہاری ضرورت پڑے گی تو تمہیں بھی اس کارروائی میں شریک کر لیا جائے گا۔ ابھی صدیقی ایک آدمی کو لے کر آئے گا۔ تم اسے اس آدمی سمیت یہیں لے آنا"....... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا اور جوانا سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"....... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب۔ ان بموں کے بارے میں معلومات ملی ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں ابھی رپورٹ ملی ہے۔ جو بم ہوٹل عالیشان میں ناکارہ کیا گیا ہے اور جن دو بموں کے ٹکڑے دھماکوں والی جگہوں سے اکٹھے کئے گئے ہیں یہ تینوں بم ایک ہی ساخت اور ایک ہی طاقت کے ہیں۔ یہ تینوں بم ماہرین کے مطابق کافرستان میڈ ہیں"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے اسی مخصوص لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد صدیقی ایک ادھیڑ عمر آدمی سمیت اندر داخل ہوا۔ اس ادھیڑ عمر آدمی کے چہرے پر خوف وہراس موجود تھا۔

"یہ اپنے مکان پر تھا وہاں سے اسے لے آیا ہوں"...... صدیقی نے اندر آکر ساتھ موجود ادھیڑ عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ تم ملزم نہیں ہو۔ صرف تم سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔ آج جو دو بم دھماکے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں سپیشل پولیس تحقیقات کر رہی ہے اور تم جانتے ہو کہ ان دھماکوں میں کس قدر بے گناہ لوگ مرے اور زخمی ہوئے ہیں اس لئے اس بارے میں امداد و تعاون نیکی بھی ہے اور حب الوطنی بھی"...... عمران نے اس ادھیڑ عمر آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب جو کچھ میں جانتا ہوں وہ ضرور بتاؤں گا"...... ادھیڑ عمر آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ"...... عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے صدیقی کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ آدمی سامنے والی کرسی پر بڑے مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

"تمہارا نام الفت خان ہے۔ تم پولیس سے ریٹائر ہو کر اب ہوٹل عالیشان میں چوکیدار ہو اور تم نے ایک شخص سیف کو ایک ویٹر کو ایک ڈبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ اس سیف کے بارے میں تم نے اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا کہ اس سیف کا تعلق بم دھماکے کرنے والے کسی شخص نیامت سے ہے۔ میں درست کہہ رہا ہوں ناں"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ واقعی درست کہہ رہے ہیں لیکن میں نے تو پولیس کو یہ بیان نہیں دیا پھر آپ کو کیسے علم ہو گیا"...... الفت خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اس کے چہرے پر بھی حیرت تھی۔

"تم ان باتوں کو چھوڑو اور جو کچھ میں نے پوچھا ہے وہ بتاؤ"۔ عمران نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔ کچھ عرصہ پہلے جب دھماکے ہوئے تھے تو میں اس وقت پولیس میں تھا۔ ہمارے تھانے کی حدود میں ایک دھماکہ ہوا تھا اس لئے ہمارا تھانہ اس سلسلے میں تفتیش کر رہا تھا۔ پھر ایس ایچ او صاحب کو کہیں سے مخبری ہوئی کہ ایک آدمی نیامت اس دھماکے میں ملوث ہے۔ یہ نیامت غلہ منڈی میں کسی آڑھتی کا منشی تھا۔ جب کہ یہ سیف وہاں پلے دار کے طور پر کام کرتا تھا۔ دونوں اکٹھے ہی رہتے

تھے ۔ ایس ایچ او نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور جب ان دونوں پر
تھرڈ ڈگری استعمال کی گئی تو ان دونوں نے ہی قبول کر لیا کہ وہ اس
دھماکے میں ملوث ہیں ۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ ان سے مزید کوئی
تفتیش ہوتی ۔ اچانک آئی جی پولیس صاحب کا فون آیا اور انہوں نے
ان دونوں کو اپنے دفتر میں طلب کر لیا ۔ ایس ۔ ایچ ۔ او صاحب ان
دونوں کو لے کر وہاں جا رہے تھے کہ راستے میں ان کی گاڑی پر حملہ ہوا
ایس ۔ ایچ ۔ او صاحب اور ان کے ساتھ دو پولیس کے سپاہی ہلاک کر
دیئے گئے اور یہ دونوں مجرم غائب ہو گئے ۔ اس سلسلے میں بڑی
انکوائریاں ہوئیں لیکن نہ ہی حملہ آوروں کے بارے میں علم ہو سکا اور
نہ یہ دونوں ہاتھ آئے ۔ یہ انکوائری ختم ہو گئی ۔ میں ریٹائر ہو گیا اور
میں نے ہوٹل عالیشان میں چوکیداری شروع کر دی ۔ وہاں میں نے
پہلی بار اس آدمی کو دیکھا اس کی شکل بالکل اس سیف سے ملتی تھی ۔
لیکن اس کے جسم پر انتہائی قیمتی لباس تھا اور وہ ایک گاڑی میں آیا تھا ۔
ایک ویٹر اس سے ملا اور میں نے اس آدمی کو کار میں سے ایک ڈبہ
اٹھا کر اس ویٹر کو دیتے ہوئے دیکھا پھر یہ آدمی کار میں بیٹھ کر چلا گیا ۔
چونکہ وہ شخص جسے پولیس نے پکڑا تھا ایک غریب سا پلے دار تھا جب
کہ یہ امیر آدمی تھا اور اس کے پاس کار تھی ۔ اس لئے میں نے اپنے
ساتھیوں کو بتایا کہ اس آدمی کی شکل بالکل سیف سے ملتی ہے ۔ لیکن
ہو سکتا ہے کہ شکل ہی ملتی ہو ۔ بس جناب یہ ہے ساری بات " ۔ الفت
خان نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ۔

" تم نے اس گاڑی کا نمبر نوٹ کیا تھا " .... عمران نے پوچھا ۔
" نہیں جناب مجھے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی " ۔
الفت خان نے جواب دیا ۔
" اچھا اس نیامت کا حلیہ تو تمہیں یاد ہو گا " .... عمران نے پوچھا
" جی ہاں " .... الفت خان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس
نے تفصیل سے حلیہ بتانا شروع کر دیا ۔
" لیکن اس حلیے کے تو ہزاروں لاکھوں افراد ہوں گے ۔ الفت خان
کوئی خاص بات بتاؤ جس سے اسے پہچانا جا سکے " .... عمران نے کہا ۔
" خاص بات ۔ خاص بات تو مجھے معلوم نہیں ہے ۔ اوہ ۔ اوہ ایک
منٹ ۔ ہاں ہاں ، مجھے یاد آگیا ہے ۔ اس کے بائیں ہاتھ کے درمیانی انگلی
کے ساتھ ایک اور چھوٹی سی انگلی بھی جڑی ہوئی تھی ۔ بس یہی خاص
بات مجھے یاد آئی ہے " .... الفت خان نے جواب دیا ۔
" او کے ۔ اب تم جا سکتے ہو اور سنو ان باتوں کا کسی کو علم نہ
ہونے دینا ورنہ جو لوگ اتنے منظم انداز میں دھماکوں کی کارروائی کر
سکتے ہیں وہ تمہیں بھی آسانی سے راستے سے ہٹا دیں گے اور یہ بھی سن
لو کہ اس سیف کو بھی رات اس کے ہوٹل کے کمرے میں گولی مار کر
ہلاک کر دیا گیا ہے " .... عمران نے کہا تو الفت خان کے چہرے پر
یکلخت انتہائی خوف کے تاثرات ابھر آئے ۔
" اوہ ۔ اوہ ۔ پھر تو یہ بات ان تک پہنچ گئی ہو گی کہ میں نے اسے
پہچان لیا تھا ۔ اس لئے اسے مارا گیا ہو گا ۔ پھر تو ...... " الفت خان نے

کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری وجہ سے اسے نہیں مارا گیا۔ اسے اس لئے ہلاک کیا گیا ہے کہ اس کا مشن ناکام ہو گیا تھا"...... عمران نے اسے حوصلہ دلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میں تو غریب آدمی ہوں اور میرے بچے تو ابھی کالج میں پڑھ رہے ہیں"...... الفت خان نے کہا۔ وہ واقعی بے حد پریشان ہو گیا تھا۔

"یہ لو یہ رقم رکھ لو یہ میری طرف سے تحفہ سمجھ لو اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلاؤ اور گھبراؤ نہیں۔ بس اپنی زبان بند رکھنا"...... عمران نے جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر الفت خان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مگر یہ تو بہت ہیں"...... الفت خان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم رزق حلال کمانے والے آدمی ہو اور وہ بھی پولیس سروس میں رہ کر ورنہ ریٹائر ہونے کے بعد تمہیں چوکیداری نہ کرنی پڑتی۔ ایسے آدمی کی خدمت ہم پر فرض ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو الفت خان نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹوں کی گڈی جیب میں رکھی۔

"بے حد شکریہ جناب اس سے نجانے میرے کتنے گھمبیر مسائل حل ہو جائیں گے۔ خدا آپ کو اس کی جزا دے گا"...... الفت خان نے

مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے کسی ٹیکسی میں بٹھا آؤ"...... عمران نے صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں چلا جاؤں گا جناب"...... الفت خان نے کہا۔

"آؤ میں تمہیں باہر چھوڑ آؤں"...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ الفت خان کو ساتھ لئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔

"یہ نیامت ہی اصل آدمی ہو گا عمران صاحب لیکن اب اسے کہاں تلاش کیا جائے"...... صدیقی نے واپس آکر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کا ملنا اب محال ہے۔ کیونکہ دو دھماکے کرنے کے بعد یہ آدمی یہاں ہرگز نہ ٹھہرا ہو گا۔ ایسے لوگ فوراً انڈر گراؤنڈ ہو جاتے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر اب کیا کیا جائے کہاں سے کام کا آغاز کیا جائے"۔ صدیقی نے کہا۔

"اگر یہ جانی مل جائے تو شاید اس سے کوئی ایسا کلیو حاصل ہو جائے جس پر کام کیا جا سکتا ہو ورنہ تو ہم اس وقت مکمل اندھیرے میں ہیں"...... عمران نے کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا۔ میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"رانا ہاؤس"...... عمران نے کہا۔

"باس میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ میں نے فلیٹ فون کیا تھا وہاں سے سلیمان نے بتایا ہے کہ آپ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ سیف کو ہلاک کرنے والے آدمی کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے وہ ایک پیشہ ور قاتل جامو ہے۔ استاد جامو۔ وہ اسی کینٹ کے علاقے میں واقع ہوٹل تھری سٹار میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ ویسے میں نے سیف کے کمرے کی تلاشی لی ہے لیکن وہاں سے کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی"....... ٹائیگر نے کہا۔

"استاد جامو کو تلاش کیا ہے تم نے"....... عمران نے پوچھا۔

"اس کے دو چار اڈے تو مجھے معلوم ہیں۔ میں نے وہاں سے فون پر تو معلومات کی ہیں وہاں وہ نہیں ہے۔ اب اس کا ایک خاص اڈہ چارلی بار ہے۔ وہاں مجھے خود جانا پڑے گا"....... ٹائیگر نے کہا۔

"چارلی بار وہ کہاں ہے"....... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"احسن روڈ سے ایک کچی آبادی کو راستہ جاتا ہے۔ اس کچی آبادی کے اندر یہ بار بنا ہوا ہے۔ خفیہ بار ہے۔ خاص خاص لوگ ہی اندر جاتے ہیں۔ باہر بظاہر چائے کا ایک عام سا ہوٹل بنا ہوا ہے"۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اکیلے اسے اغوا کر سکتے ہو"....... عمران نے پوچھا۔

"وہ میرا واقف تو نہیں ہے۔ ویسے عام سا غنڈہ ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو زبردستی اسے مار پیٹ کر لے آ سکتا ہوں"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ وہاں جا کر معلوم کرو اگر وہ وہاں موجود ہے تو پھر

مجھے ٹرانسمیٹر پر اطلاع کر دو۔ میں خود وہیں آ جاؤں گا۔ اس سے وہیں ضروری پوچھ گچھ کر لی جائے گی"....... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"ٹائیگر نے اچھا کلیو تلاش کر لیا ہے۔ اگر یہ آدمی ہاتھ لگ جائے تو اس سے کام آگے تو بڑھایا جا سکتا ہے"....... صدیقی نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً پون گھنٹے بعد جوزف اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا۔

"آپ کی کال ہے باس"....... جوزف نے ٹرانسمیٹر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی مخصوص آوازیں نکل رہی تھیں۔ عمران نے بٹن دبا دیا۔

"ہیلو عمران بول رہا ہوں اوور"....... عمران نے کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس میں نے معلوم کر لیا ہے استاد جامو بار میں موجود ہے۔ اب آپ جیسے حکم دیں اوور"....... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا۔

"یہ بار کہاں ہے۔ اس کا تفصیل سے پتہ بتاؤ اوور"....... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ٹائیگر نے تفصیل بتا دی۔

"او کے۔ میں آ رہا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ احسن روڈ پر جہاں سے کچی آبادی کو راستہ جاتا ہے وہاں ملو۔ اوور اینڈ آل"....... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے جوزف کے ہاتھ میں دے دیا اور خود اٹھ

کھڑا ہوا۔

"آؤ صدیقی اور جوزف جوانا کو بھیجو۔ تم یہیں رہو گے"۔ عمران نے صدیقی کے ساتھ ساتھ جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"....... جوزف نے کہا اور عمران صدیقی کو ساتھ لئے کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں کار میں بیٹھے رانا ہاؤس سے نکل کر احسن روڈ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ عمران نے اپنی سپورٹس کار اور صدیقی کی کار وہیں رانا ہاؤس میں ہی چھوڑ دی تھی اور وہ اس وقت جوانا کی سیاہ رنگ کی انتہائی طاقتور انجن والی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوانا تھا جب کہ سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا اور صدیقی عقبی سیٹ پر موجود تھا۔ کار خاصی تیز رفتاری سے آگے جانے والی کاروں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"یہ ناراک کی سڑکیں نہیں ہیں مسٹر جوانا۔ پاکیشیائی سڑکیں ہیں اس لئے اس پر اس قدر تیز رفتاری خطرناک بھی ہو سکتی ہے"۔ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صدیقی نے اچانک مسکراتے ہوئے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ناک ہو گی تو خطرہ پیش آسکتا ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"مسٹر صدیقی یہ تو میں انتہائی کم رفتار سے کار چلا رہا ہوں۔ آپ اس رفتار پر ہی گھبرا رہے ہیں"....... جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں گھبرا نہیں رہا۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہاں کے ڈرائیور تمہاری اس سپیڈ کے عادی نہیں ہیں۔ اس لئے کہیں کار کا شور سن کر گھبرا کر خود ہی آگے نہ آ جائیں"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں کسی کو آگے آنے سے تو نہیں روک سکتا۔ جب آئے گا پھر دیکھیں گے"....... جوانا نے جواب دیا۔

"اور اگر ٹریفک پولیس بیچاری آگے آ گئی تو"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اس کی ٹریفک کنٹرول کرنے کی مصیبت سے ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ جائے گی"....... جوانا نے جواب دیا اور عمران ہنس پڑا۔

جوانا خاصی مہارت سے کار چلاتا ہوا بہرحال احسن روڈ پر پہنچ گیا۔ عمران نے اس روڈ کے آغاز میں ہی اسے وہ جگہ بتا دی تھی جہاں ٹائیگر نے موجود ہونا تھا اس لئے جوانا نے کار کی رفتار خاصی کم کر دی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں سڑک کی سائیڈ پر ایک کار کے ساتھ کھڑا ٹائیگر نظر آ گیا۔ جوانا نے اس کے قریب جا کر کار روک دی۔

"اپنی کار یہیں رہنے دو اور ہمارے ساتھ آ جاؤ"....... عمران نے فرنٹ سیٹ سے اتر کر ٹائیگر سے کہا اور پھر صدیقی کے ساتھ عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا سائیڈ سیٹ پر عمران کی جگہ بیٹھ گیا اور پھر اس نے جوانا کو راستہ بتانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جوانا کی کار اس کچی آبادی کے دھول اڑاتے تنگ راستے پر آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"بس یہیں ایک طرف روک دو۔ اس سے آگے تمہاری یہ جہازی سائز کی کار نہ جائے گی"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوانا نے بھی مسکراتے ہوئے ایک سائیڈ پر کار روک دی اور وہ سب کار سے نیچے اتر آئے۔

"اس استاد جامو کا حلیہ کیا ہے"...... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"خاصا لمبے چوڑے جسم کا مالک ہے۔ سیاہ رنگ کی گھنی داڑھی اور گھنی مونچھیں ہیں۔ دائیں گال پر زخم کا لمبا سا نشان ہے۔ سر پر سرخ رنگ کی ٹوپی پہنتا ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تم نے سن لیا جوانا اور اس آدمی سے ہم نے وہیں پوچھ گچھ کرنی ہے اور یہ بار خفیہ ہے اس کا مطلب ہے کہ وہاں اس جیسے غنڈے اور بدمعاش ہی موجود ہوں گے"...... عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ماسٹر۔ جیسے آپ چاہیں گے ویسے ہی ہو گا"...... جوانا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر ان سے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ اس وقت ایک کچی اور تنگ سی گلی سے گزر رہے تھے۔ ارد گرد کچے پکے اور ٹیڑھے میڑھے سے مکانات تھے۔ جن کے مکین انہیں بڑی حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے ان سے بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چائے کے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔

"یہ سامنے جو پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اس سے راستہ آگے جاتا ہے اور آگے

بار ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"آؤ"...... عمران نے کہا اور چائے خانے میں داخل ہو گیا۔

"جناب فرمایئے جناب۔ کیا بات ہے جناب"...... چائے خانے کے ادھیڑ عمر مالک نے اٹھ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا اچھل کر ایک طرف دیوار سے جا ٹکرایا۔

"خاموش رہو۔ اب اگر تمہاری آواز نکلی تو گردن توڑ دوں گا"۔ جوانا نے اسے بازو سے پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا تھا اور یہ اس کا دیا ہوا دھکا تھا جس کی وجہ سے چائے خانے کا مالک اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ پردہ ہٹا کر وہ اندر داخل ہوئے یہ ایک تنگ سا راستہ تھا جو آگے جا کر گھوم گیا تھا اور پھر ایک اور دروازہ نظر آنے لگا جس کے باہر ایک ٹھوس جسم کا نوجوان کھڑا تھا۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو آتا دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

"آپ آپ کون ہیں۔ ادھر تو پردہ دار مکان ہے"۔ اس نوجوان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمیں استاد جامو سے ملنا ہے"...... عمران نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے بند دروازے پر لات ماری تو کیواڑ ایک دھماکے سے کھل گئے اور عمران اپنے ساتھیوں سمیت اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا لیکن اس کی دیواریں بھی کچی تھیں اور فرش بھی۔ وہاں ہوٹل کی طرح میزیں رکھی ہوئی تھیں جن کی سائیڈوں پر کرسیاں

تھیں۔ ایک طرف باقاعدہ ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک پھیلے ہوئے جسم کا پہلوان نما آدمی کھڑا تھا۔ میزوں پر غنڈے اور بدمعاش ٹائپ کے افراد موجود تھے۔ ہال نما کمرہ گھٹیا شراب کی تیز بو اور منشیات کے گاڑھے اور مکروہ دھویں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں موجود سب افراد یکلخت چونک کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ عمران کی نظریں استاد جامو کو تلاش کر رہی تھیں اور پھر وہ ایک کونے والی میز پر بیٹھا ہوا نظر آ گیا۔ اس کے ساتھ دو اور آدمی تھے بظاہر خاصے تن و توش کا مالک لگ رہا تھا۔

"آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں"....... کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر پہلوان نما آدمی نے تیزی سے عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہم استاد جامو سے ملنے آئے ہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور استاد جامو اپنا نام سن کر بے اختیار چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے کون ہو تم میں تو تمہیں نہیں جانتا"....... استاد جامو نے ہاتھ سے کرسی ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اس کے لہجے میں درشتی تھی۔

"جب تعارف ہو گا تو جان جاؤ گے"....... عمران نے کہا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ استاد جامو کی وجہ سے وہ کاؤنٹر والا پہلوان بھی رک گیا تھا اور باقی لوگ بھی خاموش بیٹھے رہے تھے۔

"میرا نام علی عمران ہے استاد جامو اور یہ میرے ساتھی ہیں"۔

عمران نے قریب جا کر استاد جامو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تو پھر"....... استاد جامو نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو گھوما اور استاد جامو بری طرح چیختا ہوا اچھل کر سائیڈ میز کے گرد بیٹھے ہوئے افراد پر جا گرا۔

"اسے سنبھالو جوانا"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ اس کے ریوالور نکالتے ہی دوسرے ساتھیوں نے بھی ریوالور نکال لئے تھے۔ جب کہ جوانا کسی بھوکے عقاب کی طرح نیچے گر کر اٹھتے ہوئے استاد جامو پر جھپٹ پڑا اور دوسرے لمحے استاد جامو کے حلق سے ایک بار پھر انتہائی کربناک چیخ نکلی اور وہ ہوا میں اڑتا ہوا ایک طرف موجود کاؤنٹر پر ایک زور دار دھماکے سے جا گرا۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو گولیوں سے اڑا دیا جائے گا"....... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے پے درپے دو دھماکے ہوئے اور دو غنڈے نما آدمی چیختے ہوئے تڑپ کر نیچے گرے اور بری طرح تڑپنے لگے۔ ان کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور جا گرے تھے۔

"نکل جاؤ سب یہاں سے ورنہ"....... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور ابھی اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ صدیقی نے فائر کیا اور پہلوان نما کاؤنٹر مین بری طرح چیختا ہوا ہاتھ پکڑ کر دوہرا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سے ایک پستول نکل کر دور جا گرا تھا۔

"اب اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو گولی سینے پر پڑے گی۔ نکل جاؤ یہاں سے" .... صدیقی نے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہاں موجود سب لوگ میزیں کرسیاں گراتے اس طرح باہر کو لپکے جیسے ان پر کوئی قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ جب کہ جوانا نے استاد جامو کو گردن سے پکڑ کر فضا میں اٹھایا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھوما اور استاد جامو کے منہ سے دانت اس طرح نکل کر باہر آگرے جیسے پھلجڑیاں چھوٹتی ہیں اور استاد جامو کا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔ جوانا نے اسے نیچے زمین پر پٹخ دیا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ ہال نما کمرہ خالی ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ وہ کاؤنٹر پر کھڑا آدمی بھی غائب ہو گیا تھا۔ جب کہ وہ دونوں بھی جن پر عمران نے گولیاں چلائی تھیں دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ کیونکہ گولیاں ان کے ہاتھوں پر ہی پڑی تھیں۔

"اب باہر جا کر خیال رکھو تاکہ اس استاد جامو سے اطمینان سے پوچھ گچھ ہو سکے" .... عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور سوائے جوانا کے صدیقی اور ٹائیگر دونوں تیزی سے باہر کو لپک گئے۔

"اسے ہوش میں لے آؤ اور کرسی پر بٹھا دو" .... عمران نے جوانا سے کہا اور جوانا نے جھک کر ایک بار پھر استاد جامو کو گردن سے پکڑ کر فضا میں اٹھایا اور اس کے زخمی گال پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ دوسرے ہی تھپڑ پر استاد جامو چیختا ہوا ہوش میں آیا تو جوانا اسے ایک کرسی پر پٹخ دیا۔

"سنو استاد جامو تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑی جا سکتی ہے تم نے نمونہ تو بہرحال دیکھ لیا ہے۔ لیکن ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تم اگر ہمیں یہ بتا دو کہ سیف کو قتل کرنے کے لئے تمہیں کس نے کہا تھا تو ہم تمہیں زندہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ ماسٹر نے۔ ماسٹر احسان نے۔ کلیاں والے بازار میں ہوٹل گرین کے مالک نے۔ اس نے مجھے اس کام کے لئے بیس ہزار روپے دیئے تھے" .... استاد جامو نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ کافرستان سے ہے یا کسی اور ملک سے" .... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ بس اتنا معلوم ہے کہ وہ اسلحے کا دھندہ کرتا ہے اس کا پورا گروہ ہے" .... استاد جامو نے جواب دیا۔

"یہ بہرحال ایک انسان کا قاتل ہے۔ اس لئے فنش کر دو"۔ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ استاد جامو سمجھتا۔ جوانا کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے استاد جامو کی گردن پر پڑی تو استاد جامو چیختا ہوا نیچے گرا۔ اس کی گردن جوانا کی ایک ہی ضرب سے ٹوٹ گئی تھی۔ نیچے گر کر وہ چند لمحے تڑپتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

"اس کی جیبوں کی تلاشی لو" .... عمران نے کہا تو جوانا نے جھک کر اس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ درمیانے نوٹوں کی ایک گڈی لے کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑا سا چاقو بھی

تھا۔

"یہ نوٹ ہیں اس کی جیب میں یا یہ چاقو ہے"....... جوانا نے کہا۔

"چاقو پھینک دو اور نوٹ رکھ لو ۔یہ کسی غریب کے کام آئیں گے"....... عمران نے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ باہر دروازے پر موجود نوجوان بھی موجود نہ تھا اور نہ ہی چائے خانے میں کوئی آدمی تھا وہ سب بھاگ گئے تھے ۔البتہ گلی کے دوسرے سرے پر چند افراد کھڑے نظر آ رہے تھے ۔لیکن وہ عام سے غریب لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

"کلیاں والا بازار جانتے ہو کہاں ہے"....... عمران نے باہر نکل کر ٹائیگر سے پوچھا۔

"جی ہاں ساجن روڈ کے دائیں ہاتھ پر جو بازار نکلتا ہے اسے کلیاں والا بازار کہا جاتا ہے"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے ۔پھر وہیں چلو اس بازار میں کوئی ہوٹل گرین ہے اس کے مالک سراج نے اسے سیف کے قتل کی ٹپ دی تھی"....... عمران نے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ دوبارہ گلیوں میں سے گزرتے ہوئے واپس اسی جگہ کی طرف بڑھتے چلے گئے جہاں ان کی کار موجود تھی جو لوگ اس خفیہ بار میں موجود تھے نہ وہ دوبارہ دکھائی دیئے تھے اور نہ اس کا مالک اور نہ ہی کسی اور آدمی نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اس لئے وہ خاموشی سے چلتے ہوئے کار تک پہنچے اور چند لمحوں بعد جوانا نے کار کو موڑا اور ایک بار پھر وہ کچے راستے پر دھول اڑاتے مین روڈ کی

طرف بڑھ گئے ۔مین روڈ پر جہاں ٹائیگر کی کار موجود تھی جوانا نے کار روک دی۔

"ٹائیگر تم کار لے کر آگے چلو جوانا تمہاری رہنمائی میں چلے گا"۔ عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کار سے نیچے اترا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔چند لمحوں بعد دونوں کاریں آگے پیچھے چلتی ہوئیں کلیاں والے بازار کی طرف بڑھتی چلی گئیں ۔ہوٹل گرین درمیانے درجے کا ہوٹل تھا ۔ عمارت تو پرانی تھی لیکن اس کا فرنیچر اور سازوسامان خاصا نیا اور جدید انداز کا تھا۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت ہال میں داخل ہوا تو وہاں ہال میں موجود افراد کی کثرت کاروباری لوگوں کی تھی ۔ایک طرف کاؤنٹر بنا ہوا تھا ۔جس پر ایک نوجوان پتلون قمیض پہنے کھڑا ہوا تھا۔

"ماسٹر احسان سے ملنا ہے"....... عمران نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا۔

"سوری جناب ۔وہ تو شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں ۔ان کی واپسی دو تین ہفتوں بعد ہو گی"....... نوجوان نے بڑے بااخلاق لہجے میں جواب دیا۔

"ہم نے بڑا سودا کرنا تھا۔لیکن اب مجبوری ہے ۔چلو کوئی اور پارٹی دیکھ لیتے ہیں"....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس مڑنے لگا۔

"آپ ۔آپ ۔ایک منٹ"....... نوجوان نے کہا تو عمران مڑ گیا۔

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں"....... نوجوان نے غور سے

عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساڈان سے۔ ہمارے پاس ماسٹر کے کام کا ایک بڑا آرڈر ہے۔ ہمیں ٹپ ملی تھی کہ ماسٹر اس بارے میں زیادہ بہتر ثابت ہو سکتا ہے اس لئے ہم یہاں آئے ہیں لیکن تم کہہ رہے ہو کہ وہ شہر سے باہر ہیں جب کہ ہمارا مسئلہ فوری نوعیت کا ہے کیونکہ جو پارٹی یہ مال حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اسے بے حد جلدی ہے۔ معاملات کیش ہو سکتے ہیں اور سودا کروڑوں کی مالیت کا ہے"...... عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"آپ ادھر دائیں طرف کمرے میں تشریف رکھیں میں معلوم کرتا ہوں کہ ماسٹر باہر گئے ہیں یا نہیں"...... نوجوان نے کہا۔

"ہمارے پاس یہ بیٹھنے بٹھانے کا وقت بھی نہیں ہے مسٹر۔ جو کچھ معلوم کرنا ہے فوراً کر لو"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو نوجوان نے کاؤنٹر کے نیچے سے ایک انٹرکام اٹھا کر اوپر میز پر رکھا اور اس کا رسیور اٹھا کر اس کا نمبر پریس کر دیا۔

"کاؤنٹر سے بول رہا ہوں اسلم۔ ماسٹر کہاں ہوں گے"۔ نوجوان نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں"...... نوجوان نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اس نے پاس پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"اسلم بول رہا ہوں ماسٹر"...... اسلم نے بات کرتے ہوئے کہا اور

پھر اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد اور اس سے ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔

"آپ کو ماسٹر کی ٹپ کس نے دی ہے جناب"...... نوجوان نے دوسری طرف سے بات سن کر عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"استاد جامو نے"...... عمران نے جواب دیا۔

"استاد جامو کا نام لے رہے ہیں جناب"...... نوجوان نے فون کے مائیک میں بولتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"...... دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ اس سڑک پر آگے چلے جائیں۔ تقریباً سو گز کے فاصلے پر ایک دکان ہے۔ احسان کارپوریشن باس وہاں موجود ہیں"۔ نوجوان نے رسیور رکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تھینک یو"...... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہوٹل سے باہر نکل کر آگے بڑھ گئے اور پھر احسان کارپوریشن پر پہنچنے میں انہیں دیر نہ لگی۔ وہاں الیکٹرونکس کا سامان فروخت کیا جا رہا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان موجود تھا۔

"ماسٹر احسان سے ملنا ہے۔ ابھی ہوٹل سے کاؤنٹر بوائے نے ان سے بات کی ہے"...... عمران نے کہا۔

"آیئے میرے ساتھ"...... نوجوان نے کہا اور دکان سے باہر نکل کر وہ سائیڈ کی ایک پتلی گلی میں داخل ہو گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس

نے ایک دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

"کون ہے"...... اندر سے آواز سنائی دی۔

"ہوٹل بے مہمان آئے ہیں۔پہلے فون پر بات ہو چکی ہے"۔ نوجوان نے کہا تو دروازہ کھل گیا۔

"جایئے جناب۔ماسٹر اندر موجود ہیں"...... نوجوان نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہوا اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی اندر داخل ہو گئے۔دروازے کی سائیڈ میں ایک مسلح نوجوان کھڑا تھا اور ایک پتلی سی گلی آگے جا رہی تھی جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا۔

"دروازہ کھلا ہوا ہے۔سیدھے چلے جایئے"...... مسلح نوجوان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ خاموشی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔گلی کے اختتام پر موجود بند دروازہ کھول کر وہ آگے بڑھا تو وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں تھا جس میں صوفے موجود تھے اور ایک صوفے پر ایک دبلا پتلا لومڑی کی شکل کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی لیکن اس کے جسم پر عام سا لباس تھا۔اس کے بال گھنگھریالے تھے وہ ادھیڑ عمر آدمی تھا اور چہرے مہرے سے عیار قسم کا کاروباری آدمی دکھائی دے رہا تھا۔اس نے سامنے میز پر شراب کی ایک بوتل اور ایک جام کے ساتھ ایک فون بھی رکھا ہوا تھا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں"...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے ماسٹر احسان کہتے ہیں۔آیئے بیٹھیے"...... اس آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر باہر کھڑے ہوئے صاحب کو سیٹ کر آؤ"...... عمران نے مڑ کر ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"کیا۔کیا مطلب۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... ماسٹر احسان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی مطلب بھی بتاتا ہوں ماسٹر احسان"...... عمران نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا بازو یکلخت گھوما اور ماسٹر احسان چیخ مار کر اچھلا اور دھماکے سے ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے صوفے پر جا گرا۔عمران کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔پھر صوفے سے پلٹ کر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔

"اس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے صوفے پر بٹھاؤ اور ہوش میں لے آؤ اس سے ذرا تفصیل سے بات کرنی پڑے گی"...... عمران نے صدیقی سے کہا تو صدیقی نے اپنی بیلٹ کھولی اور پھر فرش پر پڑے ہوئے ماسٹر احسان کی طرف بڑھ گیا۔اسی لمحے ٹائیگر بھی اندر داخل ہوا۔

"میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔صدیقی نے ماسٹر احسان کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے بیلٹ سے باندھے اور پھر اسے اٹھا کر صوفے پر ڈالا اور اس کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔عمران اس

کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔چند لمحوں بعد جب ماسٹر احسان کے
جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹالئے
چند لمحوں بعد جب ماسٹر احسان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو
صدیقی نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر بٹھا دیا۔

"تمہارا نام ماسٹر احسان ہے اور تم نے استاد جامو کو بیس ہزار
روپے دیئے تھے کہ وہ ہوٹل بہار میں سیف کو ہلاک کر دے"۔ عمران
نے اس کے ہوش میں آتے ہی سرد لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم۔ تم۔ کون ہو۔ یہ۔ یہ۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون استاد جامو۔
مم۔ میں تو کسی استاد جامو کو نہیں جانتا"....... ماسٹر احسان نے
ہکلاتے ہوئے کہا۔وہ چہرے سے انتہائی پریشان نظر آنے لگا تھا۔

"جوانا اس کی ایک آنکھ نکال دو"....... عمران نے ساتھ کھڑے
جوانا سے کہا اور دوسرے لمحے کمرہ ماسٹر احسان کی انتہائی کربناک چیخ
سے گونج اٹھا۔جوانا نے ایک لمحے کی دیر کئے بغیر اپنی نیزے جیسی انگلی
ماسٹر احسان کی آنکھ میں کافی اندر تک مار دی تھی۔ ماسٹر احسان
صوفے پر گرا اور پھر تڑپ کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اس کے حلق سے
مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں اور اس کا جسم اس بری طرح تڑپ رہا تھا
جیسے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی تڑپتی ہے اور پھر چند لمحوں بعد وہ ساکت ہو
گیا۔

"اسے اٹھا کر بٹھاؤ اور ہوش میں لے آؤ"....... عمران نے کہا تو
جوانا نے جھک کر اپنی انگلی پر لگا ہوا خون ماسٹر احسان کی قمیض سے

ن کیا اور پھر اسے بازو سے پکڑ کر دوبارہ صوفے پر پٹخا اور اس کے
تے ہی اس نے اس کے چہرے پر ہلکے ہلکے تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔
رے یا پانچ تھے تھپڑ پر ماسٹر احسان چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔اس کا چہرہ
یف کی شدت سے مسخ ہو گیا تھا۔ایک آنکھ سے خون اور خون آلود
ا بہہ کر نیچے ٹھوڑی تک آ گیا تھا۔جب کہ دوسری آنکھ تکلیف کی
ت سے سرخ ہو گئی تھی۔

"اب اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو دوسری آنکھ بھی
م ہو جائے گی سمجھے۔جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو"۔
ران نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم کون ہو"....... ماسٹر احسان نے کراہتے ہوئے کہا۔

"اس کا ایک بازو توڑ دو"....... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا۔

"رک جاؤ رک جاؤ میں بتاتا ہوں رک جاؤ۔ہاں ہاں تم ٹھیک کہہ
ہے ہو۔میں نے استاد جامو کو بیس ہزار روپے دیئے تھے تا کہ وہ سیف
کو گولی مار دے۔ میں نے دیئے تھے۔ میں نے دیئے تھے"....... ماسٹر
حسان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"کیوں"....... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم مجھے نیامت نے کہا تھا اس نے مجھے اس کے لئے
یک لاکھ روپے دیئے تھے"....... ماسٹر احسان نے کہا۔

"نیامت کون ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"وہ ایک پراسرار آدمی ہے۔ کبھی کبھار سامنے آتا ہے"۔ ماسٹر

احسان نے کہا۔

" نیامت نے کل رات دارالحکومت میں جو دو بم دھماکے کرائے ہیں کیا وہ بم تم نے اسے سپلائی کئے تھے"....... عمران نے کہا تو ماسٹر احسان بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کی اکلوتی سرخ آنکھ میں اور چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

" تم ۔ تمہیں ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے ۔ یہ ۔ یہ تو"...... ماسٹر احسان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کے دونوں بازو توڑ دو"....... عمران کا لہجہ پھر سرد ہو گیا تھا۔

" نہیں نہیں ۔ رک جاؤ ۔ میں بتاتا ہوں رک جاؤ ۔ مم ۔ مم نے اسے یہ بم سپلائی نہیں کئے تھے ۔ میں بموں کا کام نہیں کرتا ۔ یہ بم اسے راگو نے سپلائی کئے تھے"....... ماسٹر احسان نے چیختے ہوئے کہا۔

"راگو کون ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"اسلحے کا کافرستانی سمگلر ہے"....... ماسٹر احسان نے کہا۔

"کہاں ہوتا ہے یہ"....... عمران نے پوچھا۔

" وہ پاکیشیا میڈیکل کارپوریشن کا مینجنگ ڈائریکٹر ہے ۔ اس کارپوریشن کے دفاتر حسن بلڈنگ حسن روڈ پر ہیں"....... ماسٹر احسان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ بم اس نے سپلائی کئے تھے"۔ عمران نے پوچھا۔

" مجھے نیامت نے بتایا تھا وہ میرا دوست ہے ۔ گذشتہ بار بھی اس

نے بم دھماکے کئے تھے ۔ پھر وہ پکڑا گیا تو اس کے پراسرار باس نے اسے چھڑوا لیا۔ اس کے بعد وہ کسی محفوظ علاقے میں چلا گیا۔ اب اس کی واپسی ہوئی ہے"....... ماسٹر احسان نے جواب دیا۔

"سیف کو اس نے کیوں ہلاک کرایا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"ہوٹل عالیشان میں دھماکہ اس کے ذمے تھا لیکن وہ ناکام ہو گیا تھا"....... ماسٹر احسان نے جواب دیا۔

" نیامت اب کہاں ہے" ...... عمران نے پوچھا۔

" وہ دھماکوں کے بعد واپس اپنی پناہ گاہ پر چلا گیا ہے جس کا علم صرف اسی کو ہے اب وہ نجانے کب واپس آئے"....... ماسٹر احسان نے جواب دیا۔

" تم نے اس کے پراسرار باس کا ذکر کیا ہے"....... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں یہ دھماکے اس کا باس کراتا ہے ۔ لیکن وہ کبھی سامنے نہیں آیا۔ صرف اس کی کال آتی ہے اور بس ۔ نیامت نے مجھے خود بتایا تھا کہ اس نے بے حد کوشش کی لیکن اسے معلوم نہیں ہو سکا"....... ماسٹر احسان نے جواب دیا اور عمران نے سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس فیاض بول رہا ہوں"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی فیاض کی بڑی بارعب سی آواز سنائی دی۔

" عمران بول رہا ہوں فیاض"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ تم کیسے فون کیا"...... فیاض نے چونک کر اس بار سیدھے سادھے لہجے میں کہا۔

"رات کو جو بم دھماکے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں انٹیلی جنس بھی کچھ کر رہی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اوہ ہاں کیوں"...... فیاض نے چونکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن تم تو دفتر میں بیٹھے ہوئے ہو۔ کیا وہاں بیٹھے زائچہ نکال رہے ہو"...... عمران کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ ہوں سمجھے انسپکٹر یا سب انسپکٹر نہیں ہوں۔ انسپکٹر کام کر رہے ہیں۔ میں نے تو صرف سپروائز کرنا ہوتا ہے لیکن تم نے یہ سب باتیں کیوں کی ہیں"...... فیاض نے کہا۔

"اگر تم ایک ایسے آدمی کو گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ جو اسلحے کا سمگلر بھی ہے اور ان بم دھماکوں کے بارے میں بھی کافی کچھ جانتا ہے تو بات کرو"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ کہاں ہے وہ کون ہے وہ۔ جلدی بتاؤ"...... فیاض نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے یہاں کا محل وقوع تفصیل سے بتانا شروع کر دیا۔

"میں ابھی آ رہا ہوں"...... فیاض نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"جوانا باہر جاؤ اور فیاض کو یہاں لے آؤ"...... عمران نے جوانا سے کہا اور جوانا سر ہلاتا ہوا باہر کی طرف مڑ گیا۔

"سنو ماسٹر احسان۔ میں نے واقعی تم پر احسان کیا ہے تمہیں قانون کے حوالے کر رہا ہوں ورنہ تم جیسے آدمیوں کی کم سے کم سزا تو یہی ہے کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ علیحدہ کر دیا جائے"۔ عمران نے ماسٹر احسان سے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فیاض جوانا اور اپنے دو مسلح سپاہیوں سمیت اندر داخل ہوا۔

"کہاں ہے وہ آدمی اوہ یہ ہے"...... فیاض نے سامنے صوفے پر بندھے بیٹھے ماسٹر احسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور سنو میں اس لئے اسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں کہ تم نے اس سے سمگل شدہ اسلحے کی کھیپ بھی برآمد کرنی ہے اور اس کے گروپ کے افراد کی گرفتاریاں بھی کرنی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا۔ اب تو میں اس کی روح سے بھی سب کچھ اگلوا لوں گا"...... فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا اطمینان بتا رہا ہے کہ اسے یقین ہے کہ اس کے سرپرست اسے چھڑوا لیں گے۔ لیکن اگر تم نے اسے چھوڑا تو پھر اس کی بجائے تم اندھیری قبر میں اتر جاؤ گے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کی فکر مت کرو عمران میں ایسے آدمیوں کو چھوڑنے سے زیادہ بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ اسے چھوڑنے کا کہنے والے کے سینے میں گولی اتار دوں۔ یہ لوگ ملک دشمن ہیں اور ملک دشمنوں کے لئے میرے دل

میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے"...... فیاض نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا تو عمران نے اثبات میں سرہلادیا۔

"صدیقی تم اپنی بیلٹ کھول لو تاکہ اسے ہتھکڑی لگائی جاسکے"۔ عمران نے کہا اور صدیقی نے آگے بڑھ کر پہلے بازو سے پکڑ کر ماسٹر احسان کو کھڑا کیا اور پھر اس کے ہاتھوں پر بندھی ہوئی اپنی بیلٹ اتار لی تو ایک سپاہی نے ماسٹر احسان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی۔

"اس کے بارے میں کچھ تفصیل تو بتادو تاکہ ابتدائی کارروائی کا جاسکے"...... فیاض نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہاں سے قریب ہی احسان کارپوریشن ہے۔ یہ بھی اسی کی ہے اور یہاں سے کچھ فاصلے پر ہوٹل گرین ہے۔ یہ اس کا بھی مالک ہے۔ اسلحے کا سمگلر بھی ہے اور اس نے ایک آدمی استاد جامو کو بیس ہزار روپے دے کر کینٹ تھانے کے علاقے میں ہوٹل بہار کے ایک کمرے میں رہنے والے سیف نامی آدمی کو ہلاک کرایا ہے اور سیف کو اس لئے ہلاک کیا گیا ہے کہ گذشتہ رات ہوٹل عالیشان میں بم دھماکہ کرنے کی ذمہ داری اسے سونپی گئی تھی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ اوہ ٹھیک ہے بس تمہارے ڈیڈی کو ابتدائی طور پر مطمئن کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے"...... فیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب اس مکان سے اور پھر اس گلی سے نکل آئے۔ گلی کے سامنے فیاض کی سرکاری جیپ موجود تھی۔ اس نے ماسٹر احسان کو

جیپ پر سوار کرایا اور جیپ تیزی سے آگے بڑھا کر احسان کارپوریشن کی طرف لے گیا۔ جب کہ عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس ہوٹل گرین کی طرف بڑھ گیا جہاں جوانا کی کار موجود تھی۔

"اب کہاں جانا ہے ماسٹر"...... جوانا نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"حسن روڈ پر واقع حسن بلڈنگ وہاں اس راگو سے ملاقات کرنی ہے"...... عمران نے کہا اور جوانا نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کار آگے بڑھادی۔

لمبے قد اور چوڑے جسم کا ادھیڑ عمر آدمی جس کے جسم پر سیاہ رنگ کا سوٹ تھا۔ آرام کرسی پر نیم دراز ہاتھ میں شراب کا پیگ پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی کرسی کے بازو پر ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی بڑے انداز سے بیٹھی ہوئی تھی اور شراب کی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔

" بڑے عرصے بعد واپس آئے ہو ڈیئر"....... لڑکی نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں یورپ اور ایکریمیا میں بزنس ہی اتنا پھیلا ہوا ہے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا"....... اس آدمی نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ان دونوں کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی۔ اچانک سامنے میز پر پڑے ہوئے کارڈلیس فون کی مخصوص گھنٹی بج اٹھی اور اس آدمی کے اشارے پر اس لڑکی نے فون پیس اٹھایا

اور اس کا بٹن دبا دیا۔

"یس سلومی بول رہی ہوں"....... لڑکی نے اٹھلاتے ہوئے لہجے کہا۔

" کالو بول رہا ہوں۔ باس سے بات کراؤ"....... دوسری طرف سے ایک کرخت سی آواز سنائی دی اور اس آدمی نے ہاتھ بڑھا کر اس لڑکی سلومی کے ہاتھ سے فون پیس لے لیا۔

" یس"....... اس آدمی نے فون پیس لے کر انتہائی باوقار لہجے میں کہا۔

" کالو بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ اس بار خاصا نرم تھا۔

" کیا بات ہے"....... باس کا لہجہ کرخت ہو گیا۔

" باس ایک اہم خبر ہے۔ ماسٹر احسان اور اس کا پورا گروپ انٹیلی جنس کی تحویل میں ہے۔ اس کے اسلحے کے تمام گودام بھی پکڑے جا چکے ہیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو باس یکلخت چونک کر سیدھا ہو گیا۔

" کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے"....... باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لڑکی کو آنکھ کے اشارے سے جانے کا کہہ دیا۔ لڑکی خاموشی سے اٹھی اور بوتل میز پر رکھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

" ہاں اب بولو یہ سب کیسے ہوا۔ تفصیل سے بتاؤ"....... باس نے تیز لہجے میں کہا۔

" باس جہاں تک میں نے معلومات حاصل کی ہیں ۔ہوٹل گرین مین چار افراد آئے ۔انہوں نے کاونٹر پر موجود نوجوان کے سامنے اپنے آپ کو اسلحہ خریدنے والی بہت بڑی پارٹی ظاہر کیا اور ماسٹر احسان سے فوری ملاقات چاہی ۔انہوں نے استاد جامو کی ٹپ دی ۔اس آدمی نے ماسٹر احسان سے بات کی تو ماسٹر احسان نے انہیں اپنے دفتر پہنچنے کا کہہ دیا ۔یہ لوگ اس کے دفتر پہنچے ۔پھر اچانک وہاں سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض مسلح آدمیوں کے ساتھ پہنچ گیا اور اس کے بعد ماسٹر احسان کو ہتھکڑی لگا کر باہر لے آیا گیا ۔ پھر اس کے گروپ کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں اور ایک ہی رات میں ساری کارروائی مکمل کر لی گئی ۔اس کے اسلحے کے گودام بھی قبضہ میں لے لئے گئے اور اس کے تمام آدمیوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ یہ اطلاع بھی آپ کے لئے یقیناً اہم ہو گی کہ استاد جامو کو کچی آبادی والے خفیہ بار میں ہلاک کر دیا گیا ہے ۔وہاں بھی یہی چار افراد ہی پہنچے تھے "۔ کالو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

" اس کا مطلب ہے کہ یہ چار افراد انٹیلی جنس کے تھے اور وہ یقیناً اس سیف کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کرتے ہوئے ماسٹر احسان تک پہنچے ہوں گے "....... باس نے کہا ۔

" میں نے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں باس ۔ اس سے ایک نئی بات سامنے آئی ہے ۔ان میں سے ایک آدمی کا نام ٹائیگر ہے اور وہ دارالحکومت کا معروف بدمعاش ہے ۔ انتہائی اعلیٰ

حلقوں میں کام کرتا ہے اور اس کا بڑا رعب دبدبہ ہے جب کہ باقی افراد کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ان میں سے ایک کا نام علی عمران ہے اور وہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے اور ٹائیگر کا دوست ہے "....... کالو نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" اوہ پھر تو یہ کوئی کاروباری رقابت ہوئی ۔اس ٹائیگر اور ماسٹر احسان کے درمیان اور چونکہ وہ عمران سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے ۔اس لئے اس ٹائیگر نے اپنے اس دوست سے کہہ کر ماسٹر احسان کو انٹیلی جنس کے سپرد کرا دیا ہو گا "....... باس نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا ۔

" بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے باس "....... دوسری طرف سے کہا گیا ۔

" ماسٹر احسان کے سرپرست جبار نے اسے ابھی تک چھڑوایا نہیں ہے "....... باس نے کہا ۔

" یہی تو حیرت انگیز بات ہے باس کہ جبار کو بھی انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیا ہے "....... دوسری طرف سے کالو نے کہا تو باس ایک بار پھر چونک پڑا ۔

" جبار کو وہ کیسے وہ تو انتہائی اونچا آدمی ہے "....... باس کے لہجے میں ایسی حیرت تھی جیسے اسے کالو کی بات پر سرے سے یقین ہی نہ آیا ہو ۔

" یہی تو حیرت کی بات ہے باس جبار بھی اس وقت انٹیلی جنس کی تحویل میں ہے ۔اسکے سارے سفارشیوں نے زور لگا لیا ہے لیکن وہ نہ

جبار کو چھڑوا سکے ہیں اور نہ ماسٹر احسان کو"....... کالو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ اس کا مطلب ہے کہ آخر کار ماسٹر احسان کا ستارہ گردش میں آ ہی گیا۔ بہر حال آخر ایک روز ایسا تو ہونا ہی تھا"....... باس نے کہا۔

"لیکن باس اصل بات یہ ہے کہ اب ہمیں بھی اس سلسلے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے"....... کالو نے کہا۔

"ہمیں خطرہ وہ کیسے۔ ہمارا ماسٹر احسان سے براہ راست کیا تعلق ہو سکتا ہے"..... باس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آپ کو جس نے پٹاخے مہیا کئے تھے۔ وہاں بھی یہ لوگ پہنچ ہیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو باس بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو"....... باس نے چیختے ہوئے کہا۔

"یس باس یہ چاروں حسن بلڈنگ پہنچے اور انہوں نے راگو کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اب یہ راگو کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ملک سے باہر تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اب انٹیلی جنس اس کی رہائش گاہ کی نگرانی کر رہی ہو گی اور جیسے ہی وہ واپس آیا اسے گھیر لیا جائے گا"۔ کالو نے جواب دیا۔

"اوہ اگر یہ بات ہے تو پھر یہ بدمعاشوں کی آپس کی لڑائی نہیں ہے۔ راگو نے تو ہمیں پٹاخے مہیا کئے تھے اور ماسٹر احسان کو بھی اس کا علم تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ ہماری تلاش میں ہیں"...... باس

نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ یہی میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ اگر راگو قابو میں آ گیا تو پھر آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہو گا"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔ راگو کا تو میں بندوبست کرا دوں گا۔ وہ ان کے قابو میں نہیں آئے گا۔ لیکن ان لوگوں کے خلاف ہمیں بھی براہ راست کوئی اقدام کرنا چاہئے"....... باس نے کہا۔

"جو آپ حکم کریں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا تم اس ٹائیگر کو اغوا کرا سکتے ہو"....... باس نے کہا۔

"اغوا یا قتل باس"....... کالو نے پوچھا۔

"اغوا۔ اس لئے کہ میں اس سے اس سارے گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"....... باس نے کہا۔

"یس باس کوشش تو کی جا سکتی ہے" .. دوسری طرف سے کالو نے جواب دیا۔

"اپنی پوری تنظیم کو اس کام پر لگا دو اور مجھے فوری اطلاع کرو"....... باس نے کہا۔

"اسے اغوا کر کے کہاں پہنچانا ہو گا"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"بلیک ہاؤس۔ وہاں سے اس کی روح بھی نہ نکل سکے گی۔ باس نے کہا۔

"یس باس میں ابھی کام شروع کرا دیتا ہوں"..... دوسری طرف

سے کہا گیا اور باس نے بٹن دبا کر رابطہ آف کیا اور پھر تیزی سے بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس"....... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"نیامت بات کر رہا ہوں"....... باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"سپیشل فون پر بات کرو"....... دوسری طرف سے کرخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ نیامت نے بٹن آف کر کے فون پیس کو میز پر رکھا اور کرسی سے اٹھ کر وہ عقبی دیوار میں بنے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دوسری طرف کمرے میں آ گیا۔ یہاں دیوار میں ایک بڑا سا سیف موجود تھا جو نمبروں سے کھلتا تھا۔ نیامت نے مخصوص نمبر جوڑ کر اسے کھولا اور اس کے اندر رکھے ہوئے ایک سرخ رنگ کے فون پیس کو باہر نکالا اور اس کا بٹن آن کر کے اس نے اس کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس فون میں ایسا سسٹم تھا کہ اگر اسے راستے میں چیک کیا جاتا تو الفاظ سمجھ میں نہ آ سکتے تھے اس لئے اسے سپیشل فون کہا جاتا تھا۔

"یس آفتاب احمد بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی وہی سخت آواز سنائی دی

"نیامت بول رہا ہوں باس"....... نیامت نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے۔ جب میں نے تمہیں حکم دے دیا تھا کہ مجھ سے کسی قسم کا رابطہ نہ رکھنا تو تم نے کیوں کال کی ہے"۔

دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ انتہائی کرخت تھا۔

"مجبوری تھی باس۔ راگو تک انٹیلی جنس پہنچ چکی ہے لیکن راگو کافرستان گیا ہوا ہے۔ اس لئے اب وہ لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں جیسے ہی راگو آئے گا اسے چھاپ لیا جائے گا اور اس کے بعد آپ جانتے ہیں کہ کیا ہو گا۔ میں نے کال اس لئے کی ہے کہ آپ راگو کو نہ صرف واپس آنے سے منع کر دیں بلکہ اسے وہاں بھی خفیہ رکھیں۔ کیونکہ انٹیلی جنس کو اگر معلوم ہو گیا کہ راگو کافرستان میں ہے تو وہ وہاں سے بھی اسے گرفتار کر سکتی ہے"....... نیامت نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئی ہیں"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا تو نیامت نے کالو سے ہونے والی تمام بات چیت تفصیل سے بتا دی۔

"اوہ اوہ اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے تمہارے متعلق بھی معلومات حاصل کر لی ہوں گی کیونکہ ماسٹر احسان تمہارے متعلق اچھی طرح جانتا ہے"....... آفتاب احمد نے تیز لہجے میں کہا۔

"اگر انہوں نے میرا نام معلوم بھی کر لیا ہو گا تب بھی وہ مجھ تک تو کسی صورت بھی نہیں پہنچ سکتے"....... نیامت نے کہا۔

"بہتر ہوتا کہ تم دوبارہ محفوظ ٹھکانے پر چلے جاتے"....... آفتاب احمد نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے باس۔ پہلے تو میں براہ راست قابو آ گیا تھا جب کہ اس بار ایسی کوئی پوزیشن نہیں ہے۔ میں نے اپنا حلیہ نام

مقام سب کچھ بدل لیا ہے اور جنہوں نے یہ دھماکے کئے ہیں وہ سب ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ صرف میرے نام سے وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ اس بار میرے آدمیوں کو بھی میرے اصل نام کا علم نہیں ہے۔ میں نے پورا سیٹ اپ ہی تبدیل کر دیا تھا"...... نیامت نے جواب دیا۔

"او کے۔ اگر تم مطمئن ہو تو ٹھیک ہے لیکن اس کے باوجود پوری طرح محتاط رہنا"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ میری طرف سے بے فکر ہو جائیں صرف اس راگو کو روک لیں کیونکہ راگو اگر ان لوگوں کے ہاتھ آگیا تو پھر آپ اور میں دونوں سامنے آسکتے ہیں"...... نیامت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی فکر مت کرو میں بڑے صاحب کو اطلاع بھجوا دوں گا۔ وہ سب سنبھال لیں گے"...... آفتاب احمد نے جواب دیا اور نیامت نے او کے کہہ کر فون کا بٹن آف کیا اور پھر فون کو واپس سیف میں رکھ کر اس نے سیف کو لاک کیا اور دوبارہ پہلے والے کمرے میں آگیا۔ اس کے چہرے پر اب اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے میز پر پڑی ہوئی بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلی اور گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

ٹائیگر کی آنکھیں کھلیں تو اسے اپنے سر میں شدید ترین درد کا
ساس ہوا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے سر کو کوئی آرے
ے کاٹ رہا ہو۔ لیکن آنکھیں کھلتے ہی اس نے اپنے آپ کو جس ماحول
یں اور جس انداز میں دیکھا اس سے اس کی توجہ درد سے یکسر ہٹ گئی
ے یاد تھا کہ وہ ہوٹل فائیو سٹار سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھ رہا
تھا کہ اچانک اس کے سر پر دھماکہ سا ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ
سنبھلتا ایک اور دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کے تمام
احساسات تاریکی میں ڈوب گئے اور اب اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ یہ
ایک خاصا بڑا سا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان موجود ایک لکڑی کی کرسی پر
ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے جسم کو رسیوں کے ساتھ اس کرسی سے
مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس کرسی کے سامنے ایک اور کرسی
رکھی ہوئی تھی۔ ان دو کرسیوں کے علاوہ اس کمرے میں اور کسی قسم کا

کوئی فرنیچر نہ تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔

"یہ میں کہاں آگیا ہوں اور کون لے آیا ہے مجھے"....... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسے باندھنے والا کوئی عام سا آدمی ہے۔ اس نے بڑے عام سے طریقے سے اس کے جسم کے گرد رسی کے بل دے کر اسے پشت پر گانٹھ مار دی تھی اور یہ رسیاں بھی صرف اس کے سینے کے گرد ہی بندھی ہوئی تھیں۔ جب کہ اس کے دونوں بازو کرسی کے بازوؤں کے ساتھ ویسے ہی لٹک رہے تھے۔ انہیں باندھنے کی کوشش ہی نہ کی گئی تھی۔ ٹائیگر نے سانس روک کر اپنے جسم کو سکیڑا تو رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور ٹائیگر نے رسیوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر تیزی سے ایک سائیڈ پر گھمانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں کی کوششوں کے بعد کرسی کی پشت پر موجود گانٹھ سامنے آگئی اور ٹائیگر نے اسے آسانی سے کھول لیا۔ پھر اس نے رسیوں کے بلوں کو کافی ڈھیلا کیا اور مخصوص انداز کی گانٹھ مار کر اس نے اسے عقب میں کر دیا۔ اب وہ جب چاہتا انتہائی آسانی سے ایک جھٹکے سے رسیاں کھینچ کر انہیں کھول سکتا تھا۔ وہ چاہتا تو اٹھ کر کھڑا بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن اسے چونکہ باندھا گیا تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ پہلے باندھنے والے کے بارے میں جان لے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس کے بعد حرکت میں آئے گا اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے دروازے کے باہر

سے قدموں کی آواز سنائی دی۔ تو اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تو وہ چونک پڑا۔ دروازے پر ایک لمبے قد اور چوڑے جسم کا کلین شیو آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے سر کے بال ڈریکولا کے بالوں کی طرح سیدھے کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن یہ بال چھوٹے چھوٹے تھے۔ گو اس آدمی نے انتہائی قیمتی کپڑے کا سوٹ پہنا ہوا تھا لیکن وہ اپنے چہرے اور انداز سے ہی کوئی گھٹیا آدمی نظر آرہا تھا۔ اس کے ایک گال پر زخم کے دو نشانات بھی تھے۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹے قد اور گٹھے ہوئے جسم کا پہلوان نما آدمی تھا جس کا سر انڈے کی طرح صاف تھا یہ بات نہ تھی کہ اس کے سر پر بال نہ تھے بلکہ سر کو باقاعدہ استرے سے صاف کیا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی مکاری اور عیاری صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ پہاڑی لومڑیوں جیسا تھا۔ البتہ آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چست لباس تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا ہنٹر تھا۔ ویسے وہ بھی شکل وصورت سے ہی انتہائی گھٹیا درجے کا بدمعاش ہی نظر آرہا تھا۔ وہ دونوں اندر آئے اور ٹائیگر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"تو تمہارا نام ٹائیگر ہے اور تم بڑے بدمعاش ہو"....... آنے والے نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو"....... ٹائیگر نے بڑے بے خوف سے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہاری موت ہوں سمجھے۔ تمہیں اب بتانا پڑے گا کہ تم نے استاد جامو کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کیوں ہلاک کیا اور ماسٹر

احسان کو تم نے کیوں انٹیلی جنس کے ہاتھوں گرفتار کرایا ہے اور وہ تمہارے ساتھی کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں"....... آنے والے نے تیز لہجے میں کہا۔

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں تو یہ نام ہی زندگی میں پہلی بار سن رہا ہوں اور پھر میرا انٹیلی جنس سے کیا تعلق"....... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کالو یہ کیا کہہ رہا ہے"....... اس آدمی نے مڑ کر ہنٹر والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ بکواس کر رہا ہے باس"....... کالو نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر اس سے سچ اگلواؤ۔ میرا منہ کھڑے کیا دیکھ رہے ہو"۔ اس باس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"ابھی لو باس۔ یہ تو کیا اس کے فرشتے بھی بولیں گے"....... کالو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ رک جاؤ۔ پہلے میری بات سن لو پھر جو جی چاہے کرتے رہنا"....... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

"کیا بات ہے بولو"....... اس بار اس باس نے کہا۔

"اگر تم اپنا پورا تعارف کرا دو تو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا"....... ٹائیگر نے کہا۔

"تعارف یہی ہے کہ تم سب کچھ خود ہی بتا دو اور بس"....... باس نے کہا۔

"کیا تم ان بم دھماکوں میں ملوث ہو"....... ٹائیگر نے کہا۔

"ہمارا کسی بم دھماکے سے کوئی تعلق نہیں ہے"....... باس نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے کہ تمہارا ان بم دھماکوں سے تعلق ہے۔ اگر واقعی ہے تو پھر میرے پاس تمہارے لئے ایسی اہم خبر موجود ہے کہ تمہاری جان بچ سکتی ہے اور اگر نہیں ہے تو ٹھیک ہے"....... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیسی خبر"....... باس نے چونک کر پوچھا۔

"جب تمہارا بم دھماکوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو تم یہ خبر کیوں پوچھ رہے ہو۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"....... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کالو یہ ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے شروع ہو جاؤ"....... اس باس نے کہا اور کالو نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہنٹر کو فضا میں چٹخایا اور تیزی سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک ٹائیگر کا ہاتھ جواب کوٹ کی جیب سے باہر آگیا تھا۔ حرکت میں آیا اور جیسے بجلی چمکتی ہے۔ اس طرح کوئی چمکتی ہوئی چیز اس کے ہاتھ سے نکلی اور کالو کی گردن میں جا کر غائب ہو گئی۔ کالو نے خوفناک انداز میں چیخ ماری اور اچھل کر زمین پر گرا اور بری طرح ہاتھ پیر مارنے لگ گیا۔

"کیا ہوا۔ کیا ہوا تمہیں"۔۔۔۔ کالو کے اس طرح چیخنے اور نیچے
گرتے ہی باس تیزی سے اس کی طرف مڑا اور جھک کر کالو کو سنبھالنے
لگا جس کی گردن سے فوارے کی طرح خون ابل رہا تھا۔ ٹائیگر نے اس
کے مڑتے ہی بجلی کی سی تیزی سے ڈھیلی رسیوں کو کھینچا دوسرے لمحے
اس نے اچھل کر دونوں پیر کرسی کی نشست پر رکھے۔ اس کا اوپر والا
جسم رسیوں کے درمیان سے نکل گیا تھا۔ پلک جھپکنے میں ٹائیگر نے
چھلانگ لگائی اور فرش پر کھڑا ہو گیا۔ باس ٹائیگر کے قدم فرش پر لگنے
کے دھماکے سے چونک کر مڑا ہی تھا کہ ٹائیگر کا ہاتھ گھوما اور باس چیختا
ہوا اچھل کر پہلو کے بل نیچے گرا۔ اس نے نیچے گر کر اٹھنے کی لاشعوری
کوشش کی لیکن ٹائیگر کی لات اس کی کنپٹی پر پوری قوت سے پڑی اور
ایک بار پھر وہ چیختا ہوا نیچے گرا ہی تھا کہ ٹائیگر نے دوسری ضرب لگا دی
اور باس کا تڑپتا ہوا جسم ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے
ایک طویل سانس لیا۔ کالو اس دوران ہلاک ہو چکا تھا اس کی شہ رگ
اس طرح کٹی ہوئی تھی۔ جیسے کسی نے استرے سے کاٹ دی ہو۔
ٹائیگر نے اس کے گلے پر اپنا مخصوص بلیڈ استعمال کیا تھا جو وہ کوٹ
کی جیب کے اندر ایک مخصوص جیب میں رکھتا تھا۔ یہ فولادی بلیڈ تھا
اور اسے نشانے پر پھینکنے کے لئے خصوصی مہارت کی ضرورت ہوتی
تھی اور ٹائیگر نے اس کی باقاعدہ طویل مشق کی تھی اور آج یہ مشق اس
کے کام آگئی تھی۔ کیونکہ اس کی جیبوں سے اسلحہ پہلے ہی نکال لیا گیا تھا
ٹائیگر نے کالو کی گردن میں پیوست وہ فولادی بلیڈ کھینچا اور پھر اسے

کالو کے لباس سے ہی اچھی طرح صاف کر کے اسے واپس کوٹ کی
جیب میں رکھا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اب
باہر چیکنگ کرنا چاہتا تھا۔ گو اب تک کسی کے وہاں نہ آنے سے تو یہی
ظاہر ہوتا تھا کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں
ہے لیکن یہ چیکنگ ضروری تھی۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ راہداری
سے گزر کر ایک برآمدے میں پہنچا۔ یہ ایک چھوٹا سا کوارٹر نما مکان تھا
جس میں سب سے بڑا یہی کمرہ تھا جس میں انہوں نے ٹائیگر کو باندھا
تھا۔ باقی دو چھوٹے کمرے تھے۔ لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔
کوارٹر کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور باہر
جھانکا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اردگرد درختوں کا گھنا ذخیرہ تھا اور
یہ کوارٹر اس ذخیرے کے درمیان بنا ہوا تھا۔ ایک طرف دو کاریں
کھڑی تھیں۔ دور دور تک اور کوئی آبادی یا کوارٹر نظر نہ آرہا تھا۔ ٹائیگر
واپس مڑا اس نے کوارٹر کا دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر سیدھا اسی
کمرے میں آیا جہاں وہ باس بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کرسی کے گرد
موجود رسیاں کھولیں اور پھر بے ہوش باس کو اٹھا کر اس کرسی پر بٹھایا
اور اس رسی سے اس نے اسے باندھنا شروع کر دیا۔ رسی سے اچھی
طرح باندھنے کے بعد اس نے اس کی جیبوں کی تلاشی لینی شروع کر دی
جیب سے ایک خودکار پسٹل اور کار کی چابیاں ملیں۔ ٹائیگر نے دونوں
چیزیں ساتھ پڑی کرسی پر رکھ دیں اور پھر اس باس کے ناک اور منہ پر
دونوں ہاتھ رکھ کر انہیں دبا دیا۔ چند لمحوں بعد باس کے جسم میں

حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو اس نے ہاتھ ہٹائے اور پ
ایک طرف پڑا ہوا وہ ہنٹر اٹھا لیا جو کالو کے ہاتھ سے گرا تھا۔ چند لمحوں
بعد اس باس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں ۔ پھر اس نے
لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ
صرف کسمسا کر رہ گیا۔

" تم ۔ تم ۔ان رسیوں سے کیسے آزاد ہو گئے تھے ۔ کیا۔ کیا۔ تم
جادوگر ہو"...... باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار
مسکرا دیا۔

" تم باس تو بن گئے ہو ۔ لیکن ہو بڑے تھرڈ کلاس قسم کے باس۔
بہرحال اب تم اپنا تفصیلی تعارف کرا دو ۔ ورنہ میرا ہاتھ ایک بار چل
پڑا تو پھر رکے گا نہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

" تم ۔ تم ۔مجھ سے دولت لے لو ۔ مجھے چھوڑ دو ۔ مجھ سے واقعی غلطی
ہو گئی تھی کہ میں نے تمہیں اغوا کرانے کا سوچا"...... باس نے کہا۔

" تمہارا نام کیا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" میرا نام روشن ہے"...... باس نے کہا۔

" تمہارا ان بم دھماکوں سے کیا تعلق ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" میرا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں تو ماسٹر احسان کی گرفتاری کی
وجوہات جاننا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ میرا دوست تھا"...... روشن نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ تم سے اس ہنٹر کی زبان میں بات کی
جائے"...... ٹائیگر نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی

سے گھوما اور کمرہ ہنٹر کی مخصوص آواز کے ساتھ ہی اس روشن کے حلق
سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔

" اصل نام بتاؤ اصل"...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا اور دوسری
بار اس کا ہاتھ گھوم گیا ۔ پھر تو جیسے اس کو دورہ سا پڑ گیا تھا ہنٹر کی
مسلسل اور پے در پے ضربوں نے اس روشن پر بے شمار زخم ڈال
دیئے تھے ۔اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور وہ کئی بار بے ہوش ہوا
تھا اور کئی بار خود ہی ہوش میں آیا تھا۔

" بتاؤ کیا نام ہے تمہارا"...... ٹائیگر نے جنونی انداز میں کہا۔

" نیامت ۔ میرا نام نیامت ہے"...... اچانک روشن کے منہ سے
نکلا اور ٹائیگر نے چونک کر ہاتھ روک لیا۔

" اوہ ۔ اوہ تو تم ہو وہ نیامت جس نے یہ بم دھماکے کئے ہیں"۔
ٹائیگر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا لیکن نیامت کی گردن ایک بار پھر
ڈھلک چکی تھی ۔ نیامت کا نام سامنے آنے سے اب ٹائیگر کی نظروں
میں اس کی اہمیت بڑھ گئی تھی اس لئے اس نے ہنٹر ایک طرف پھینکا
اور پھر تیزی سے اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ کوارٹر سے باہر آکر اس
نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ یہ چیک کرنا چاہتا تھا
کہ اس وقت وہ کہاں موجود ہے ۔ لیکن اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کیونکہ
درختوں کا گھنا ذخیرہ کافی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ٹائیگر چند لمحے ادھر ادھر
دیکھتا رہا۔ جب اسے علاقے کی سمجھ نہ آئی تو وہ واپس مڑا۔ اب اس نے
اس نیامت کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ورنہ پہلے اس کا خیال

تھا کہ عمران کو کال کر کے اسے تفصیل بتا دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ عمران خود یہاں آنا پسند کرے۔ لیکن جگہ کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ نیامت کو ساتھ لے کر رانا ہاؤس پہنچ جائے۔ واپس کمرے میں پہنچ کر اس نے کرسی پر بے ہوش پڑے ہوئے نیامت کو کھول کر پھر رسی کی مدد سے اس نے اس کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں باندھے اور اسے کاندھے پر اٹھا کر وہ مڑا اور کرسی پر موجود پسٹل اور کار کی چابیاں اٹھا کر وہ نہ صرف اس کمرے بلکہ کوارٹر سے بھی باہر آگیا۔ ان دونوں کاروں میں سے ایک کار بالکل نئی اور جدید ماڈل کی تھی اور جو چابیاں اسے نیامت کی جیب سے ملی تھی وہ بھی بالکل نئی تھیں اس لئے ٹائیگر سمجھ گیا کہ نئی کار پر ہی نیامت آیا ہو گا۔ اس نے چابی کی مدد سے کار کے دروازے کھولے اور پھر عقبی دروازہ کھول کر اس نے نیامت کو عقبی سیٹوں کے درمیان لٹایا اور دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار تیزی سے درختوں کے درمیان بنے ہوئے کچے راستے پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ذخیرہ کافی وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا اس لئے اس ذخیرے سے باہر نکلتے نکلتے کار کو پچیس منٹ لگ گئے اور جب وہ مین روڈ پر پہنچا تب اسے معلوم ہوا کہ وہ شہر سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس نے کار کا رخ شہر کی طرف موڑا اور کار کی رفتار ممکنہ حد تک بڑھا دی۔

صدیقی نے کار دارالحکومت کے ایک مضافاتی علاقے کے عام سے ہوٹل سے ذرا دور لے جا کر روک دی۔ کار میں اس کے ساتھ چوہان خاور اور نعمانی تینوں موجود تھے۔ کار رکتے ہی وہ چاروں نیچے اترے اور صدیقی نے کار لاک کی اور پھر وہ چاروں اس ہوٹل کی طرف چل پڑے ہوٹل عام سا ریستوران تھا اور وہاں کسی قسم کا کوئی رش بھی نہ تھا۔ ہال درمیانے درجے کا ہی تھا۔ ہال میں اس وقت چند افراد ہی موجود تھے۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ وہ چاروں ایک خالی میز کے گرد جا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے لمحے ایک ویٹر ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مینو کارڈ ان کے سامنے رکھ دیا۔ صدیقی نے مینو کارڈ دیکھ کر چاروں کے لئے ایک ایک مشروب لانے کا کہہ دیا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مشروب سرو کر دیا گیا۔

"ایک منٹ" ...... صدیقی نے ویٹر کے واپس جانے پر اسے روکتے

ہوئے کہا۔

"یس سر"...... ویٹر نے مڑ کر مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"یہاں ایک ویٹر ارشاد حسین ہوا کرتا تھا۔ کیا اب بھی وہ یہاں کام کرتا ہے"...... صدیقی نے ویٹر سے پوچھا۔

"ارشاد حسین وہ بوڑھا۔ نہیں جناب وہ تو گزشتہ کئی ماہ سے بیمار ہے"...... واا نے جواب دیا۔

"بیمار ہے۔ اوہ۔ ویری سیڈ۔ کہاں رہتا ہے وہ۔ ہم اسے پوچھنے ضرور جائیں گے۔ وہ ہماری بڑی خدمت کیا کرتا تھا"...... صدیقی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"اسی کالونی میں رہتا ہے جناب سی کلاس کوارٹر میں ہے۔ کوارٹر نمبر تو مجھے یاد نہیں ہے۔ بہرحال وہاں اس کے بھائی کی کریانہ کی دکان ہے۔ اجمل کریانہ سٹور ہے وہاں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ ویٹر نے جواب دیا تو صدیقی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ویٹر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ مشروب پینے کے بعد صدیقی نے بل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ایک خاصی بڑی رقم ویٹر کو ٹپ میں دی تو ویٹر نے انہیں جھک کر سلام کیا اور وہ خاموشی سے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار کالونی کے اندر گھوم رہی تھی۔ سی کلاس کوارٹرز کالونی کے سب سے آخری حصے میں بنے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے ڈربے نما کوارٹرز درمیان میں دکانیں تھیں۔ صدیقی نے کار دکانوں کے پاس روک دی اور خود اتر کر وہ دکانوں کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ

اجمل کریانہ سٹور کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چھوٹی سی دکان تھی جس پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔

"تم ارشاد حسین کے بھائی ہو"...... صدیقی نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔ جی۔ صاحب"...... نوجوان نے چونک کر جواب دیا۔

"ہم یہاں ہوٹل میں رہتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ بیمار ہے۔ وہ ہماری کافی خدمت کرتا تھا ہم نے سوچا کہ اس کی بیمار پرسی کر لی جائے۔ کیا آپ ہمیں ان کے کوارٹر کا نمبر بتائیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ جناب میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ وہ سامنے تیسری گلی میں کوارٹر ہے"...... نوجوان نے کہا اور پھر ساتھ والے دکاندار کو اس نے دکان کے خیال رکھنے کا کہا اور دکان سے اتر آیا۔

"ادھر ہماری کار موجود ہے"...... صدیقی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ آجائیں سامنے چوک پر۔ میں وہاں جاتا ہوں"...... نوجوان نے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا واپس کار کی طرف مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک کوارٹر کے ایک چھوٹے سے کمرے میں موجود تھے جس میں ایک چارپائی پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کا رنگ زرد تھا اور وہ بڑی مشکل سے سانس لے رہا تھا۔

"بھائی جان یہ صاحبان آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے ہیں"

نوجوان نے اس بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم ۔ مم ۔ مگر"....... بوڑھے نے حیرت بھری نظروں سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اب بے شک دکان پر جا سکتے ہیں ۔ آپ کا بے حد شکریہ"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے اس نوجوان سے کہا۔

"میں آپ کے لئے کچھ پینے کے لئے لے آؤں"....... نوجوان نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہم ابھی ہوٹل سے مشروب پی کر آئے ہیں"....... صدیقی نے چارپائی کے گرد موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے باقی ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے ۔ نوجوان سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"آپ کا نام ارشاد حسین ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"ہاں مگر میں تو آپ کو پہچانتا بھی نہیں"....... پھر آپ نے یہاں آنے کی کیسے تکلیف کی"....... بوڑھے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے ہیں"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس نے ارشاد حسین کے بستر پر رکھ دی ۔ ارشاد حسین نے چونک کر حیرت بھرے انداز میں اس گڈی کو دیکھا۔

"یہ ۔ یہ کیا ہے"....... ارشاد حسین نے حیران ہو کر کہا۔

"اس سے آپ اپنا علاج کرائیں محترم یہ ہماری طرف سے تحفہ ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"اوہ نہیں یہ تو بہت زیادہ ہیں"....... ارشاد حسین نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"زیادہ نہیں ہیں ۔ آپ واقعی ہمیں نہیں جانتے ۔ ہمیں آپ کے متعلق ایک ہوٹل لارڈ کے ویٹر عارف نے بتایا ہے ۔ آپ کو یہ تو معلوم ہو گا کہ دارالحکومت میں دو بم دھماکے ہوئے ہیں جن میں بے شمار بے گناہ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں ۔ یہ ایک غیر ملکی سازش ہے ۔ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ان دھماکوں میں ایک آدمی ساجن نام کا ملوث ہے اور اس ساجن کے بارے میں آپ بہت کچھ جانتے ہیں ۔ ہم یہاں اس ساجن کا پتہ معلوم کرنے آئے ہیں"....... صدیقی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو بوڑھے کے چہرے پر یکلخت انتہائی خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

"مم ۔ مم ۔ مگر وہ تو ۔ وہ تو ۔ انتہائی ظالم آدمی ہے ۔ وہ تو میرے پورے خاندان کو ہلاک کروا دے گا"....... بوڑھے نے خوف سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اسے معلوم ہو گا تو وہ آپ کے خلاف کچھ کرے گا ۔ آپ تو ہمارے پرانے واقف کار ہیں اور ہم آپ کی مزاج پرسی کے لئے آئے ہیں اور بس"....... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور اسے پہلی گڈی کے ساتھ رکھ دیا۔

"کیا آپ واقعی وعدہ کرتے ہیں کہ میرے متعلق کچھ نہ بتائیں گے"....... بوڑھے نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بالکل نہیں بتائیں گے۔آپ قطعی بے فکر رہیں اور ہمیں اسے بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے"....... صدیقی نے جواب دیا۔

"ساجن بنیادی طور پر ایک مستری ہے۔کاروں کا مستری۔پہلے وہ یہی کام کرتا تھا۔اس زمانے میں میری اس سے کافی گہری دوستی تھی پھر وہ بری راہوں پر چل نکلا اور اس کے بعد اچانک اس کے پاس کافی دولت آگئی اور اس نے اپنے سابقہ دور کے سب ساتھیوں سے آنکھیں پھیر لیں۔البتہ اس نے میری کئی بار مدد بھی کی ہے۔اب وہ ایک بڑے شو روم کا مالک ہے۔ڈان موٹرز کے نام سے یہ شو روم دارالحکومت کی آٹو مارکیٹ میں ہے۔ساجن اس کا مالک ہے"۔بوڑھے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ارشاد صاحب۔اس ساجن کا حلیہ تو بتا دیں"....... صدیقی نے کہا۔

"عام سا حلیہ ہے۔کوئی خاص بات نہیں ہے"....... ارشاد نے منہ بناتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"او کے۔بے حد شکریہ اب ہمیں اجازت اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے"....... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس یہ مہربانی کریں کہ میرے متعلق اسے نہ بتائیں"۔بوڑھے نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں"....... صدیقی نے کہا اور پھر وہ اس سے اجازت

لے کر کوارٹر سے باہر آگئے۔تھوڑی دیر بعد ان کی کار کالونی کے مین روڈ پر پہنچ گئی۔

"یہ ساجن کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے صدیقی"۔ خاور نے جو سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے۔میں ہوٹل میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا ہال تقریباً خالی تھا اس لئے مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑے دو ویٹر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ان کی گفتگو کا موضوع بھی یہی بم دھماکے ہی تھے۔کیونکہ اس وقت پورے دارالحکومت کا موضوع ہی یہی ہے۔میرے کانوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی تھیں۔ایک ویٹر نے کہا کہ اسے یقین ہے کہ ان دھماکوں میں ساجن کا ہی ہاتھ ہوگا اور پھر ساجن کے بارے میں انہوں نے باتیں شروع کر دیں۔تفصیلی باتوں کے دوران شاید دوسرے ویٹر کی کال آگئی اور وہ چلا گیا تو میں نے اس ویٹر کو بلایا۔اس کے ہاتھ پر ایک بڑا نوٹ رکھا اور اس سے ساجن کے بارے میں پوچھا تو پہلے وہ بری طرح گھبرا گیا لیکن جب میں نے اسے تسلی دی تو اس نے عقبی لاؤنج پر آکر بات کرنے کے لئے کہا۔میں کھانا کھا کر وہاں چلا گیا۔وہاں اس نے بتایا کہ ساجن مشہور غنڈہ ہے بظاہر وہ ایک کاروباری آدمی ہے۔لیکن در پردہ وہ کوئی غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ایک بار اس کا مہمان اس ہوٹل میں بھی رہ چکا ہے۔اس کا نام لعل خان تھا۔یہ ویٹر اس کمرے کو اٹنڈ کر رہا تھا۔اس نے بتایا کہ ایک روز اسے اتفاق سے معلوم ہو گیا کہ لعل خان دراصل کوئی

سردار ہے۔ اس کا نام سریندر سنگھ ہے۔ وہ دراصل کسی سے ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا تھا کہ ویٹر نے ساتھ والے کمرے سے سن لیا۔ ساجن اس سے ملنے آتا تھا۔ ساجن کو وہ اس لئے جانتا تھا کہ ساجن کے ساتھ اس کا ایک بھائی بھی ان دھندوں میں شریک تھا۔ پھر وہ کسی جھگڑے میں مارا گیا تھا۔ اس نے ان بم دھماکوں میں ساجن کی شمولیت کا اندازہ بھی اس بات سے لگایا تھا کہ اس کی دوستی سریندر سنگھ سے تھی اور یہ بات پورے شہر کے لوگوں کی زبان پر ہے کہ ان دھماکوں کے پیچھے کافرستانی ایجنٹوں کا ہاتھ ہے۔ چونکہ لعل خان اور سریندر سنگھ کے بارے میں ہمیں پہلے معلومات مل چکی تھیں اس لئے میں ساجن کے بارے میں سنجیدہ ہو گیا۔ لیکن یہ ویٹر ساجن کے موجودہ اڈوں کے بارے میں کچھ نہ جانتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے بھائی کو ہلاک ہوئے تین سال گزر گئے ہیں اور اس کے بعد اس نے کبھی ساجن کو نہیں دیکھا۔ البتہ اس نے اس ویٹر ارشاد حسین کے بارے میں بتایا کہ اس کا بھائی جب ساجن کے ساتھ تھا تو یہ ویٹر بھی اکثر ان سے ملنے آتا تھا اور اس کے بھائی نے بتایا تھا کہ یہ ویٹر ساجن کا بڑا پرانا دوست ہے۔ ارشاد کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ مضافاتی کالونی کے ہوٹل میں کام کرتا ہے۔ جہاں اس کا گھر بھی ہے اس لئے میں تمہیں ساتھ لے کر یہاں آیا تھا"...... صدیقی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا کیونکہ اس سے پہلے انہیں واقعی ان ساری باتوں کے بارے میں کوئی علم نہ تھا اور وہ صرف صدیقی کی کال پر اس کے ساتھ چل پڑے

تھے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ڈان موٹرز کے شو روم پر پہنچ گئے۔ وہ واقعی کافی بڑا اور جدید ٹائپ کا شو روم تھا۔ کار سے اتر کر وہ ایک سائیڈ پر بنے ہوئے دفتر کی طرف بڑھ گئے جہاں چند افراد موجود تھے۔

"فرمایئے جناب"...... ان میں سے ایک نے سب سے آگے موجود صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم نے کافی کاروں کا آرڈر دینا ہے ساجن صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو اس وقت اپنی کوٹھی پر ہوں گے۔ یہاں تو وہ شام کو آتے ہیں آپ مجھے بتائیں میں منیجر ہوں"...... اسی آدمی نے جواب دیا۔

"ان کی رہائش گاہ کہاں ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہل پارک کالونی میں کوٹھی نمبر آٹھ اے بلاک۔ لیکن جناب وہ کوٹھی پر کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ آپ مجھے بتائیں کاروباری کام میں ہی کرتا ہوں وہ نہیں کرتے"...... منیجر نے جواب دیا۔

"کافی بڑا آرڈر ہے اس لئے ہم پہلے ساجن صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ شام کو کس وقت آتے ہیں ہم اس وقت آ جائیں گے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"پانچ بجے تک آجاتے ہیں"...... منیجر نے جواب دیا۔

"او کے۔ پانچ بجے آجائیں گے شکریہ"...... صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"اب اس کی رہائش گاہ پر جانا ہوگا"...... خاور نے کہا۔

"ہاں"...... صدیقی نے مختصر سا جواب دیا اور چند لمحوں بعد ان کی کار ہل پارک کالونی کی طرف بڑھی چلی جارہی تھی۔ یہ نو آباد کالونی تھی اور دارالحکومت کے مضافات میں تھی۔ یہاں خاصی بڑی بڑی کوٹھیاں بنائی گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک عالیشان کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔ صدیقی نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔

"فور سٹار نے اب ایکشن میں آنا ہے"...... صدیقی نے گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا اور سب نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ گیٹ بند تھا۔ صدیقی نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد سائیڈ پھاٹک کھلا اور ایک نوجوان باہر آگیا جو لباس اور چہرے مہرے سے ملازم ہی لگتا تھا۔

"ساجن صاحب ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"وہ سو رہے ہیں"...... نوجوان نے جواب دیا۔

"ہم نے ان سے ملنا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"وہ تو جناب کسی سے نہیں ملتے"...... نوجوان نے روکھے سے لہجے میں کہا اور واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر اسے گردن سے پکڑا اور پھر دھکیلتا ہوا اندر لے گیا۔

"یہ۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ"...... لڑکے نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں اٹک اٹک کر کہا۔

"ابھی میں نے صرف گردن پکڑی ہے۔ ورنہ ایک جھٹکے سے یہ

ٹ بھی سکتی ہے سمجھے۔ خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو"...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہلکا سا جھٹکا دے کر اس کی گردن چھوڑ دی اور نوجوان دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن مسلنے لگا لیکن ساتھ ساتھ وہ چل بھی رہا تھا۔

"آپ۔ آپ کون ہیں"...... نوجوان نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"خاموشی سے چلو۔ تمہارے علاوہ یہاں اور کتنے ملازم ہیں"۔ صدیقی نے پوچھا۔

"چار ہیں۔ جن میں سے دو تو شہر گئے ہوئے ہیں ایک باورچی ہے وہ باورچی خانے میں ہے"...... نوجوان نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"مشرف"...... نوجوان نے جواب دیا۔

"ساجن صاحب جس کمرے میں ہیں ہمیں وہاں لے چلو"۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کی گردن سے لگا دیا۔

"ج۔ ج۔ جی ہاں۔ مجھے مت ماریں"...... مشرف نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے اندر ایک راہداری سے گزرتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

"خاور مشرف کے ساتھ جاؤ اور اس باورچی کو دیکھ آؤ"...... صدیقی نے خاور سے کہا اور خاور نے سر ہلاتے ہوئے مشرف کا بازو پکڑا اور

اسے لے کر واپس مڑ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن اندر سے ہلکی ہلکی موسیقی کی آوازیں باہر آتی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ سب خاموش کھڑے ہوئے تھے انہیں خاور کی واپسی کا انتظار تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد خاور آ گیا۔

"میں نے انہیں بے ہوش بھی کر دیا ہے اور باندھ کر منہ میں کپڑے بھی ٹھونس دیئے ہیں"...... خاور نے قریب آکر کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کو ذرا سا ہاتھ سے دبایا تو دروازہ آہستہ سے کھلنے لگا۔ وہ اندر سے بند نہ تھا۔ صدیقی نے لات مار کر دروازہ کھولا اور اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ انتہائی شاندار انداز میں سجا ہوا تھا۔ ایک آرام کرسی پر ایک آدمی ہاتھ میں کوئی رسالہ پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک طرف میز پر کوئی جدید قسم کا ٹیپ ریکارڈ تھا جس سے موسیقی کی آواز نکل رہی تھی۔ کمرے میں انتہائی قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اس آدمی کے جسم پر سلیپنگ گاؤن تھا۔ دروازہ اس طرح کھلنے اور صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے اچانک اندر آنے سے وہ آدمی بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کک کک کون ہو تم"...... اس آدمی نے کہا ہی تھا کہ صدیقی کا ہاتھ گھوما اور دوسرے لمحے وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا ہی تھا کہ خاور کی لات چلی اور ایک بار پھر وہ اچھل کر چیختا ہوا دور جا گرا۔ نعمانی کی لات اس کی پسلیوں پر پڑی اور کمرہ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی وہ یکلخت ساکت ہو گیا۔ اس کی

آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ صدیقی نے جھک کر اسے بازو سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے اسے واپس کرسی پر ڈال دیا۔

"رسی لے آؤ۔ اس کا چہرہ مہرہ اور جسم بتا رہا ہے کہ خاصا سخت جان آدمی ہے"۔ صدیقی نے کہا اور خاور واپس کھلے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جب کہ چوہان نے آگے بڑھ کر ٹیپ بند کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسکے دونوں ہاتھ عقب میں باندھ دیئے گئے اور پھر باقی رسی سے اسے کرسی سے باندھ دیا گیا۔ اسکے بعد صدیقی نے اس کے ناک اور منہ پر دونوں ہاتھ رکھے اور چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات محسوس ہونے لگے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹا لئے۔

"چوہان تم اور خاور دونوں باہر جاؤ وہ دونوں ملازم کسی بھی وقت آ سکتے ہیں"...... صدیقی نے چوہان اور خاور سے کہا اور وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ اسی لمحے ساجن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اب کمرے میں صدیقی کے ساتھ نعمانی تھا۔ وہ دونوں اس ساجن کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"تمہارا نام ساجن ہے"...... صدیقی نے ساجن کے پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں مگر تم کون ہو۔ کیا ڈاکو ہو۔ مگر۔ میرے پاس تو کچھ زیادہ نقد نہیں ہے"...... ساجن نے کہا۔

"سریندر سنگھ اور جانی کہاں ہیں"...... صدیقی نے پوچھا تو ساجن

بے اختیار چونک پڑا۔اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"لک لک کون سریندر سنگھ اور جانی"....... ساجن نے اٹک اٹک کر کہا۔

"جن سے تم بم خریدتے ہو اور پھر ان بموں کے دھماکے کر کے لوگوں کو مارتے ہو"....... صدیقی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ غلط ہے۔میرا کسی بم دھماکے سے کیا تعلق میں تو کاروباری آدمی ہوں۔ تم میرے متعلق کسی سے بھی پوچھ سکتے ہو۔بے شک انکوائری کرالو۔جہاں سے جی چاہے پوچھ لو"....... ساجن نے اس بار بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔اس کے اس اعتماد نے ایک بار تو صدیقی کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کہیں وہ اس ویٹر کی باتوں میں آکر غلط آدمی پر تو ہاتھ نہیں ڈال رہا۔لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن میں سریندر سنگھ اور جانی کے نام گونج اٹھے۔بم دھماکوں کے بعد وہ جانی کو گرفتار کرنے گئے تھے لیکن جانی غائب ہو چکا تھا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تمہارا کوئی تعلق ہے یا نہیں"۔صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا چیمبر کھولا اور اس میں موجود گولیاں نکال کر اس نے اپنی ہتھیلی پر رکھ لیں۔

"یہ دیکھ رہے ہو یہ چیمبر خالی ہے۔اب میں اس میں ایک گولی ڈالوں گا۔باقی چیمبر خالی رہے گا"....... صدیقی نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے ایک گولی ساجن کے سامنے چیمبر کے ایک خانے میں ڈالی اور باقی گولیاں اس نے جیب میں ڈال کر ہاتھ کی ہتھیلی سے چیمبر بند کر دیا۔یہ اور بات تھی کہ ریوالور کو زور سے موڑتے ہی چیمبر میں موجود گولی بھی اس کی ہتھیلی پر موجود باقی گولیوں میں شامل ہو گئی تھی اور صدیقی نے خالی چیمبر بند کر دیا تھا۔

"اب اس میں ایک گولی ہے اور سات خانے خالی ہیں"۔صدیقی نے کسی شعبدہ باز کے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے چیمبر کو تیزی سے گھمانا شروع کر دیا۔کافی دیر تک اسے گھمانے کے بعد اس نے ہاتھ ہٹا لیا۔

"سنو ساجن۔اب مجھے بھی معلوم نہیں ہے کہ کیا گولی والا خانہ ٹریگر کے سامنے ہے یا نہیں۔اگر نہیں تو فائر خالی جائے گا اور تمہیں ایک چانس مل جائے گا۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں سات چانس مل جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بھی نہ ملے اور پہلے ہی بار فائر ہو جائے۔سمجھ گئے ہو ناں۔اب میں پانچ تک گنوں گا اور ٹریگر دبا دوں گا"....... صدیقی نے اٹھ کر بندھے ہوئے ساجن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریوالور کی نال ساجن کی پیشانی پر رکھ دی۔ریوالور، اس کا ٹریگر اور صدیقی کا ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

"سنو سب کچھ بتا دو ہمارا تعلق سپیشل پولیس سے ہے۔تمہیں وعدہ معاف گواہ بنایا جا سکتا ہے۔یا پھر بھیانک موت تمہارا انجام بن

جائے گی اور یہ سب دولت عیش وآرام تمہیں قبر میں نہیں مل سکیں گے "....... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے گنتی شروع کر دی۔

" مم ۔ مم ۔ کچھ نہیں جانتا یقین کرو میرا کسی بم دھماکے سے کوئی تعلق نہیں ہے "....... ساجن نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا ۔ اس کے چہرے سے پسینہ بہنے لگا تھا لیکن صدیقی نے گنتی جاری رکھی اور پھر پانچ پر آتے ہی اس نے ٹریگر دبا دیا ۔ کرچ کی آواز کے ساتھ ہی ساجن کے جسم کو جھٹکا لگا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی ۔

" خوش قسمت ہو ایک چانس تمہیں مل گیا ہے ۔ ضروری نہیں کہ دوسرا بھی ملے "....... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر گنتی شروع کر دی ۔ اب ساجن کی حالت پہلے سے زیادہ خراب ہو چکی تھی اس کا جسم اب نمایاں طور پر کانپنا شروع ہو گیا ۔

" تین .... چار .... " صدیقی اسی طرح سرد آواز میں گنتی گنے جا رہا تھا ۔

" رک جاؤ ۔ رک جاؤ ۔ میں سب بتا دیتا ہوں رک جاؤ " ۔ اچانک ساجن نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا ۔

" جب تک بولتے رہو گے گنتی بند رہے گی اور اب تو صرف ایک ہندسہ اور ادا ہونا ہے اس کے بعد ٹریگر دب جائے گا ۔ پھر تمہاری قسمت کہ تمہیں مزید چانس ملتا بھی ہے یا نہیں "....... صدیقی نے سرد لہجے میں کہا ۔

" ہٹا لو اسے ۔ میں بتاتا ہوں "....... ساجن کے لہجے میں بے پناہ خوف تھا اور صدیقی نے ریوالور ہٹا لیا ۔

" بولو سب کچھ سچ سچ بتا دو ۔ ہم تمہیں وعدہ معاف گواہ بنا کر بچا لیں گے "....... صدیقی نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا ۔

" میں ان دو دھماکوں میں ملوث نہیں ہوں ۔ لیکن میں اس گینگ سے ضرور متعلق ہوں ۔ جس نے یہ دھماکے کرائے ہیں ۔ پہلے یہ دھماکے میرے ذمے لگائے گئے تھے ۔ میں سرحد پر رہنے والے ایک آدمی جانی کے پاس گیا تھا ۔ جس کے ڈیرے پر ایک سمگلر کافرستان سے آ کر رہتا ہے ۔ وہ جدید ترین وائرلیس کنٹرول بم سپلائی کرتا ہے ۔ وہ وہ سمگلر جس کا اصل نام سریندر سنگھ ہے ۔ موجود تھا ۔ اس وقت میرے باس کا ارادہ تھا کہ یکے بعد دیگرے سات بڑے دھماکے کئے جائیں ۔ تاکہ ملک میں اس دہشت گردی کی بنا پر افراتفری پھیل جائے اور حکومت جو مشکباریوں کی طرف متوجہ ہے اسکی توجہ ہٹ جائے ۔ لیکن وہاں اچانک اطلاع ملی کہ چند اجنبی جیپ پر سوار جانی کے ڈیرے کی طرف آ رہے ہیں ۔ اس پر میں اپنے ساتھی کے ساتھ اور وہ سریندر سنگھ جس کا مقامی نام لعل خان ہے وہاں سے جیپوں پر بیٹھ کر چلے گئے پھر باس نے اطلاع دی کہ وہاں آنے والوں میں سے ایک کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے اور باقی آدمیوں کا تعلق کسی فور سٹار گروپ سے ہے ۔ انہوں نے سردار بہادر خان جیسے بااثر آدمی کے مینجر کو ٹرانسپورٹ میں ہونے والے بم دھماکوں کے سلسلے میں گرفتار کر کے

پولیس کے حوالے کر دیا ہے اور سردار بہادر خان کا اثر رسوخ بھی اپنے
آدمی کو چھڑوانے میں ناکام رہا ہے ۔چونکہ میں وہاں گیا تھا اور جانی مجھے
جانتا تھا اس لئے باس نے فوری طور پر مجھے اور میرے گروپ کو ان
دھماکوں سے آف کر دیا اور دوسرے گروپ جس کا نام نیامت تھا کال
کر لیا ۔ نیامت اور اس کا گروپ پہلے بھی بم دھماکوں کے سلسلے میں
پولیس کو مطلوب تھا اور وہ محفوظ ٹھکانوں پر چھپ گئے تھے ۔ یہ
دھماکے اس نیامت گروپ نے کئے ہیں ۔ میں نے نہیں کئے "۔ ساجن
نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" تمہارا یہ باس کون ہے "....... صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے
پوچھا۔

" تم یقین نہیں کرو گے ۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہی ہمارا باس
ہے ۔اس کا نام آفتاب احمد ہے ۔ وہ کمپیوٹر بزنس کا یہاں کنگ ہے ۔
بے شمار اداروں کا مالک ہے ۔ ڈیلر ہے ۔ ویسے وہ بظاہر انتہائی نیک
اور معزز آدمی ہے ۔ بے شمار فلاحی اداروں کا سرپرست ہے ۔ اس کی
اپروچ براہ راست صدر مملکت تک ہے "....... ساجن نے جواب دیا تو
صدیقی اور اس کے ساتھ کھڑا ہوا نعمانی بھی چونک پڑا ۔ کیونکہ آفتاب
احمد کا نام وہ اخباروں وغیرہ میں باقاعدگی سے پڑھتے رہتے تھے ۔ وہ
واقعی انتہائی مخیر اور انتہائی معزز آدمی تھا۔

" کیا تم درست کہہ رہے ہو "....... صدیقی نے کہا۔

" ہاں میں سو فیصد درست کہہ رہا ہوں "....... ساجن نے جواب دیا۔

" تم کب سے اس آفتاب سے منسلک ہو "....... صدیقی نے پوچھا۔

" طویل عرصہ پہلے میں کاروں کا مستری تھا ۔ آفتاب احمد کی گاڑیاں
درست کرتا تھا ۔ اس سلسلے میں آفتاب سے تعلق پیدا ہو گیا اور پھر میں
نے ایک گروپ بنا لیا اور دہشت گردی کا دھندہ شروع کر دیا ۔ لیکن
صرف آفتاب کے کہنے پر ۔ وہ معاوضہ اس قدر دیتا ہے کہ تم یقین ہی
نہیں کر سکتے "....... ساجن نے جواب دیا۔

" کیا پہلے بھی تم نے کبھی بم دھماکے کئے تھے "....... صدیقی نے
پوچھا۔

" ہاں دو سال پہلے ہم نے کئی بم دھماکے کئے تھے "....... ساجن نے
جواب دیا۔

" اس کے علاوہ "....... صدیقی نے پوچھا۔

" جب بم دھماکے نہیں ہوتے تو ہم آفتاب کے کہنے پر دہشت
گردی کی دیگر کارروائیاں کرتے رہتے ہیں ۔ مثلاً بے گناہ افراد کا پراسرار
قتل ۔ بازاروں میں اچانک بے دریغ اور اندھا دھند فائرنگ اور اسی
قسم کی دوسری کارروائیاں "....... ساجن نے جواب دیا۔

" کیا تم آفتاب کو فون کر کے ہمارے سامنے اس سے اس قسم کی
بات کر سکتے ہو جس سے ہمیں یقین آجائے کہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ
درست ہے "....... صدیقی نے کہا۔

" پہلے تم وعدہ کرو کہ مجھے وعدہ معاف گواہ بناؤ گے ۔ میں تمہیں
اس کے سارے گروپس اور اس کے سارے آدمیوں کے بارے میں

بتادوں گا"...... ساجن نے کہا۔

"بتانے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ عدالت ثبوت مانگتی ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا ثبوت ہو جس سے آفتاب احمد کی کارروائیاں ثابت ہو سکیں تو پھر تمہیں وعدہ معاف گواہ بنایا جا سکتا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ہاں میں ثبوت دوں گا۔ میں نے اپنے تحفظ کے لئے ایسے ثبوت اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں وہ میرے سیف میں ہیں"۔ ساجن نے کہا۔

"اسے کھول دو نعمانی"...... صدیقی نے کہا اور نعمانی نے آگے بڑھ کر ساجن کی رسیاں کھول دیں تو ساجن اٹھ کر کمرے کی سائیڈ دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دیوار کے نچلے حصے میں ایک جگہ اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور پھر اسی جگہ بایاں ہاتھ رکھا۔ پھر دائیں ہاتھ کو اس نے جیسے ہی دبایا۔ سرسراہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے کھل کر سائیڈوں میں غائب ہو گئی اور اب وہاں ایک انتہائی جدید قسم کا سیف ظاہر ہو گیا۔ صدیقی اور نعمانی دونوں بڑے چوکنے اور محتاط انداز میں اس کی دونوں سائیڈوں پر کھڑے تھے۔ کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ ساجن کسی بھی وقت بازی پلٹنے کے لئے کوئی بھی حرکت کر سکتا ہے۔ ساجن نے سیف پر بھی اسی طرح سے دایاں پھر بایاں اور پھر دایاں ہاتھ رکھ کر دبایا تو سیف خود بخود کھل گیا۔ صدیقی اور نعمانی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وارڈروب سے بھی بڑے اور کافی گہرے سیف

کے چار خانے تھے۔ جن میں سے اوپر والے تین خانے بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کروڑوں روپے کی کرنسی ان میں موجود تھی۔ جب کہ سب سے نچلے خانے میں فائلیں اور کاغذ تھے۔ ساجن نے ایک فائل اٹھائی اور اسے کھول کر اس نے صدیقی کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں ایک کاغذ پر ایک آدمی کا فوٹو لگا ہوا تھا جو ایک سرٹیفکیٹ تھا۔

"یہ وہ اصل سرٹیفکیٹ ہے جو نجانے میں نے کتنی دولت دے کر حاصل کیا ہے اور یہ اس آفتاب احمد کے خلاف ایسا ثبوت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا"...... ساجن نے کہا۔ فائل میں ایک ہی کاغذ تھا جس پر فوٹو بھی لگا ہوا تھا اور مہریں بھی لگی ہوئی تھیں۔ یہ ایک سرٹیفکیٹ تھا جو کافرستانی حکومت کی طرف سے جاری شدہ تھا۔ اس کے مطابق پاکیشیا میں کافرستانی سفارت خانے کو آفتاب احمد جو پاکیشیا میں ان کا مین ایجنٹ ہے۔ کو ہر قسم کی سہولیات اور رقومات دینے کا پابند کیا گیا تھا۔ سرٹیفکیٹ واقعی کافرستان کے سرکاری کاغذ پر تھا۔ اس پر کافرستان کی ایک خصوصی خفیہ ایجنسی کے چیف کے دستخط اور مہر تھی۔ حکومت کافرستان کی مہر بھی تصدیق کے طور پر موجود تھی۔ فوٹو پر بھی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ یہ واقعی ایک ایسا ثبوت تھا جسے جھٹلایا نہ جا سکتا تھا۔

"یہ تم نے کیسے حاصل کر لیا اور وہ بھی اصل"...... صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

"دولت سے کون سے کام نہیں ہو سکتے۔ یہ میں نے اپنے تحفظ کے لئے حاصل کیا تھا تاکہ اگر کبھی آفتاب احمد نے مجھ سے دغا کرنے کی کوشش کی تو میں اسے بلیک میل کر سکوں لیکن آج تک اس کی نوبت ہی نہ آئی تھی"...... ساجن نے کہا۔

"اور کچھ"...... صدیقی نے کہا۔

"اور آفتاب کی گفتگو کی کیسٹیں ہیں جن میں اس نے دہشت گردی کی کئی کارروائیوں کے حکم دیئے ہیں اور تفصیلات بتائی ہیں"۔ ساجن نے اسی خانے کے کونے سے چار کیسٹیں نکال کر دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے۔ تم نے واقعی ثبوت مہیا کر دیئے ہیں اس لئے اب تمہیں ہلاک کرنے کی بجائے قانون کے حوالے کیا جا سکتا ہے"...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر سیف کے اوپر والے خانے سے نوٹوں کا ایک بنڈل کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ بنڈل پر ایک مقامی بنک کا باقاعدہ تصدیق شدہ کاغذ لگا ہوا تھا۔

"میں سمجھا یہ جعلی کرنسی ہے۔ یہ تو اصلی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"یہ سب اصلی ہے۔ یہی تو میری کمائی ہے۔ سنو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم یہ دولت لے لو اور سب کچھ بھول جاؤ میں بھی ایکریمیا چلا جاؤں گا۔ مجھے قانون کے حوالے نہ کرو"...... اچانک ساجن نے کہا۔

"ہونہہ تو تم اب ہمیں رشوت دینے پر اتر آئے ہو۔ اب تمہیں وعدہ معاف گواہ بنانے والا وعدہ بھی ختم۔ اب تمہیں اپنے مکروہ اور

گھناؤنے جرائم کی سزا بھگتنا پڑے گی"...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ ایک جھٹکے سے ساجن کی طرف کیا اور دوسرے لمحے خوفناک دھماکوں میں ساجن کی چیخیں شامل ہو گئیں گولیاں اس کے سینے پر پڑی تھیں اور وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

"اس سیف کی تلاشی لینی چاہئے۔ اس میں یقیناً اس کے گینگ کے بارے میں تفصیلات موجود ہوں گی"...... نعمانی نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تھوڑی دیر بعد واقعی انہیں سیف سے ایک ایسی فائل مل گئی جس میں ہر اس آدمی کا نام و پتہ موجود تھا جو اس دہشت گردی میں ساجن کا ساتھی تھا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب کو کال کیا جائے تاکہ وہ سوپر فیاض کو بتا دیں اور وہ اس گینگ کی گرفتاری پر کام شروع کر دے"۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے اس پر عمران کی مخصوص فریکونسی ایڈجسٹ کی اور اس کا بٹن دبا کر کال دینی شروع کر دی۔ یہ ٹرانسمیٹر عمران نے خود فور سٹارز کے لئے تجویز کئے تھے تاکہ فوری رابطے میں آسانی رہ سکے۔

"ہیلو ہیلو چیف آف فور سٹار کالنگ اوور"...... صدیقی نے بار بار فقرہ دوہراتے ہوئے کہا۔

"یس ففتھ سٹار اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... چند لمحوں بعد عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"پہلے آپ تو سپر سٹار تھے اب ففتھ سٹار کیسے بن گئے اوور"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سپر سٹار ٹاپ سٹار پر تمہیں اعتراض تھا۔اس لئے اب میں ففتھ کالم کی طرح ففتھ سٹار ہوں ۔ جانتے ہو ففتھ کالم کسے کہتے ہیں اوور"....... دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں ففتھ کالم فوج کے اس شعبے کو کہا جاتا ہے جو فوج سے ہٹ کر ایسی کارروائیاں کرتا ہے جس سے دشمن کے کیمپ میں مایوسی اور بد دلی پھیل جاتی ہے اوور"....... صدیقی نے کہا۔

"لیکن تم فکر نہ کرو ففتھ سٹار فور سٹارز کے کیمپ میں مایوسی نہ پھیلنے دے گا۔بہرحال بولو کس لئے کال کی ہے اوور"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اسے ساجن کے بارے میں اب تک ہونے والی تمام کارروائی کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ نیامت نے درست بتایا تھا۔لیکن مجھے یقین نہ آ رہا تھا ویسے اس نیامت کے پاس کوئی ثبوت بھی نہ تھا ۔ لیکن ساجن نے تمہیں ثبوت مہیا کر دیا ہے او کے ۔ ایسا کرو کہ ثبوت والی فائل اور اس کے ساتھ ساجن کے اس گینگ والی فائل اپنے ساتھ لے کر یہاں رانا ہاؤس آ جاؤ۔ پھر میں گینگ والی فائل فیاض کو بھجوا دوں گا اور اسے ساجن کے بارے میں بریف کر دوں گا اوور"....... عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو کیا وہ نیامت آپ کے ہاتھ لگ چکا ہے ۔اس ساجن نے بھی

یہی کہا تھا کہ ان دو بم دھماکوں میں نیامت اور اس کا گروپ ملوث ہے اوور"....... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں نیامت کو اس کارروائی کی رپورٹ مل گئی تھی جو ہم نے ماسٹر احسان کے ساتھ کی تھی ۔اس کے آدمی ٹائیگر کو جانتے تھے ۔ چنانچہ مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اس نیامت نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ٹائیگر کو اغوا کرایا اور اسے شہر سے باہر اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔جہاں نیامت اس سے پوچھ گچھ کے لئے گیا۔ لیکن ٹائیگر نے سچوئشن بدل دی اور پھر نیامت کے ساتھی کو تو اس نے ہلاک کر دیا البتہ نیامت کو وہ اپنے ساتھ رانا ہاؤس لے آیا۔یہاں میں نے اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کی ہے تو اس نے ان بم دھماکوں میں ملوث ہونے کا بھی اقرار کر لیا ہے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دی ہیں اس نے بھی باس کے طور پر آفتاب احمد کا ہی نام لیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔اتنے میں تمہاری کال آ گئی اوور"....... عمران نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"گڈ اس کا مطلب ہے کہ یہ دونوں دہشت گرد گینگ ہی قابو میں آ گئے ہیں اوور"....... صدیقی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔لیکن اصل بات اس ثبوت کی ہے جو ثبوت تم نے بتایا ہے وہ واقعی اس آفتاب کو پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لئے کافی ہے اوور"....... عمران نے جواب دیا۔

"عمران صاحب اس ساجن کے سیف میں بے پناہ دولت بھری

ہوئی ہے۔ بنک گارنٹیڈ نوٹ ہیں۔ کروڑوں روپے ہوں گے اس کا کیا کرنا ہے اوور"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ اسے وہاں مت چھوڑو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ سوپر فیاض کی نیت ڈانواں ڈول ہو جائے۔ اسے ساتھ لے آؤ۔ یہ دولت ان خاندانوں کے کام آئے گی جن کے آدمی ان بم دھماکوں اور اس سے پہلے دہشت گردوں کا شکار ہوئے ہیں۔ اس کا صحیح مصرف یہی ہے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم اسے کار کی ڈگی میں بھر کر لے آتے ہیں۔ اوور اینڈ آل"...... صدیقی نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اسے جیب میں واپس رکھ دیا۔

فیاض سر عبدالرحمن کے دفتر میں ان کے میز کی سائیڈ والی کرسی پر بڑے مؤدبانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ سر عبدالرحمن سامنے رکھی ہوئی ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھے اور ان کے چہرے پر خلاف معمول مسرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

"گڈ تم نے واقعی حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے فیاض۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تم اس طرح یکلخت ملک میں ہونے والے نہ صرف ان بم دھماکوں بلکہ اس سے پہلے ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں کا اس طرح نہ صرف سراغ لگا لو گے بلکہ اس طرح تمام بلاسٹرز کو بھی گرفتار کر لو گے۔ اس سے پہلے منشیات کے کیس میں بھی تم نے حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس لحاظ سے تو مجھے تم پر فخر ہے کہ تم نے محکمے کا نام اونچا کر دیا ہے۔ صدر مملکت تک نے بھی تمہاری کارکردگی کی تعریف کی ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں

نہیں آ رہی کہ اچانک تمہاری کارکردگی کیسے اس قدر عروج پر پہنچ گئی ہے۔ سچ سچ بتاؤ کہ کیا تمہیں اس بارے میں کون سپورٹ کر رہا ہے"...... سر عبدالرحمن نے فائل سے سر اٹھا کر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر میں خاموشی سے کام کرنے کا عادی ہوں۔ میں ڈینگیں مارنے کا قائل نہیں ہوں۔ جب میرا کام مکمل ہوتا ہے تو نتائج خود بخود سب کے سامنے آ جاتے ہیں"...... فیاض نے کھڑے ہو کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن کے چہرے پر موجود مسرت کے تاثرات میں اور اضافہ ہو گیا۔

"گڈ بیٹھو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے واقعی سنٹرل انٹیلی جنس کی کارکردگی کو وہاں تک پہنچا دیا ہے جہاں میں اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ گڈ شو"...... سر عبدالرحمن نے واقعی بڑے فخر بھرے لہجے میں کہا۔

"شکریہ سر۔ آپ کی یہ تعریف میرے لئے اعزاز ہے سر"...... فیاض نے جواب دیا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"لیکن تم نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ ان بلاسٹرز گروہوں کا اصل سرغنہ آفتاب احمد ہے۔ بزنس مین آفتاب احمد۔ کیا یہ بات درست ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر۔ نیامت کا بیان میں نے ریکارڈ کیا ہے۔ وہ فائل میں موجود ہے سر۔ میں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ سے اس کی گرفتاری کی اجازت لے لوں"...... فیاض نے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو کہ یہ آفتاب احمد کون ہے"...... سر عبدالرحمن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس سر میں نے اس کے بارے میں تحقیقات کرائی ہیں۔ بظاہر وہ ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ کمپیوٹر بزنس کا کنگ کہلاتا ہے۔ بظاہر انتہائی معزز آدمی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں سے اس کے تعلقات ہیں۔ بے شمار فلاحی اداروں کا سرپرست ہے"...... فیاض نے روبوٹ کے سے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک مجرم کے بیان پر اور وہ بیان جو اس نے تمہاری تحویل کے دوران دیا ہے۔ کسی عدالت میں اپنی آزادانہ رضامندی سے نہیں دیا۔ میں آفتاب احمد کو گرفتار کر لوں اور وہ نیامت بھی اب مر چکا ہے کہ اسے عدالت میں پیش کر کے اس سے بیان لیا جائے۔ کیا عدالت اس بیان پر یقین کر لے گی بولو"...... سر عبدالرحمن کے لہجے میں آہستہ آہستہ غصہ ظاہر ہوتا جا رہا تھا۔

"سر...... وہ...... وہ...... سر......" فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا لیکن اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا تھا۔ وہ اب سر عبدالرحمن کو کیسے کہہ دیتا کہ عمران نے اسے بتایا ہے۔

"کیا سر۔ سر لگا رکھی ہے۔ ثبوت دو کہاں ہے ثبوت کہ آفتاب احمد ان دہشت گردوں کا سرغنہ ہے"...... سر عبدالرحمن کا غصہ اب عروج پر پہنچ گیا تھا۔

"سر ثبوت تو کوئی نہیں ہے"...... آخرکار فیاض نے مردہ سے لہجے

میں کہا۔

"کل اگر تم کسی مجرم کا بیان لے کر آجاؤ کہ اس مجرم کے مطابق صدر مملکت جرائم کے کسی گروہ کے سرغنہ ہیں تو کیا میں انہیں گرفتار کر لوں گا بولو۔ جواب دو"....... سر عبدالرحمن نے غصے سے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سس۔ ساری سر"....... فیاض نے اب عافیت اس میں دیکھی تھی کہ وہ فوراً معذرت کر لے۔

"نانسنس۔ احمق۔ تمہارے دماغ میں عقل کی بجائے بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ جاؤ دفع ہو جاؤ اور کوئی ثبوت لے کر آؤ جاؤ"....... سر عبدالرحمن نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور فیاض نے جلدی سے سیلوٹ کیا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"رک جاؤ"....... اچانک سر عبدالرحمن نے تیز لہجے میں کہا تو فیاض جلدی سے مڑ گیا۔

"ادھر آؤ"....... سر عبدالرحمن نے کہا تو فیاض اس طرح ان کی طرف بڑھا جیسے کوئی شرارتی بچہ کسی سخت گیر استاد کے بلانے پر اس کی طرف جاتا ہے۔

"بیٹھو"....... سر عبدالرحمن نے کہا تو فیاض خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ آفتاب احمد واقعی سرغنہ ہیں"....... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر اس نیامت نے بتایا تھا"....... فیاض نے جواب دیا۔

"تم نے اس سے کوئی ثبوت کیوں نہیں مانگا تھا"....... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"سر اس بیان کے بعد میں نے اس سے ثبوت مانگا تھا۔ لیکن پھر اچانک اس پر دل کا شدید دورہ پڑ گیا۔ اس کی حالت کے پیش نظر میں نے جلدی جلدی اس کا بیان لکھا اور پھر اسے ہسپتال لے گیا لیکن وہ ہسپتال جا کر ہلاک ہو گیا"....... فیاض نے جواب دیا۔

"ہونہہ لیکن بغیر ثبوت کے اسے کیسے گرفتار کیا جائے"....... سر عبدالرحمن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"سر باقاعدہ گرفتاری بعد میں بھی ڈالی جا سکتی ہے۔ اسے ویسے یہاں لے آتے ہیں۔ وہ خود ہی اقرار کر لے گا"....... فیاض نے ڈرتے ڈرتے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"کیا۔ کیا۔ یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم سپرنٹنڈنٹ۔ تم یہ کہہ رہے ہو کہ کسی کو غیر قانونی طور پر پکڑ لیا جائے۔ آفتاب احمد کو تو چھوڑو۔ وہ تو معزز آدمی ہے۔ کیا کسی عام آدمی کو بھی اس طرح پکڑا جا سکتا ہے۔ بولو۔ تم نے یہ بات سوچی کیسے۔ بولو۔ تم جیسا آدمی تو اس قابل ہی نہیں ہے کہ کسی سرکاری عہدے پر فائز ہو سکے"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور فیاض کا جسم بے اختیار کانپنے لگ گیا۔

"سس۔ سس۔ ساری سر۔ مم۔ مم میں نے تو صرف ایک رائے

دی تھی سر"...... فیاض نے واقعی خوف سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ نکل جاؤ اگر تم نے اس کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں ابھی معطل کر دیتا۔ گٹ آؤٹ"...... سر عبدالرحمن نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا اور فیاض اس طرح بیرونی دروازے کی طرف دوڑا جیسے اس کے پیچھے بھوکے بھیڑیئے لگ گئے ہوں۔ لیکن دفتر سے باہر نکلتے ہی اس نے دوڑنا بند کر دیا لیکن دروازے کے باہر موجود چپڑاسی نے اسے جن نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ نظریں اس کے ذہن پر جیسے چپک سی گئی تھیں۔ اب اسے اپنے آپ پر شدید غصہ آرہا تھا۔

"ہونہہ لعنت ہے اس نوکری پر۔ جہاں آدمی کی سرے سے کوئی عزت ہی نہ ہو"...... فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اپنے دفتر میں داخل ہو گیا۔

"ارے ارے کیا ہوا۔ یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا۔ اس پر تو دن کے بارہ نہیں بلکہ رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ کیا ہوا کیا ڈیڈی نے پٹائی تو نہیں کر دی"...... کرسی پر بیٹھے ہوئے عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم یہاں"...... فیاض نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہاں کافی دیر سے بیٹھا ہوں۔ ایک تو تم نے چپڑاسی ہی ایسا رکھا ہے کہ اسے کہو کہ کوئی مشروب لے آؤ تو کہتا ہے پیسے دو۔ اب

لا تم بتاؤ۔ یہ تمہاری کنٹین والے تم پر ایک مشروب کی بوتل کا بھی عتماد نہیں کرتے"...... عمران نے کہا۔

"لعنت بھیجو مشروب پر اور کنٹین پر اور ساتھ ہی مجھ پر بھی"۔ یاض نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم پر تو بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں ہے جہاں پہلے سے نہ ہو وہاں وئی چیز بھیجی جاتی ہے اور جہاں پہلے سے ہی کسی چیز کے ڈھیر موجود ہوں وہاں اسے بھیجنے کی کیا ضرورت ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کیا بھیجنے کی۔ کیا کہہ رہے ہو"...... فیاض نے چونک کر کہا۔

اسے شاید یاد بھی نہ تھا کہ جھلاہٹ میں اس نے کیا کہا ہے۔

"تمہیں ہوا کیا ہے۔ یہ تمہاری کیا کیفیت ہو رہی ہے۔ تم تو ڈیڈی کے دفتر گئے ہوئے تھے"...... عمران نے اس بار بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"جی چاہتا ہے۔ خودکشی کر لوں۔ لیکن"...... فیاض نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر مختلف بنکوں میں پڑے ہوئے نوٹوں کے ڈھیر نظر آجاتے ہوں گے۔ کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں"...... عمران نے کہا۔

"تم مجھے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ پلیز۔ تم یہاں سے جا نہیں سکتے"...... فیاض نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر پکڑتے ہوئے تقریباً رو دینے والے لہجے میں کہا۔ وہ عمران سے اس لئے سخت لہجے میں بات نہ کر

رہا تھا کہ جس کارکردگی کی شہرت پورے ملک میں پھیل چکی تھی اس کی بنیاد عمران ہی تھا اور اسے عمران کی طبیعت اور فطرت سے اچھی طرح آگاہی تھی کہ اگر اس نے عمران سے کوئی سخت بات کی تو وہ ایک لمحے میں ساری بازی پلٹ بھی سکتا ہے۔ اس لئے باوجود چاہنے کے وہ نجانے کس طرح اپنے آپ کو کنٹرول کئے ہوئے تھا۔ ورنہ اس کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ جس طرح سر عبدالرحمن نے اسے کمرے سے نکل جانے کا کہا ہے اسی طرح وہ عمران کو بھی باہر نکال دے۔ لیکن ظاہر ہے باوجود جذباتی ہونے کے اس میں بہرحال اتنی عقل تو موجود ہی تھی کہ اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اسے واقعی خودکشی کرنی پڑ جائے گی۔

"آخر ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ تو سہی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ڈیڈی نے پہلے میری تعریف کی اور پھر مجھے بے عزت کر کے دفتر سے نکال دیا۔ تم خود سوچو عمران۔ میں سپرنٹنڈنٹ ہوں تمہارے ڈیڈی کا ذاتی ملازم تو نہیں ہوں کہ وہ جب جی چاہیں مجھے بے عزت کر دیں جب جی چاہے مسکرا کر بات کر لیں۔ آخر میرا بھی تو کوئی سٹیٹس کوئی عزت ہے"...... فیاض نے آخر کار پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا۔

"تو اس میں رونے والی کون سی بات ہے۔ جیسے سرکاری ملازم ڈیڈی ہیں ویسے ہی تم بھی ہو۔ جا کر تم بھی انہیں کھری کھری سنا دو۔ کیا بگاڑ لیں گے وہ تمہارا زیادہ سے زیادہ معطل کر دیں گے۔ تو کیا ہوا

تم عدالت میں چلے جانا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کاش میں ایسا کر سکتا"...... فیاض نے ایک طویل اور حسرت بھرا سانس لیتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"لیکن کوئی وجہ تو ہو گی بے عزت کرنے کی"...... عمران نے کہا۔

"وجہ وہی نامراد آفتاب احمد بنا ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ آفتاب احمد دہشت گردی کے اس گروہ کا اصل سرغنہ ہے۔ نیامت نے بھی یہی بیان دیا تھا پھر اچانک نیامت پر دل کا دورہ پڑا۔ اسے ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ وہ مر گیا۔ میں نے اس کے بیان کی بنیاد پر تمہارے ڈیڈی سے درخواست کی وہ آفتاب احمد کی گرفتاری کی اجازت دیں۔ بس اس بات پر وہ اکھڑ گئے کہ کیا کسی مجرم کے ایسے بیان پر جو اس نے عدالت میں بھی نہ دیا ہو اور مر بھی گیا ہو۔ کس طرح ایک معزز آدمی کو گرفتار کیا جا سکتا ہے"...... فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا چونکہ اس کے دل کا غبار کسی حد تک نکل گیا تھا اس لئے وہ اب اپنے آپ کو خاصا نارمل محسوس کر رہا تھا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔ بغیر ثبوت کے تو اسے واقعی گرفتار نہیں کیا جا سکتا ورنہ اس کے وکلاء عدالت میں درخواست دے دیں گے اور عدالت اسے چھوڑ دے گی اور پھر تمہاری ڈیڈی کی اور سارے محکمے کی کم بختی آ جائے گی۔ پریس اور عوام نے شور مچا دینا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا یہی بات آرام سے نہیں کی جا

سکتی"...... فیاض کو ایک بار پھر غصہ آگیا۔

"ڈیڈی کو غصہ اس بات پر آیا ہوگا کہ تم جیسا قابل عقلمند جہاں دیدہ سپرنٹنڈنٹ ایسی بات کر رہا ہے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض کی آنکھوں میں یکلخت چمک آگئی۔

"تم تو بہرحال میرے دوست ہو۔ اس لئے تم تو مجھے سمجھتے ہو۔ لیکن تمہارے ڈیڈی مجھے احمق ہی سمجھتے ہیں"...... فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"اصل بات یہ ہے کہ اب تم اسم بامسمیٰ نہیں رہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب"...... فیاض نے چونک کر کہا۔

"مطلب ہے کہ تمہارا نام فیاض ہے لیکن تم نے فیاضی کی بجائے کنجوسی شروع کر دی ہے۔ حالانکہ فیاض کو فیاضی سے کام لینا چاہئے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس۔ بس۔ پہلے ہی اس ساری کارکردگی کے چکر میں تم مجھ سے میری ساری جمع پونجی لوٹ چکے ہو۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے"...... فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا واقعی"...... عمران نے کہا۔

"ہاں ہاں میں درست کہہ رہا ہوں"...... فیاض نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ پھر میں ڈیڈی کو فون کر دیتا ہوں کہ فیاض کو نہ ڈانٹا

کریں یہ بیچارہ اب مفلس اور قلاش ہو چکا ہے۔ اب صرف اس کے سنٹرل بنک کے سپیشل اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ روپے رہ گئے ہیں اور سٹی بنک سبزی منڈی برانچ میں چالیس لاکھ اور......" عمران نے کہنا شروع کر دیا۔

"بس۔ بس۔ تم سے خدا سمجھے۔ تم آدمی ہو یا جن۔ آخر تمہیں ان سب باتوں کا کیسے پتہ چل جاتا ہے"...... فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"میری ناک دولت کے سلسلے میں بے حد حساس واقع ہوئی ہے اور خاص طور پر تمہاری دولت کیونکہ یہ دولت پڑے پڑے سڑتی رہتی ہے اس لئے اس کی بو دور دور تک پھیل جاتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم میری جان نہیں چھوڑ سکتے۔ کسی بھی طرح"...... فیاض نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ تمہارا مطلب ہے کہ میں تمہیں جو عزت دلانا چاہتا تھا اور جس کے لئے میں یہاں آیا تھا وہ کسی اور کے کھاتے میں ڈالوا دوں۔ او کے"...... عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے بیٹھو بیٹھو۔ ارے تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو جاتے ہو تم تو میرے دوست ہو۔ میرے بھائی ہو۔ میرے محسن ہو"۔ فیاض نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو کہہ رہے ہو کہ میں تمہاری جان چھوڑ دوں"۔ عمران

نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

"وہ ۔ وہ ۔ بس ۔ یہ میری زبان دراصل میرے قابو میں نہیں رہتی تم کسی عزت کی بات کر رہے تھے"..... فیاض نے جلدی سے کہا۔

"اسی آفتاب احمد کی گرفتاری کی"..... عمران نے کہا تو فیاض بے اختیار کرسی سے اچھل پڑا۔

"کیا ۔ کیا مطلب کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس کے خلاف"..... فیاض نے انتہائی اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"ثبوت کا مسئلہ بعد میں دیکھا جائے گا ۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تم اسے گرفتار کرو ۔ تاکہ ڈیڈی کو پتہ چل سکے کہ فیاض اب اتنا بھی گیا گزرا نہیں ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے وہ کسی کو گرفتار بھی نہ کر سکے ۔ آخر وہ سپرنٹنڈنٹ ہے ۔ کوئی گھسیارہ تو نہیں ہے"..... عمران نے کہا۔

"نہیں ۔ میں بغیر ثبوت کے اسے گرفتار نہیں کر سکتا ۔ ورنہ تمہارے ڈیڈی واقعی مجھے گولی مار دیں گے"..... فیاض نے فوراً ہی کہا۔

"تو ٹھیک ہے مت گرفتار کرو ۔ اسی لئے تو کہہ رہا تھا کہ یہ عزت کسی اور کے کھاتے میں چلی جائے گی ۔ سارے گینگ کی گرفتاری ایک طرف اور سرغنہ کی گرفتاری ایک طرف اور سرغنہ بھی آفتاب احمد جیسا"..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن ۔ بغیر ثبوت کے ۔ آخر"..... فیاض واقعی ذہنی طور پر بری طرح الجھ گیا تھا۔

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ ثبوت تمہیں بعد میں مہیا کر دیا جائے گا تو کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے"..... عمران نے کہا۔

"اعتماد تو ہے ۔ لیکن ۔ نہیں سوری عمران میں یہ رسک نہیں لے سکتا"..... آخر کار فیاض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا کیونکہ واقعی اس کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر بیٹھے رہو یہیں ۔ کل کے اخبارات میں جب تمہارے محکمے کے کسی انسپکٹر کی شہ سرخیاں چھپیں گی کہ اس نے سرغنہ کو گرفتار کر لیا تو پھر مجھے کوئی شکایت نہ کرنا"..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو رک جاؤ ۔ میں اسے گرفتار کردوں گا ٹھیک ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا"..... فیاض نے اچانک کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ہوئی نا مردوں والی بات ۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ۔ جب وقت آئے گا تو میں تمہیں فون کر دوں گا ۔ تم فوراً چلے آنا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آج تمہارا کیا پروگرام ہے بیگم"....... آفتاب احمد نے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی بیگم سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتے میں مصروف تھے اور یہ ایک ایسا وقت ہوتا تھا جب وہ دونوں بہر حال لازماً اکٹھے ہو جاتے تھے۔

"کیوں آج کوئی خاص بات ہے"....... بیگم نے چونک کر پوچھا۔

"تو ہماری شادی کی سالگرہ کی تقریب تمہارے نزدیک خاص بات ہی نہیں ہے"....... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ہاں واقعی بہت خاص بات ہے۔ لیکن یہ تقریب تو رات کو ہے"....... بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں دراصل سوچ رہا تھا کہ تم آج کوٹھی کی سجاوٹ اپنی نگرانی میں کراؤ"....... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتے۔ ویسے تمہارا وہ ڈیکوریٹر واقعی بہترین آدمی ہے۔ وہ ایسی شاہانہ انداز میں ڈیکوریشن کرتا ہے کہ تقریب میں شامل ہونے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں"...... بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں آج کی تقریب میں صدر مملکت نے بھی شامل ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ ہر بار اتفاق ایسا ہوتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی سرکاری دورے کے سلسلے میں ملک سے باہر ہوتے تھے۔ لیکن اس بار وہ یہیں ہیں اور ان کی آمد کی وجہ سے ظاہر ہے اعلیٰ ترین سرکاری افسران۔ فوجی افسران، اور تقریباً تمام سفارت کار بھی اس تقریب میں شریک ہوں گے اس لئے میں چاہتا تھا کہ اس بار کوٹھی کی ڈیکوریشن ایسی ہو کہ سب لوگ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں اور تمہارا ذوق اس قدر بلند ہے کہ مجھے یقین ہے کہ اگر تم خود اپنی نگرانی میں یہ سارا کام کراؤ تو مجھے اطمینان رہے گا"...... آفتاب احمد نے کہا۔

"نہیں آج ایک خصوصی فنکشن ہے اور یہاں دارالحکومت میں نہیں ہے۔ باہر ہے اور میری اس میں شرکت لازمی ہے۔ البتہ میں کوشش کروں گی کہ شام کو جلدی آجاؤں"...... بیگم نے کہا۔

"اوکے خیال رکھنا آجانا۔ ایسا نہ ہو کہ خالی دولہا ہی شادی کی تقریب میں مبارکبادیں وصول کرتا رہ جائے"....... آفتاب احمد نے کہا اور بیگم بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تم فکر نہ کرو تم سے زیادہ میں اس تقریب کی اہمیت سمجھتی

ہوں"..... بیگم نے اٹھتے ہوئے کہا اور آفتاب احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بیگم تیز تیز قدم اٹھاتی ایک راہداری میں مڑ گئی تو آفتاب احمد اٹھے اور عقبی لان کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں اسے معلوم تھا کہ آج کی اخبارات کا بنڈل موجود ہوگا۔ لان میں دو کرسیاں اور درمیان میں میز رکھی ہوئی تھی۔ میز پر اخبارات کے بڑے سے بنڈل کے ساتھ ساتھ کارڈلیس فون بھی موجود تھا۔ آفتاب احمد کرسی پر بیٹھے اور انہوں نے بنڈل کے سب سے اوپر والا اخبار اٹھایا اور اسے کھول کر سیدھا کیا ہی تھا کہ بے اختیار اس طرح اچھل کر کھڑے ہو گئے جیسے کرسی میں اچانک کرنٹ آگیا ہو۔ ان کا چہرہ یکلخت انتہائی زرد پڑ گیا تھا۔ آنکھیں پھٹ سی گئی تھیں۔ اس کی نظریں اخبار کی شہ سرخی پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ۔ یہ۔ کیسے ہو گیا۔ یہ۔ یہ..... "قیامت۔ ساجن یہ ان دونوں کے گروپ یہ سب کیسے ہو گیا۔ یہ..... " آفتاب احمد کے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے وہ کرسی پر جیسے ڈھیر سے ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے تیزی سے خبر پڑھنی شروع کر دی۔ ایک کے بعد انہوں نے دوسرا اخبار اٹھایا سارے اخبار ہی انہی خبروں اور تصویروں سے بھرے ہوئے تھے۔

"سنٹرل انٹیلی جنس نے کارروائی کی ہے۔ مگر کیسے۔ یہ کیسے ممکن ہے"..... آفتاب احمد نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے جھپٹ کر فون پیس اٹھایا اور اس کا بٹن دبا کر انہوں نے جلدی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"کافرستانی سفارت خانہ"..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"آفتاب احمد بول رہا ہوں۔ سیکنڈ سیکرٹری رامیش سے بات کراؤ"..... آفتاب احمد نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر ہولڈ آن کریں"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو رامیش بول رہا ہوں"..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ سنائی دی۔

"آفتاب احمد بول رہا ہوں رامیش یہ آج اخبارات میں کیا چھپا ہوا ہے۔ یہ سب کس طرح ہو گیا"..... آفتاب احمد کے لہجے میں شدید حیرت نمایاں تھی۔

"کیا آپ محفوظ فون سے بات کر رہے ہیں"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں فکر مت کرو۔ اتنی بات تو میں بھی سمجھتا ہوں"..... آفتاب احمد نے کہا۔

"آفتاب صاحب بظاہر تو یہ کارروائی سنٹرل انٹیلی جنس کی ہے اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ لیکن میرے آدمیوں نے کھوج لگایا ہے۔ یہ کارروائی یہاں کے کسی مقامی گروپ فور سٹارز کی طرف سے کی گئی ہے۔ آخر میں کیس سنٹرل انٹیلی جنس کو ریفر کر دیا گیا ہے اور ان فور سٹارز کے ساتھ اصل آدمی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سب سے خوفناک ایجنٹ علی عمران ہے۔ وہ اس گروپ کا ممبر تو نہیں

ہے لیکن ان کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ میں نے رپورٹ اوپر بھجوا دی ہے۔ مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں آپ کو اس چکر میں ملوث نہ کر دیا جائے۔ کیونکہ جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کی ہمیں فکر نہیں ہے۔ معاوضہ دے کر ایسے اور سینکڑوں آدمی ہائر کئے جا سکتے ہیں لیکن اگر آپ ان کے ہاتھ لگ گئے تو پھر یہ ساری کارروائی لامحالہ کافرستان کی بن جائے گی اور اس طرح کافرستان پوری دنیا میں بدنام بھی ہو جائے گا اور اس سے بین الاقوامی پیچیدگیاں بھی پیدا ہو جائیں گی"...... رامیش نے کہا تو آفتاب احمد کا دل بے اختیار دھک دھک کرنے لگا۔

"کیا۔ کیا مطلب میرا نام اس چکر میں کیسے آسکتا ہے"...... آفتاب احمد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے آفتاب صاحب کہ آپ کی جو پوزیشن ہے۔ اس لحاظ سے آپ پر بغیر کسی انتہائی ٹھوس ثبوت کے ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا اور آپ ہمیشہ محتاط رہتے ہیں۔ اس لئے چاہے وہ لاکھ سر پٹک لیں انہیں آپ کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکتا لیکن اصل بات اس علی عمران کی ہے۔ وہ انتہائی خطرناک حد تک شاطر آدمی ہے"۔ رامیش نے جواب دیا۔

"علی عمران آخر ہے کون جس سے تم اس قدر خوفزدہ ہو"۔ آفتاب احمد نے کہا۔

"وہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔ بظاہر ایک

احمق سا نوجوان ہے لیکن جو لوگ اسے جانتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ وہ دراصل کیا ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور دنیا کا خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے"...... رامیش نے جواب دیا۔

"کیا وہ یہیں دارالحکومت میں رہتا ہے"...... آفتاب احمد نے پوچھا

"ہاں کیوں۔ آپ نے یہ بات کیوں پوچھی ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"اگر یہ آدمی دارالحکومت میں رہتا ہے تو میں اس کا ایک لمحے میں خاتمہ کرا دوں گا"...... آفتاب احمد نے کہا تو دوسری طرف سے رامیش بے اختیار ہنس پڑا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنی قبر خود کھودنا چاہتے ہیں"۔ رامیش نے کہا۔

"اس میں ایسی کیا بات ہے۔ اس سے پہلے بھی ہزاروں آدمی میرے اشارے پر ہلاک ہو چکے ہیں"...... آفتاب احمد نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آفتاب صاحب بس یہی دعا کرتے رہیں کہ اس عمران کو آپ کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل جائے۔ اگر آپ نے خود اسے چھیڑنے کی کوشش کی تو پھر یقیناً آپ قبر میں اتر جائیں گے۔ آپ نے شاید اسے دارالحکومت کا کوئی عام آدمی سمجھ لیا ہے۔ اس کے خاتمے کے لئے ایکریمیا، روسیاہ، کافرستان اور دوسری سپر پاورز کے انتہائی ٹاپ ایجنٹ

کوشش کرتے ہوئے قبروں میں اتر گئے ہیں ۔ بڑی بڑی مجرم تنظیموں کو اس اکیلے آدمی نے ختم کر کے رکھ دیا ہے اور آپ اسے کسی پیشہ ور مجرم سے ختم کرانے کی بات سوچ رہے ہیں ۔ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے ۔ یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو کچھ یہ عمران ہے ۔ اس لئے آپ پلیز اس سلسلے میں خاموش رہیں ۔ آپ کی خاموشی میں ہی آپ کی بچت ہے ۔ باقی اوپر رپورٹ جا چکی ہے ۔ آئندہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں اس کا فیصلہ اوپر والے خود ہی کر لیں گے"...... رامیش نے اس بار تلخ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ آپ کہتے ہیں تو مجھے یقین آگیا ہے ۔ بہر حال آج رات آپ فنکشن پر آ رہے ہیں پھر تفصیلی باتیں ہوں گی"...... آفتاب احمد نے کہا۔

"وہاں کوئی بات نہ ہو سکے گی ۔ آپ نے بھی محتاط رہنا ہے ۔ آپ نے ہمیں بس دوسرے مہمانوں کی طرح ٹریٹ کرنا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ علی عمران بھی کسی نہ کسی انداز میں وہاں موجود ہو گا"...... رامیش نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ آفتاب احمد نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فون آف کیا اور اسے واپس میز پر رکھ کر وہ اٹھنے ہی لگے تھے کہ فون کی مترنم سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور آفتاب احمد نے چونک کر فون پیس اٹھایا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔

"آفتاب احمد بول رہا ہوں"...... آفتاب احمد نے کہا۔

"راٹھور بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ ۔ اوہ جناب آپ"...... آفتاب احمد نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے رپورٹ مل چکی ہے کہ ساجن اور نیامت کے دونوں گروہ گرفتار ہو گئے ہیں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے آدمی علی عمران نے کسی پرائیویٹ گروپ سے مل کر یہ ساری کارروائی کی ہے ۔ لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تم پر کوئی حرف نہیں آ سکتا ۔ ہم کچھ عرصہ خاموش رہنے کے بعد دوبارہ کارروائیاں شروع کر دیں گے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ شکریہ جناب میں تو اخبارات پڑھ کر واقعی بے حد پریشان ہو گیا تھا"...... آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم ہمارے اہم ترین آدمی ہو اور تمہاری حیثیت ایسی ہے کہ کوئی تم تک نہ پہنچ سکے گا لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ تمہاری طرف سے کوئی حماقت نہ ہونے پائے ۔ تم نے اس واقعے سے قطعی لاتعلق رہنا ہے ۔ بالکل عام آدمیوں کی طرح"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر ۔ ایسا ہی ہو گا"...... آفتاب احمد نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو جانے پر اس نے بٹن آف کیا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا ۔ فون پیس میز پر رکھ کر اس نے دوبارہ اخبارات اٹھائے اور انہیں پڑھنا

شروع کر دیا لیکن اب اس کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نہ تھے وہ پوری طرح مطمئن نظر آرہا تھا۔

سرکاری جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر فیاض بیٹھا ہوا تھا جب کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر عمران تھا۔ باقی جیپ خالی تھی۔ فیاض کے جسم پر باقاعدہ یونیفارم تھی جب کہ عمران کے جسم پر ٹیکنی کلر لباس تھا زرد رنگ کی پتلون پر اس نے گہرے سبز رنگ کی قمیض۔ شوخ سرخ رنگ کا کوٹ اور نیلے رنگ کی پھولدار مگر چوڑی ٹائی پہنی ہوئی تھی۔ پاکیشیا شاید دنیا کا واحد ملک تھا کہ یہاں انٹیلی جنس کے لئے باقاعدہ یونیفارم مقرر تھی اور ان کی گاڑیوں پر بھی انٹیلی جنس کی پلیٹیں لگی رہتی تھیں۔ یہ سر عبدالرحمن کی اختراع تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ انٹیلی جنس کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ یونیفارم پہنے۔ ہاں جب وہ کسی خفیہ کام میں مصروف ہو تو بے شک یونیفارم نہ پہنے لیکن عام حالات میں اسے یونیفارم پہننی چاہیئے اس طرح انہیں احساس رہتا تھا کہ وہ سرکاری ملازم ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ فیاض باقاعدہ یونیفارم پہنتا تھا اور

اس وقت بھی وہ یونیفارم میں ہی تھا حالانکہ اس وقت دفتر کا وقت نہ تھا۔ جیپ تیزی سے ایک سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"یہ تم کیا اوٹ پٹانگ سا لباس پہن کر آئے ہو کیا تمہیں ڈھنگ کا لباس نہ ملا تھا پہننے کو"۔ اچانک فیاض نے عمران کے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوٹ پٹانگ نام کی ابھی تک کوئی فرم قائم نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ لباس اوٹ پٹانگ ہو ہی نہیں سکتا۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں بغیر لباس بھی تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"بس۔ بس۔ ایسی صورت میں یہ بھی غنیمت ہے۔ لیکن یہ ہمارے عقب میں ایک کار مسلسل آ رہی ہے کون ہو سکتے ہیں"۔ اچانک فیاض نے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

"فکر مت کرو یہ تمہارے محسن ہیں"۔ عمران نے جواب دیا تو فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"میرے محسن۔ کیا مطلب"۔ فیاض نے چونک کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ دہشت گردوں کے ان گینگز اور دھماکے کرنے والے ملزموں کے خلاف کارروائی کس نے کی ہے۔ تمہیں تو پکی پکائی کھیر مل گئی ہے لیکن یہ تم نے سوچا ہے کہ یہ کھیر پکائی کس نے ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے اور کس نے"۔ فیاض نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارا خیال ہے کہ میں اکیلا اتنا بڑا مشن مکمل کر سکتا ہوں"۔ عمران نے کہا تو فیاض کے چہرے پر حیرت ابھر آئی۔

"کیا مطلب تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔ فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارے عقب میں کار میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ ساری کارروائی کی ہے لیکن اس کا پھل انہوں نے تمہیں دے دیا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ مگر یہ کون ہیں"۔ فیاض نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ اپنے دل میں انسانی درد رکھنے والے چار افراد کا گروپ ہے جو معاشرے کو ان بھیانک جرائم اور مجرموں سے پاک کرنے کے مشن پر کام کر رہا ہے۔ اس گروپ کا نام فور سٹارز گروپ ہے۔ یہ اپنی جیب سے خرچ کر کے اور اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر پاکیشیا کے ان مجرموں کے خلاف کام کر رہے ہیں جو پاکیشیا کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو کام تمہاری انٹیلی جنس اور مقامی پولیس کو کرنا چاہئے وہ یہ کر رہے ہیں اور جب یہ اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہیں تو پھر یہ سب کچھ خاموشی سے تمہاری جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ نہ ہی تم سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں نہ اپنا خرچہ۔ نہ اخبارات میں خبریں۔ انہیں تو کچھ بھی نہیں ملتا"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مگر تم نے اب تک مجھے نہ ہی ان سے ملوایا ہے اور نہ
مجھے بتایا ہے" فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"مل لینا۔ کیا جلدی ہے" عمران نے جواب دیا تو فیاض نے
اثبات میں سر ہلا دیا۔

"فور سٹارز۔ تو یہ ہیں وہ فور سٹارز مجھے رپورٹیں مل رہی تھیں کہ
فور سٹارز نامی کوئی گروپ مجرموں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ لیکن میرا
خیال تھا کہ وہ بھی کوئی مجرم گروپ ہی ہوگا۔ یہ تو تم نے اب بتایا ہے
کہ یہ کون ہیں۔ یہ نہ صرف میرے بلکہ پورے معاشرے کے محسن ہیں۔
میں ان سے ضرور ملوں گا" فیاض نے کہا اور عمران نے اثبات
میں سر ہلا دیا۔ جیپ اس وقت امرا کی کالونی میں داخل ہو رہی تھی
جہاں انتہائی عالیشان اور وسیع رقبے پر بنی ہوئی کوٹھیاں نظر آ رہی
تھیں۔ چند لمحوں بعد جیسے ہی جیپ نے ایک موڑ کاٹا۔ عمران نے
فیاض کو جیپ روکنے کا کہہ دیا۔ فیاض نے سائیڈ پر کر کے جیپ روک
دی۔

"کیا ہوا" فیاض نے کہا۔

"وہ سامنے کوٹھی دیکھ رہے ہو جسے سجایا گیا ہے" عمران نے
سامنے بقعہ نور بنی ہوئی کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں میرے خیال میں کوئی شادی ہے یہاں" ... فیاض نے
جواب دیا۔

"یہ افتاب احمد کی کوٹھی ہے اور یہ روشنی اور سجاوٹ اس لئے

ہے کہ آج اس کی شادی کی سالگرہ ہے اور اس تقریب میں صدر
ت مدعو ہیں۔ چونکہ صدر مملکت مدعو ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے۔
م اعلیٰ افسران بھی موجود ہوں گے ویسے بھی آفتاب احمد کے
قات دور دور تک ہیں اور مجھے رپورٹ ملی ہے کہ نہ صرف اعلیٰ
اری افسران، فوجی افسران اور بڑے بڑے بزنس مین شہر کے دیگر
ز افراد بلکہ تقریباً تمام ملکوں کے سفیر بھی اس تقریب میں شامل
ں گے" ..... عمران نے کہا تو فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی

"تو۔ تو۔ پھر....." فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ان سب کے سامنے آفتاب احمد کو گرفتار
و۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آفتاب احمد دراصل کون
" ..... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ نہیں۔ ایسا ناممکن ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ بغیر وارنٹ
فتاری کے اور بغیر کسی ثبوت کے میں اسے کیسے گرفتار کر سکتا ہوں
وہ بھی صدر مملکت کی موجودگی میں۔ اوہ نہیں مجھے تو کسی نے اندر
نہیں گھسنے دینا" ..... فیاض کے چہرے پر پسینہ بہنے لگا۔

"تم سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہو۔ تمہیں کون روک
تا ہے" ..... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ سوری عمران میں ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔
کہ اسے بعد میں گرفتار کر لیں گے۔ یہ کوئی بھاگا تو نہیں جارہا" ۔ فیاض

نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم ہر صورت میں اسے گرفتار کرو گے"۔ عمران نے کہا۔

"وہ تو میں نے کہا تھا لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس تقریب کے دوران اسے گرفتار کروں گا۔ سوری عمران۔ تم چاہے جو مرضی آئے کہو۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں واپس جارہا ہوں"...... فیاض نے حواس باختہ ہوتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان کے ساتھ ساتھ ڈیڈی بھی یہاں مدعو ہوں گے۔ تم سوچو جب تم سب کے سامنے اسے گرفتار کرو گے تو کتنا رعب بنے گا تمہارا"۔ عمران نے کہا۔

"تم رعب کی بات کر رہے ہو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ نہیں سوری۔ میں ایسی خودکشی سے باز آیا"...... فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ سٹارٹ کی اور اسے واپس موڑنے لگا۔

"ابھی رک جاؤ پہلے معاملہ طے کر لو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"جب میں نے کہہ دیا ہے کہ اس تقریب کے دوران میں ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اور کون سا معاملہ طے کرنا باقی ہے"...... فیاض نے کہا۔

"اگر تمہیں وارنٹ گرفتاری مہیا کر دیا جائے تب"...... عمران نے کہا۔

"نہیں اس تقریب کے دوران تو وارنٹ گرفتاری بھی کام نہیں

ے سکتا۔ جہاں صدر صاحب خود ہوں وہاں وارنٹ گرفتاری کیا
ے گا۔ کسی مجسٹریٹ کا ہی ہو گا"...... فیاض نے منہ بناتے ہوئے
ا۔

مجسٹریٹ کا ہو گا تو کیا ہوا۔ آخر مجسٹریٹ کے پاس ہی اختیارات
دیتے ہیں کسی کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرنے کے۔ ان
تیارات کو تو صدر صاحب بھی چیلنج نہیں کر سکتے"...... عمران نے
ا۔

"آخر تم اس تقریب میں اس کی گرفتاری کے لئے کیوں بضد ہو۔
گا پرسوں گرفتار کر لیں گے اسے مقصد تو گرفتاری ہی ہے ہو جائے
ں"...... فیاض نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"صدر صاحب کی موجودگی کی وجہ سے یہاں ٹیلی ویژن کیمرے
وں گے۔ ریڈیو کے نمائندے ہوں گے۔ صحافی ہوں گے۔ میں چاہتا
ہوں کہ آفتاب احمد کو اس طرح گرفتار کرتے ہوئے تمہاری تصویر
لی ویژن پر بھی نظر آئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوری میں باز آیا ایسی تصویر سے"...... فیاض نے ایک بار پھر
یپ کو موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یار میں تمہیں اتنا بزدل تو نہیں سمجھتا تھا"...... عمران نے منہ
بناتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے بھی زیادہ بزدل ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو"۔ فیاض
اقعی مکمل طور پر ہتھیار ڈال چکا تھا۔

"اچھا چلو رک جاؤ۔ میں نے تقریب میں شرکت کے خصوصی کارڈ منگوا لئے ہیں۔ تم بطور مہمان اس میں شرکت کرو۔ اگر تم اپنے سر اس گرفتاری کا سہرا نہیں باندھنا چاہتے تو نہ سہی"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں سرکاری یونیفارم میں ہوں۔ اس لئے میں اندر نہیں جاؤں گا"...... فیاض نے کہا۔

"اچھا ایسا تو ہو سکتا ہے کہ تم باہر ٹھہرو جب ڈیڈی تمہیں بلائیں تب آجانا"...... عمران نے کہا۔

"وہ کیوں بلائیں گے۔ وہ تو اس بات پر مجھے سب کے سامنے ڈانٹ پلا دیں گے کہ میں یہاں آیا ہی کیوں تھا"...... فیاض نے کہا۔

"اگر ڈیڈی تمہیں اس گرفتاری کا کہیں تو پھر کر لو گے گرفتار"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کہیں تو میں صدر مملکت کو بھی گرفتار کر سکتا ہوں۔ مجھے اصل ڈر تو انہی سے لگتا ہے"...... فیاض نے چونک کر کہا۔

"تو پھر یہاں باہر رہنا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس گرفتاری کا سہرا بھی تمہارے سر ہی رہے۔ ورنہ تو تمہارے کسی انسپکٹر کو بھی بلا کر یہ گرفتاری کرائی جا سکتی ہے اور اگر تم باہر موجود نہ رہے تو پھر ایسا ہی کیا جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"سنو آخر تم اس وقت اس گرفتاری پر کیوں بضد ہو"... فیاض نے کہا۔

"ایسے آدمیوں کو جو معاشرے میں بظاہر بے حد معزز ہوں لیکن در پردہ اس قدر بھیانک کردار کے مالک ہوں۔ ایسی تقریب میں ہی گرفتار ہونا چاہئے۔ یہی بات ان کے لئے کافی ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو اپنے گرد وہ اکٹھا کر کے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں وہی بے بس ہو جائیں تاکہ اس جیسے اور مجرموں کو بھی عبرت ہو"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا واقعی تم نے وارنٹ گرفتاری حاصل کر لیا ہے۔ دکھاؤ مجھے"...... فیاض نے کہا۔

"ڈیڈی کو دکھا دیا جائے گا۔ تم اس کی فکر مت کرو"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر میں باہر انتظار کروں گا"...... فیاض نے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا جیپ سے اترا اور عقبی طرف کھڑی ہوئی کار کی طرف بڑھ گیا۔ جس میں فور سٹارز موجود تھے۔

"کیا ہوا عمران صاحب آپ رک کیوں گئے"...... ڈرائیونگ سیٹ پر موجود صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

"فیاض صاحب ہتھیار ڈال گئے ہیں"۔ عمران نے سائیڈ سیٹ کا دروازہ کھول کر کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ سائیڈ سیٹ پہلے سے ہی خالی تھی۔ عقبی سیٹوں پر چوہان، خاور اور نعمانی بیٹھے ہوئے تھے۔ شاید عمران نے فرنٹ سائیڈ سیٹ خالی رکھنے کا انہیں پہلے سے کہہ دیا تھا۔

"ظاہر ہے عمران صاحب وہ اس تقریب میں یہ گرفتاری کیسے کر سکتا ہے"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

"میں چاہتا ہوں کہ گرفتاری وہی کرے کیونکہ اس طرح آپ لوگ اور میں سامنے نہ آئیں گے"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"تقریب میں چلو وہاں جا کر صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ کروں گا"...... عمران نے جواب دیا۔

"ویسے عمران صاحب اس تقریب میں آپ اگر پرنس آف ڈھمپ کے طور پر شرکت کرتے تو بے حد لطف آتا"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے چوہان نے کہا۔

"جہاں کنگ آف ڈھمپ بنفس نفیس موجود ہوں وہاں بیچارے پرنس کو کون پوچھتا ہے اور کنگ صاحب کو غصہ آ گیا تو وہیں بھری تقریب میں پرنس مرغا بنا کھڑا نظر آئے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کار قہقہوں سے گونج اٹھی۔ تھوڑی دیر بعد کار کوٹھی کے سامنے ایک وسیع خالی پلاٹ میں بنی ہوئی پارکنگ میں پہنچ گئی۔ وہاں باقاعدہ ٹریفک پولیس کے افسران موجود تھے جو کاروں کی پارکنگ کے انتظامات کرا رہے تھے۔ ان کی ہدایت کے مطابق صدیقی نے کار ایک سائیڈ پر پارک کی اور پھر وہ سب نیچے اتر آئے۔ پارکنگ سے نکل کر وہ جب مین گیٹ کے قریب پہنچے تو وہاں باقاعدہ سیکورٹی کے اعلیٰ افسران موجود تھے۔

"آپ کے کارڈ پلیز"...... سیکورٹی آفیسر نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں عمران کے ٹیکنی کلر لباس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کارڈ۔ تو کیا اندر جوا ہو گا"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جوا۔ کیا مطلب"۔ سیکورٹی آفیسر نے حیران ہوتے ہوئے کہا

"کارڈز تو جوئے کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"اوہ میں تاش والے کارڈز کی بات نہیں کر رہا جناب دعوتی کارڈز کی بات کر رہا ہوں"...... سیکورٹی آفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"دعوتی کارڈز"...... عمران نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ صدیقی نے جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے جیب سے پانچ کارڈز نکالے اور سیکورٹی آفیسر کی طرف بڑھا دیئے۔

"ٹھیک ہے جناب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں"...... سیکورٹی آفیسر نے کارڈ چیک کرتے ہوئے کہا۔

"جانے کے لئے تو دعوتی کارڈ ہوئے لیکن واپسی کے لئے کیا چورن کارڈ ہوں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سیکورٹی آفیسر صرف مسکرا کر رہ گیا اور وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ واقعی اس عظیم الشان کوٹھی کو اس خوبصورت اور شاندار انداز میں سجایا گیا تھا کہ عمران بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اگر شادی کی سالگرہ پر اتنا خرچ ہو سکتا ہے تو شادی پر کتنا خرچ

ہوا ہوگا"...... چوہان نے کہا۔

" یہ سارا خرچ تحفوں کی شکل میں واپس وصول ہو جائے گا۔ البتہ شادی کے موقعے پر تحفوں کے ساتھ ساتھ ایک بڑا خوبصورت تحفہ بھی ساتھ ہی مل جاتا ہے۔ اس لئے خرچ کی کسے پرواہ ہوتی ہے"۔ عمران نے ہال کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔ آنے جانے والے سب لوگ جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ سب کی نظریں عمران کے لباس پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ کئی تو مسکرا دیئے تھے جب کہ کئی کے چہروں پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہو جاتے تھے۔ ہال کے دروازے پر دو باوردی دربان موجود تھے۔

" کیا صدر صاحب تشریف لا چکے ہیں"...... عمران نے ایک دربان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" نہیں جناب ان کا پروگرام کینسل ہو گیا ہے۔ وہ اب تشریف نہیں لائیں گے"...... دربان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔

" اوہ میرا یار خواہ مخواہ ڈر رہا تھا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور وہ ہال میں داخل ہوئے۔ ہال بے حد وسیع تھا اور اسے واقعی انتہائی شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔ ہال اس وقت اعلیٰ ترین طبقے کے افراد سے تقریباً بھرا ہوا تھا چاروں طرف صوفے رکھے ہوئے تھے جن پر عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے جب کہ درمیان میں ایک بڑی میز تھی جس پر ایک آٹھ منزلہ کیک رکھا ہوا تھا۔ صوفوں کے علاوہ بھی

عورتیں اور مرد ہال میں ٹکڑیوں کی صورت میں کھڑے مشروبات بھی پی رہے تھے اور آپس میں ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے۔ عمران اندر داخل ہو کر اس طرح حیرت سے آنکھیں پٹپٹا رہا تھا۔ جیسے کوئی دیہاتی زندگی میں پہلی بار کسی میلے میں آیا ہو۔ ہال میں موجود وہ افراد جن کا رخ عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھا۔ ان سب کے چہروں پر عمران کا لباس دیکھ کر حیرت کے تاثرات ابھر رہے تھے۔ اچانک ایک سائیڈ سے ایک ادھیڑ عمر آدمی جس نے انتہائی شاندار تھری پیس سوٹ پہن رکھا تھا۔ ان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر وقار تھا۔

" میرا نام آفتاب ہے"...... آنے والے نے کہا۔

" ارے پھر یہاں اتنی روشنی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو اسراف ہے۔ بس آپ کو چھت سے لٹکا دیا جاتا اور یہ سب تھری پیس سوٹ بھی اتر جاتے اور لوگوں کی آنکھیں بھی چندھیا جاتیں"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

" آپ کون صاحب ہیں۔ آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"۔ آفتاب نے بمشکل اپنے غصے کو روکتے ہوئے کہا۔

" اب آفتاب کے سامنے بھلا کس کا چراغ جل سکتا ہے۔ اس لئے تعارف کیا کرایا جائے ویسے پہلے میرا نام روشن چراغ تھا لیکن اب گل شدہ چراغ سمجھ لیں اور یہ میرے ساتھی ہیں مطلب ہے جب چراغ روشن تھا تو یہ اس کی کرنیں تھیں"...... عمران نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"روشن چراغ۔ مگر۔ میں تو آپ کو پہچانتا بھی نہیں ہوں۔ پھر آپ کو کارڈز کیسے مل گئے"...... آفتاب احمد نے اس بار قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے یہ کون سی مشکل بات تھی۔ جس پریس کو آپ نے کارڈ چھپنے کے لئے دیئے تھے۔ وہاں میرا ایک بھتیجا کام کرتا ہے۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ چار پانچ کارڈ فالتو چھاپ دے اس نے چھاپ دیئے"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"آپ میرے ساتھ آئیں"...... آفتاب احمد نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ لیکن اسی لمحے ہال کا دروازہ کھلا اور سر سلطان اور ان کے ساتھ عمران کے ڈیڈی سر عبدالرحمن اندر داخل ہوئے تو آفتاب تیزی سے ان کے استقبال کے لئے لپکا۔

"آپ نے تشریف لا کر میری بے حد عزت افزائی فرمائی ہے جناب۔ خوش آمدید"...... آفتاب احمد ان دونوں کے سامنے تقریباً بچھا جا رہا تھا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاۃ"...... اچانک عمران نے قریب جا کر بڑے خضوع وخشوع سے سر سلطان اور سر عبدالرحمن کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"تم اور یہاں اور اس لباس میں۔ کیا مطلب۔ کیا تمہارے پاس ڈھنگ کا لباس بھی نہیں ہے"...... سر عبدالرحمن نے چونک کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر یکلخت غصے کے چراغ سے جل اٹھے تھے۔

"جج جناب یہ۔ صاحبان میرے مہمان نہیں ہیں۔ نجانے یہ کیسے آ گئے ہیں۔ میں انہیں ابھی باہر نکالتا ہوں جناب"...... آفتاب احمد نے سر عبدالرحمن کے غصے کو دیکھتے ہوئے گڑبڑا کر کہا وہ شاید یہ سمجھا تھا کہ سر عبدالرحمن عمران کے لباس کی وجہ سے غصہ کھا رہے ہیں۔

"ڈیڈ۔ ڈیڈی۔ وہ دراصل فینائل کی گولیاں بہت مہنگی ہو گئی ہیں اور آپ تو جانتے ہیں کہ میں"...... عمران نے انتہائی بے بس سے لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ گٹ آؤٹ"...... سر عبدالرحمن کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ انہوں نے شاید جان بوجھ کر عمران کی بات کاٹ دی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ابھی بھری محفل میں عمران نے اپنی مفلسی اور قلاشی کا رونا رونا شروع کر دینا ہے۔

"وہ۔ وہ تو پہلے سے گٹ آؤٹ ہے ڈیڈی۔ وہ آپ کا سپرنٹنڈنٹ فیاض وہ باہر کھڑا ہے"...... عمران نے اسی طرح کہا۔

"چلو مسٹر باہر ورنہ دھکے دے کر نکلوا دوں گا"...... آفتاب احمد اب اپنے اصل روپ میں آگیا۔

"مسٹر آفتاب احمد آپ نے شاید ان کے لفظ ڈیڈی پر غور نہیں کیا یہ سر عبدالرحمن کے اکلوتے فرزند علی عمران صاحب ہیں"۔ اچانک سر سلطان نے مداخلت کرتے ہوئے کہا تو آفتاب احمد اس طرح اچھل کر پیچھے ہٹا جیسے اس کے پیر میں کسی بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو۔

"علی عمران۔ مم۔ مم مگر انہوں نے تو کہا تھا کہ ان کا نام روشن

چراغ ہے"...... آفتاب احمد بری طرح گھبرا گیا تھا۔

"تم نے سنا نہیں جاؤ یہاں سے ورنہ میں خود واپس چلا جاؤں گا"...... سر عبدالرحمن اس تعارف کے بعد اور زیادہ بگڑ گئے تھے۔

"چھوڑو عبدالرحمن۔ بچوں کو انجوائے کرنے دو...... آؤ میرے ساتھ"۔ سر سلطان نے سر عبدالرحمن کا بازو پکڑ کر انہیں ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ ہال میں موجود ہر شخص ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"نہیں سر سلطان۔ میں اسے اس حلیے میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس ناخلف نے نہیں جانا۔ میں خود واپس جا رہا ہوں"...... سر عبدالرحمن نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا اور واپس مڑنے ہی لگے تھے۔

"ڈیڈی آپ مت جائیں میں چلا جاتا ہوں۔ آئی ایم سوری"۔ اچانک عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا دوسرے لمحے وہ ہال کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ عمران کے ساتھی بھی خاموشی سے اس کے پیچھے باہر نکل آئے۔

"عمران صاحب آپ واقعی واپس جا رہے ہیں"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تم بتاؤ اب اور کیا کروں۔ اب باپ کا حکم تو بہر حال ماننا اولاد پر فرض ہوتا ہے ناں"...... عمران نے بڑے بے بس سے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو صدیقی عمران صاحب کا اس طرح باہر آنا بھی کسی

مقصد کے لئے ہی ہو گا"...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ لباس ڈھنگ کا پہن لیتے تو کم از کم یہ صورتحال تو پیدا نہ ہوتی"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہی بات تو ڈیڈی کو بتا رہا تھا انہوں نے سنا ہی نہیں۔ ایک تو ان بزرگوں میں بڑی عجیب عادت ہوتی ہے کہ اولاد کی بات سنتے ہی نہیں اور پہلے فیصلہ صادر فرما دیتے ہیں۔ اب فینائل کی گولیاں خریدنے جاؤ تو ان پر اتنی ہی رقم لگتی ہے جتنی کہ نیا سوٹ سلوانے میں اور بغیر فینائل کے لباسوں کو کیڑا لگ جاتا ہے۔ ساری الماری میں سے چھانٹ چھانٹ کر یہی کچھ درست ملا تو پہن لیا۔ اب تم خود بتاؤ میں کیڑے لگا سوٹ پہن کر یہاں آ جاتا کہ جگہ جگہ بڑے بڑے سوراخ ہوں تو پھر ڈیڈی خوش ہو جاتے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور صدیقی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اتنی دیر میں وہ کوٹھی کے بیرونی گیٹ سے باہر آ چکے تھے۔

"تم جا کر سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بلا لاؤ۔ اب جب کہ صدر مملکت نہیں آ رہے تو اب اسے ڈرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے"...... عمران نے صدیقی سے کہا تو صدیقی خاموشی سے سر ہلاتا ہوا باہر کی طرف چل پڑا۔ وہ شاید اب سمجھ گیا تھا کہ عمران نے کیا پروگرام بنایا ہے۔

"عمران صاحب کیا سر عبدالرحمن کے سامنے فیاض بغیر کسی ثبوت کے آفتاب احمد کو گرفتار کرنے پر تیار ہو جائے گا"...... چوہان نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو اب میں اسے ایک ایسا اکسیری نسخہ دے دوں گا کہ وہ ہتھکڑیاں کھڑکھڑاتا ہوا جائے گا"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اب کوٹھی سے باہر پارکنگ کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے کاریں مسلسل آ رہی تھیں اور عورتیں اور مرد مسلسل اندر جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فیاض ان کے قریب پہنچ گیا۔

"سب سے پہلے تو ان سے ملو۔ یہ ہیں مسٹر ٹاپ سٹار۔ فور سٹارز کے چیف۔ باقی سٹارز کے تم جو چاہو نمبر رکھ لو"....... عمران نے مسکراتے ہوئے فیاض کا تعارف صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے کراتے ہوئے کہا وہ چاروں میک اپ میں تھے۔

"مگر نام۔ نام تو ہوں گے"....... فیاض نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔ میں نے ان آفتاب صاحب کو اپنا نام روشن چراغ بتایا تو انہوں نے ڈیڈی سے کہہ کر مجھے باہر نکال دیا حالانکہ آفتاب کے سامنے بیچارے روشن چراغ کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو پھر۔ میں نے بڑے صاحب کی کار آتے ہوئے دیکھی تھی"۔ فیاض نے مصافحہ کرنے کے بعد چونک کر عمران سے کہا۔

"ڈیڈی نے بھی تمہیں دیکھ لیا ہے۔ اس لئے انہوں نے حکم دیا ہے کہ فیاض کو اندر لے آؤ۔ لہذا چلو تمہاری طلبی ہونی ہے"....... عمران نے کہا۔

"مم۔ مگر"....... فیاض بری طرح گھبرا گیا تھا۔

"گھبراؤ نہیں ان سے بات ہو چکی ہے۔ سر سلطان نے انہیں بریف کیا ہوا ہے۔ اس لئے تو وہ یہاں آئے ہیں۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ وہ ایسی تقریبات میں شرکت ہی نہیں کیا کرتے اور ایسی صورت میں جب کہ ایک مجرم نیامت بیان بھی دے چکا ہو کہ آفتاب احمد ہی سرغنہ ہے"....... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ہاں واقعی۔ تمہاری بات درست ہے۔ میں بھی حیران ہو رہا تھا کہ بڑے صاحب یہاں کیسے آ گئے ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید صدر مملکت کی وجہ سے آئے ہیں"....... فیاض نے کہا۔

"صدر مملکت کی آمد کا پروگرام کینسل ہو چکا ہے اور یہ بھی سر سلطان کی وجہ سے ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ بین الاقوامی مجرم کی ذاتی تقریب میں صدر مملکت کی شمولیت ملک کے وقار کے خلاف جاتی ہے"....... عمران نے کہا۔

اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے میں اب اسے سب کے سامنے ہتھکڑی لگاؤں گا۔ کہاں ہے وہ وارنٹ مجھے دو"....... فیاض عمران کی باتیں سن کر اب شیر ہو گیا تھا۔

"وہ سر سلطان کے پاس ہے۔ انہوں نے ہی جاری کرایا ہے اور سنو طے یہ ہوا ہے کہ اگر آفتاب کو ذرا بھی بھنک پڑ گئی کہ اسے گرفتار کیا جانا ہے تو وہ لامحالہ غائب ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ ملکی سرحدیں پار کر جائے اور اس کے بعد اس کا ہاتھ آنا محال ہو جائے گا۔

اس لئے تم نے سیدھا اندر جاتے ہی اسے فوری طور پر ہتھکڑی لگا دینی ہے۔ باقی کام بعد میں ہوتا رہے گا"...... عمران نے سمجھاتے ہوئے کہا

"لیکن اس کی نشاندہی کون کرے گا"...... فیاض نے کہا۔

"نشاندہی بھی ہو جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ آج اس محفل کا ہیرو آفتاب نہیں بلکہ سپرنٹنڈنٹ فیاض ہو گا جس نے بین الاقوامی مجرم کو اس طرح بھری محفل میں ہتھکڑی لگائی ہے۔ کل کے اخبارات تمہاری کارکردگی کے قصیدوں اور تمہاری تصویروں سے بھرے ہوئے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"او کے۔ چلو آؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ آفتاب احمد کہاں بھاگتا ہے"...... فیاض اب پوری طرح عمران کے ڈھب پر آچکا تھا۔

"اندر ہال تک پہنچتے ہوئے تم نے صرف مہمان ہونا ہے۔ ورنہ اس کے آدمی یہاں موجود ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ اسے تمہارے اندر پہنچنے تک اطلاع مل جائے اور وہ کھسک جائے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے صدیقی کو اشارہ کیا تو صدیقی نے کوٹ کی دوسری جیب سے ایک کارڈ نکال کر فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

"چلو اب اپنی بے پناہ عزت کی طرف قدم بڑھاؤ"...... عمران نے کہا اور فیاض ہاتھ میں کارڈ پکڑے اکڑتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"عمران صاحب کیا واقعی آپ نے سر سلطان سے بات کر لی ہے"۔ صدیقی نے عمران سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان کے تو فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہے"...... عمران نے

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اوہ پھر"...... صدیقی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ محاورہ نہیں سنا کہ چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا۔ اب وہی حال فیاض کا ہو گا آؤ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیاض کافی آگے جا چکا تھا۔ ایک بار پھر انہوں نے دربانوں کو کارڈ دکھائے اور آگے بڑھ گئے۔ فیاض اسی طرح اکڑتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ اندر جانے والے اسے اس طرح یونیفارم میں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"تم آگے جاؤ اور فیاض کے ساتھ اندر داخل ہو کر اسے آفتاب احمد دکھا دو باقی کام وہ خود کر لے گا لیکن خیال رکھنا ہو سکتا کہ یہاں دشمن ایجنٹ موجود ہوں اور وہ آفتاب کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں"...... عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ ان کے سر ہلانے کا انداز بتا رہا تھا کہ انہیں اب سمجھ آئی تھی کہ عمران انہیں یہاں ساتھ کیوں لے آیا تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ آفتاب کافرستان کا مین ایجنٹ ہے اور آفتاب کی گرفتاری کے بعد ظاہر ہے کافرستان کا نام اس دہشت گردی میں سامنے آجانا تھا اس لئے واقعی اسے ہلاک بھی کیا جا سکتا تھا تاکہ کافرستان اس سلسلے میں ملوث ثابت نہ ہو۔ صدیقی تیز تیز قدم اٹھاتا فیاض کی طرف بڑھ گیا۔

"تم بھی جاؤ میں بعد میں آؤں گا"...... عمران نے باقی ساتھیوں سے کہا اور وہ سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ پھر وہ سب ایک دوسرے

کے آگے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔ جب کہ عمران گیٹ پر جا کر رک گیا جہاں دربان کھڑے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاۃ یا دربانان جنت ارضی صاحبان"۔ عمران نے ان سے مخاطب ہو کر بڑے خشوع و خضوع سے کہا اور ساتھ ہی مصافحے کے لئے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔

"ج۔ جی۔ ہم تو جناب"...... دربانوں نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ اصل مسئلہ اس نان کا ہے۔ اس لئے میں نے دربانان کہا ہے۔ میں نے سوچا ویسے تمہیں نان کھانے کو نہیں ملتے تو چلو نام سے ہی لطف لے لو...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ج جناب ہم تو چوکیدار ہیں جناب"...... دربانوں نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم کیسے چوکیدار ہو سکتے ہو۔ مطلب ہے چوک رکھنے والے۔ وہ تو ٹریفک کا سپاہی ہو سکتا ہے۔ تم تو یہاں اندر موجود ہو"...... عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا لیکن اس کے ساتھ ہی تیزی سے مڑ کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کیونکہ اس کے نقطہ نظر سے اب تک فیاض نے اپنا کام کر لیا ہو گا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ طاری ہو گئی۔ اس وقت ہال میں میز کے قریب فیاض نے آفتاب کو بازو سے پکڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں بازو عقب میں تھے۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ فیاض نے اسے ہتھکڑی لگا دی ہوئی

ہے۔ آفتاب کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو رہا تھا۔ ہال میں موجود ہر شخص حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

"چلو میرے ساتھ تم بلاسٹرز کے سرغنہ ہو۔ چلو"...... فیاض نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

"فیاض یہ کیا ہے"...... اچانک سر عبدالرحمن کی دھاڑ سنائی دی وہ تیزی سے اٹھ کر فیاض کی طرف بڑھے۔

"سر۔ سر۔ یہ بلاسٹرز کا سرغنہ ہے آفتاب احمد۔ میں نے آپ کو رپورٹ دی تھی"...... فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس ہے۔ یہ ظلم ہے۔ یہ ایک معزز شہری کی تذلیل ہے۔ میں بزنس مین ہوں میرا کسی دہشت گردی سے کیا تعلق۔ یہ سب میرے خلاف کوئی بڑی سازش ہے"...... اچانک ششدر کھڑے ہوئے آفتاب احمد نے چیختے ہوئے کہا اور ہال میں یکلخت شور سا مچ گیا وہاں سب معزز افراد اکٹھے تھے۔ اس لئے وہ سب بیک وقت آفتاب احمد کے حق میں بولنے لگ گئے۔

"کون ہو تم اور تمہیں جرأت کیسے ہوئی میرے شوہر کو اس طرح بھری محفل میں ہتھکڑی لگانے کی"...... اسی لمحے ایک میک اپ میں لتھڑی ہوئی عورت نے قریب آ کر حلق کے بل چیختے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ خاموش رہیں محترمہ۔ ورنہ میں آپ کو بھی ہتھکڑی لگا سکتا ہوں"...... فیاض کا دماغ بھی الٹ گیا تھا۔ اس نے بھی جواب چیخ کر

ہی دیا تھا۔ عمران دروازے کے ساتھ خاموش کھڑا ساری صورتحال کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی ہال میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کی تیز نظریں ہر آدمی کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔

"تمہارے پاس ثبوت ہے۔ اس کے خلاف"....... سر عبدالرحمن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ثبوت سر سلطان صاحب کے پاس ہے بلکہ ان کے پاس تو وارنٹ گرفتاری بھی ہے۔ آپ بے شک دیکھ لیں"....... فیاض نے چوڑے ہو کر کہا۔

"کیا۔ کیا سر سلطان کیا آپ کے پاس۔ مگر آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا"....... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں سر سلطان کی طرف مڑتے ہوئے کہا جو اب اٹھ کر قریب آچکے تھے۔ ظاہر ہے سر عبدالرحمن کو تو غصہ آنا ہی تھا کہ سر سلطان نے انہیں کچھ بتائے بغیر ان کے ماتحت کے ذریعے اتنا بڑا قدم اٹھوا دیا ہے۔

"میرے پاس۔ کیا مطلب۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے"....... سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو فیاض کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا"....... سر عبدالرحمن نے غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم۔ مم۔ مگر مجھے تو....... عمران نے....... یہی بتایا تھا کہ"......

فیاض کی حالت تیزی سے بگڑتی چلی جا رہی تھی۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو عمران اس لئے یہاں موجود تھا۔ مگر وہ تو چلا گیا

ہے"....... سر سلطان نے چونک کر کہا۔

"کھولو ہتھکڑی اور معافی مانگو سب سے اور دفع ہو جاؤ۔ صبح میں تم سے بات کروں گا"....... یکلخت سر عبدالرحمن نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو فیاض تیزی سے آفتاب احمد کے عقبی طرف کو مڑنے لگا۔

"رک جاؤ سوپر فیاض۔ اب یہ ہتھکڑی عدالت ہی کھلوا سکتی ہے"....... اچانک عمران نے اونچی آواز میں کہا اور آگے بڑھنے لگا۔

"تم۔ تم۔ پھر یہاں۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا"....... سر عبدالرحمن عمران کو دیکھتے ہی غصے سے چیخ پڑے۔

"پلیز ڈیڈی۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں آپ کا عہدہ ایسا ہے کہ آپ کو کسی بین الاقوامی مجرم کی حمایت نہیں کرنی چاہئے"....... عمران نے یکلخت انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ مجھے قانون پڑھا رہے ہو۔ بغیر کسی ثبوت کے کسی کو اس طرح گرفتار نہیں کیا جا سکتا"....... سر عبدالرحمن نے اور زیادہ غصے بھرے لہجے میں کہا۔

"عبدالرحمن پلیز۔ اگر عمران اسے بین الاقوامی مجرم کہہ رہا ہے تو یہ واقعی ایسا ہی ہو گا"....... سر سلطان نے سر عبدالرحمن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران کون ہوتا ہے۔ بغیر کسی ثبوت کے ایسا کہنے والا۔ کیا حیثیت ہے اس کی"....... سر عبدالرحمن نے چمک کر کہا۔

"سر سلطان آپ ذمہ داری لے لیں۔ ثبوت پیش کر دیا جائے

گا"..... عمران نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں اس گرفتاری کی ذمہ داری لیتا ہوں"....... سر سلطان نے فوراً ہی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ذمہ داری لیتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان آپ کس حیثیت سے یہ ذمہ داری لے سکتے ہیں۔ جب کہ گرفتاری انٹیلی جنس کے ذریعے ہو رہی ہے"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ذمہ داری کی وجوہات تو عمران ہی بتائے گا۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ چونکہ عمران نے ذمہ داری لینے کے لئے کہا ہے۔ اس لئے میں نے ذمہ داری لے لی ہے"....... سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ اس ناخلف، ناہنجار، احمق کے کہنے پر اتنی بڑی ذمہ داری لے رہے ہیں۔ مجھے تو آپ کے ذہن پر بھی شک ہو رہا ہے"۔ سر عبدالرحمن کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی تھا۔

"آفتاب احمد کافرستانی ایجنٹ ہے ڈیڈی اور سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے انتظامی انچارج بھی ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں ذمہ داری لینے کے لئے کہا ہے۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ آپ اس گرفتاری کے سلسلے میں اس قدر شدید مزاحمت کیوں کر رہے ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں کوئی غیر قانونی حرکت برداشت نہیں کر سکتا۔ آفتاب احمد تو معزز آدمی ہیں۔ میں کسی عام آدمی کو بغیر کسی ثبوت کے گرفتار کرنا

ملکی قانون کے خلاف سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر تمہارے پاس آفتاب احمد کے دشمن ایجنٹ ہونے کا کوئی ثبوت ہے تو مجھے دکھاؤ۔ اگر میں نے سمجھا کہ یہ ثبوت کافی ہے تو میں خود اپنے ہاتھوں سے آفتاب کو ایک اور ہتھکڑی لگا دوں گا اور پھر چاہے ملک کا صدر ہی کیوں نہ کہے وہ ہتھکڑی نہیں کھل سکے گی لیکن یہ لاقانونیت اور اختیارات کا ناجائز استعمال کسی صورت بھی برداشت نہیں کروں گا"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کوئی ثبوت ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ سب میرے خلاف کوئی بھیانک سازش ہے۔ میرا ماضی میرا کردار۔ میری شخصیت بے داغ ہے اور یہ یاد رکھیئے سر سلطان ہو یا کوئی اور جس نے بھی اس غیر قانونی گرفتاری میں حصہ لیا ہے میں اس کے خلاف عدالت میں جاؤں گا۔ میں اس کا پیچھا قبر تک نہ چھوڑوں گا"....... آفتاب احمد نے چیختے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ فون۔ یہ صدر مملکت صاحب کا فون"....... اچانک آفتاب کی بیگم نے دوڑ کر آتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈلیس فون تھا۔ اس نے شاید جا کر صدر صاحب کو ذاتی طور پر فون کر کے اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا تھا۔

"مجھے دیجئے"....... سر سلطان نے انتہائی باوقار لہجے میں کہا اور فون پیس بیگم آفتاب کے ہاتھ سے لے لیا۔ آفتاب احمد کے چہرے پر صدر کے فون کا سن کر اچانک رونق آ گئی تھی۔

"اس میں لاؤڈر کا بٹن ہے۔ سر سلطان پلیز وہ بٹن آن کر دیجئے تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ صدر مملکت نے کیا حکم دیا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر سلطان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پہلے لاؤڈر کا بٹن آن کیا پھر فون کا۔

"یس سر سلطان بول رہا ہوں"۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سر سلطان بیگم آفتاب نے مجھے کال کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آفتاب احمد کو انٹیلی جنس کے کسی سپرنٹنڈنٹ نے تقریب کے دوران ہتھکڑی لگا دی ہے جب کہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل اس کی مزاحمت کر رہے ہیں اور آپ اس گرفتاری کی حمایت کر رہے ہیں"۔ صدر مملکت کا لہجہ بے حد ناخوشگوار تھا۔

"آپ کو درست بتایا گیا ہے جناب"۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے اسی طرح مؤدبانہ لیکن سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ کیا جرم کیا ہے آفتاب احمد نے وہ تو انتہائی معزز آدمی ہیں۔ ان کا کردار تو معاشرے کے لئے مثال ہے"۔۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے اس گرفتاری کی ذمہ داری علی عمران کے کہنے پر لے لی ہے"۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"علی عمران۔ کون علی عمران"۔۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے اور زیادہ تلخ ہوتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کا نمائندہ خصوصی"۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مگر۔ مگر۔ جرم کیا ہے اس طرح کسی معزز آدمی کو بھری محفل میں ذلیل کر کے گرفتار کرنا۔ بغیر کسی وارنٹ گرفتاری کے اور بغیر کسی ثبوت کے۔ کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کے پاس ایسے اختیارات ہیں"۔۔۔۔۔۔ صدر مملکت کے لہجے میں بدستور غصہ تھا۔

"میں تو اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا جناب۔ میں تو اتنا جانتا ہوں جناب کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف حکم دے تو میں اپنے آپ کو بھی ہتھکڑی لگا سکتا ہوں۔ ویسے آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ بھی خلاف قانون کوئی حرکت نہیں کرتے۔ ان کا نمائندہ خصوصی یہاں موجود ہے اگر آپ چاہیں تو براہ راست ان سے بات کر لیں"۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے جان چھڑوانے کے سے انداز میں کہا۔

"بات کرائیں"۔۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیا۔ ان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ ان کا موڈ بدستور شدید خراب ہے۔ شاید اس آفتاب نے صدر صاحب اور ان کے گھرانے سے ذاتی قسم کے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔

"یس سر علی عمران ایم ایس سی ڈی ایس سی (آکسن) عرض کر رہا ہوں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے لہجے کو مؤدبانہ رکھتے ہوئے کہا لیکن اس کے انداز میں شرارت کا عنصر نمایاں نظر آ رہا تھا۔

"آفتاب احمد کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے"۔۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے

انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ان کی گرفتاری سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ جناب فیاض صاحب نے بنفس نفیس کی ہے جناب۔ ان کا کہنا ہے کہ آفتاب صاحب پاکیشیا میں دہشت گرد اور بلاسٹرز گروہوں کے سرغنہ ہیں۔ ان گروہوں کو وہ پہلے ہی گرفتار کر چکے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ کے سرغنہ نے اپنی موت سے قبل باقاعدہ تحریری بیان دیا ہے کہ آفتاب صاحب سرغنہ ہیں"....... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کسی مجرم کے صرف بیان پر کسی معزز آدمی کو اس طرح گرفتار کیا جا سکتا ہے اور سر سلطان تو آپ کے چیف کا نام لے رہے ہیں"....... صدر مملکت نے کہا۔

"چیف کا تو ان معاملات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں یہ وارداتیں آتی ہی نہیں"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ تو سر سلطان کا چہرہ تیزی سے بگڑنے لگا۔

"تو پھر آپ نے کس حیثیت سے سر سلطان کو ذمہ داری لینے کے لئے کہا ہے"....... صدر صاحب کے لہجے میں اس بار غصے کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔

"سٹار فورس کے چیف کے نمائندہ خصوصی کے طور پر"۔ عمران نے سپاٹ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سٹار فورس کے چیف۔ یہ کون سی تنظیم ہے"....... صدر مملکت

کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ نے پچھلے دنوں اس کا خصوصی نوٹیفکیشن جاری فرمایا ہے"۔ عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا واقعی آفتاب احمد دہشت گردوں کے سرغنہ ہیں"....... صدر مملکت نے اس بار قدرے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں سٹار فورس انتہائی ذمہ دار تنظیم ہے جناب۔ لیکن چونکہ بلاسٹرز کے گروپس کو سنٹرل انٹیلی جنس نے ٹریس کر کے گرفتار کیا تھا اس لئے ان کے سرغنہ کو بھی سٹار فورس کے چیف نے سنٹرل انٹیلی جنس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انہیں ہتھکڑی سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ نے لگائی ہے۔ جہاں تک ثبوت کا تعلق ہے۔ سر عبدالرحمن کو یہ ثبوت ابھی اور اسی وقت پیش کر دیئے جائیں گے"....... عمران نے جواب دیا۔

"اگر واقعی ثبوت ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ ایسے آدمی کو گرفتار ہونا چاہئے۔ سوری فار ڈسٹربنس"....... صدر مملکت نے کہا اور عمران نے مسکراتے ہوئے فون آف کر دیا۔

"تم سٹار فورس کے چیف کے بھی نمائندہ خصوصی بن گئے ہو۔ یہ کیا چکر ہے۔ پہلے پاکیشیا سیکرٹ سروس والوں نے تمہیں سر پر چڑھا رکھا تھا اور اب یہ تنظیم بھی تمہارے جال میں پھنس گئی ہے۔ پہلے تم مجھے ثبوت دکھاؤ اور اس کے ساتھ ہی یہ بتاؤ کہ اگر ثبوت موجود تھے تو

میرے سامنے لانے کی بجائے براہ راست سپرنٹنڈنٹ فیاض کو کیوں کہا گیا کہ وہ یہ گرفتاری کرے اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے خلاف تو بہرحال ضابطے کی کارروائی ہوگی کہ اس نے میری اجازت کے بغیر کیوں یہ کام کیا ہے"۔ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ ثبوت دیکھئے"...... عمران نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر سر عبدالرحمن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو سر عبدالرحمن نے کاغذ لیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگے۔ ان کے چہرے پر یکلخت انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ تو انتہائی ٹھوس ثبوت ہے۔ یہ شخص تو دنیا کا سب سے بڑا مکار ہے۔ ٹھیک ہے اس کی گرفتاری ضروری اور لازمی تھی لیکن"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یہ آدمی دشمن ملک کا مین ایجنٹ ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کے علاوہ بھی سٹار فورس کے پاس اس کے بہت سے ثبوت ہیں جن میں اس کی گفتگو کے ٹیپ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ سٹار فورس کے چیف کو خطرہ تھا کہ اگر اسے ذرا بھی بھنک پڑ گئی کہ اسے گرفتار کر لیا جائے گا تو یہ ملک سے فرار ہو جائے گا اور اس طرح پاکیشیا کے پاس وہ ثبوت نہیں رہے گا کہ پاکیشیا میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں کون سا ملک ملوث ہے۔ اس لئے فیاض سے کہا گیا کہ وہ اچانک اور فوراً اسے گرفتار کرے۔ اس کے علاوہ یہاں موجود افراد کی نگرانی بھی کی جا رہی ہے تاکہ کوئی اسے ہلاک نہ کر دے۔ فیاض کو جب ان حالات کا علم ہوا تو

اس نے انتہائی فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کی ناراضگی اور اپنے خلاف تادیبی کارروائی کا رسک لیتے ہوئے یہ کام کر دکھایا ہے۔ کیونکہ سٹار فورس کے چیف کو خطرہ تھا کہ چونکہ دہشت گردوں کے گروپس کو سنٹرل انٹیلی جنس نے ٹریس کیا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ سنٹرل انٹیلی جنس کی نگرانی ہو رہی ہو اور آپ سے اجازت کی بات آؤٹ بھی ہو سکتی تھی"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ واقعی ایسا ہو سکتا تھا۔ ٹھیک ہے۔ آئی۔ ایم سیٹسفائیڈ"۔ سر عبدالرحمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب آپ فیاض کو تو کوئی سزا نہ دیں گے ڈیڈی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب اسے کیسے سزا دی جا سکتی ہے۔ اب تو اسے کارکردگی کا سرٹیفکیٹ جاری ہوگا"...... سر عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک سرٹیفکیٹ مجھے بھی چاہئے ڈیڈی"...... عمران نے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"تمہیں۔ کیا مطلب کیسا سرٹیفکیٹ"...... سر عبدالرحمن نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ سٹار فورس والوں نے اس شرط پر مجھے نمائندہ خصوصی مقرر کیا ہے کہ اگر آپ مجھے انتہائی عقلمند ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اس کے والد احمق سمجھتے ہوں۔ وہ نمائندہ خصوصی نہیں بن سکتا اور نہ اسے کوئی تنخواہ یا الاؤنس مل سکتا ہے"۔

عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"عقلمند اور تم ۔ تم اول درجے کے احمق ہو ۔ سمجھے"....... سر عبدالرحمن نے تیز لہجے میں کہا۔

"مم ۔ مم ۔ مگر ۔ ڈیڈی ۔ بزرگ تو یہی کہتے ہیں کہ بیٹا وہی کچھ ہوتا ہے جو اس کا باپ ۔ مم ۔ مم میرا مطلب ہے والد صاحب قبلہ ہوتے ہیں ۔ اب آپ کی مرضی آپ جو بھی سرٹیفکیٹ دیں"....... عمران نے بڑے مسمسے سے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"نانسنس ۔ ناخلف"....... سر عبدالرحمن نے ایسے لہجے میں کہا جیسے انہیں غصہ بھی آرہا ہو اور وہ ہنسنا بھی چاہتے ہوں اور ان کے پاس کھڑے ہوئے سر سلطان خلاف عادت بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"تم ہنس رہے ہو وہ مجھے احمق کہہ گیا ہے اور وہ بھی اس طرح سب کے سامنے"....... سر عبدالرحمن نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس نے تو سرٹیفکیٹ مانگا ہے ۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اسے کون سا سرٹیفکیٹ دیتے ہو ۔ ویسے عبدالرحمن کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ عمران دراصل کیا ہے"....... سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"احمق اور بے وقوف ہے اور کیا ہے"....... سر عبدالرحمن نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا اور سر سلطان ایک بار پھر بے اختیار ہنس

پڑے ۔ جبکہ اس دوران فیاض آفتاب کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا دروازے سے باہر لے گیا ۔ اس بار وہاں موجود کسی بھی شخص نے کوئی احتجاج نہ کیا تھا ۔ سب کے چہرے حیرت کی شدت سے پتھرائے ہوئے دکھائی دے رہے تھے ۔

ختم شد

- برونو —— جس نے بلیو کیپسول کو توڑ کر پاکیشیا کے دارالحکومت کے لاکھوں مردوں، عورتوں اور بچوں کو پلک جھپکنے میں موت کے گھاٹ اتارنے کی کھلی دھمکی دے دی۔
- برونو —— جس کی دھمکی کے سامنے حکومت کی تمام مشینری اور سیکرٹ سروس سب بے بس ہو کر رہ گئے —— اور ان سب نے متفقہ طور پر اپنی شکست کا اعلان کر دیا۔
- دارالحکومت کے لاکھوں افراد برونو کے سامنے موت کے خوف سے چیخ رہے تھے اور برونو اپنی فتح پر مسکرا رہا تھا۔
- ایک ایسی سچویشن —— جب دارالحکومت موت کے بھیانک طوفان میں گھرا ہوا تھا۔ مگر عمران غائب تھا —— کیوں ——؟ کیا برونو نے دارالحکومت کے لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا —— یا ——؟
- وہ حیرت انگیز لمحہ —— جب عمران، برونو کے مقابلے میں میدان میں اترا اور پھر ——؟
- کیا عمران یہ ثابت کر سکا کہ وہ برونو جیسے سپیشل ایجنٹ سے زیادہ ذہین ہے یا اس نے بھی شکست تسلیم کر لی ——؟ لمحہ لمحہ موت —— دھڑکن دھڑکن زندگی —— ٹمٹماتی امیدیں اور ڈوبتی مایوسیوں کا حیرت انگیز امتزاج

یوسف برادرز تاجران کتب پاک گیٹ ملتان ۵

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی شاہکار کہانی

مصنف :- مظہر کلیم ایم۔اے

ڈیتھ کوئیک ـــــ کافرستان کا ایک ایسا بھیانک سائنسی منصوبہ کہ جس کی تکمیل کے بعد پاکیشیا کے کروڑوں بے گناہ افراد ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ لیکن پوری دنیا اسے قدرتی آفت ہی سمجھتی رہتی۔

ڈیتھ کوئیک ـــــ جس کا تجربہ پاکیشیا کے ایک پہاڑی علاقے میں کیا گیا اور ہزاروں افراد یکلخت لقمہ اجل بن گئے۔ مگر پاکیشیا اور پوری دنیا کے ماہرین نے اسے قدرتی آفت قرار دے دیا ــــ کیوں ــــ ؟

ڈیتھ کوئیک ــــ جس کے خلاف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس جب میدان میں اترے تو کافرستان کی چاروں ایجنسیاں عمران کے مقابل آگئیں ـــــ اور پھر ایک خوفناک ہنگامے کا آغاز ہوگیا۔

- ـــ ایک ایسا مشن ـــ جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو زبردست جدوجہد کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ـــ کیوں ـــ ؟
- ـــ وہ لمحہ ـــ جب عمران اور سیکرٹ سروس کو باوجود سرتوڑ کوششوں کے ناکام پاکیشیا لوٹنا پڑا۔
- ـــ وہ لمحہ ـــ جب شاگل نے کافرستان کی طرف سے کام کرنے سے انکار کر دیا ـــ کیوں ـــ ؟ کیا شاگل نے کافرستان سے غداری کر دی ـــ یا ـــ ؟

کیا واقعی اس مشن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی گئی تھی ـــ یا ـــ ؟

- ـــ کیا کافرستان اپنے اس بھیانک سائنسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا ـــ ؟

انتہائی دلچسپ اور قطعی منفرد انداز میں لکھا گیا

ـــ ایک یادگار ناول ـــ

ایکشن اور سسپنس کا حسین امتزاج

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران سیریز

نام	حصہ
وائلڈ ٹائیگر	مکمل
ادھورا فارمولا	اول
موت کا دائرہ	دوم
رابن ہڈ	مکمل
بانکے مجرم	مکمل
ڈائمنڈ آف ڈیتھ	مکمل
ٹاپ راک	اول
ٹاپ راک	دوم
جولیا فائٹ گروپ	اول
جولیا فائٹ گروپ	دوم
پاور لینڈ	اول
پاور لینڈ	دوم
جوانا ان ایکشن	اول
جوانا ان ایکشن	دوم
اسٹار ٹریک	اول
اسٹار ٹریک	دوم
لٹل ڈیولز	مکمل
فیس آف ڈیتھ	اول
فیس آف ڈیتھ	دوم
بلیک ڈیتھ	اول
بلیک ڈیتھ	دوم
ہاٹ ناٹ	اول
ہاٹ ناٹ	دوم
اسپیشل ایجنٹ بردنو	مکمل
ریڈ چیف	مکمل
ڈیتھ سرکل	مکمل
ٹرینچ فائر	مکمل
ڈارک کلب	مکمل
حلقہ موت	اول
حلقہ موت	دوم

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

مظہر کلیم ایم اے